نور رضا

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

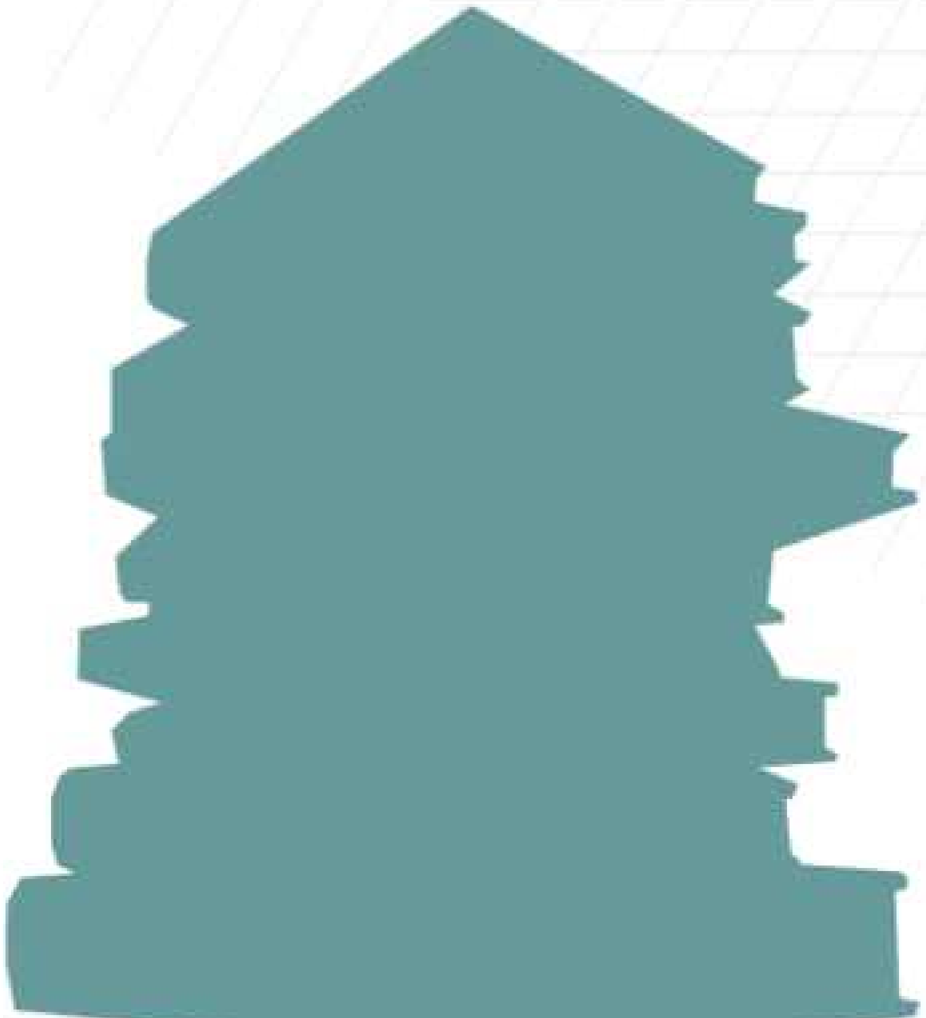

اِنَّ اَکْمَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا

مسند ابو یعلیٰ رقم ۱۵۹۰

بلاشبہ مسلمانوں میں سب سے کامل ایمان
اس کا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں

نُورِ خانقاہِ ھدایت

۱۴۳۳ھ

حضور خواجۂ عالم قاضی **محمد صادق** صدیقی مجددی قدس سرہ

کے اخلاقِ عالیہ کے چند زاویے

ذخیرہ محمد وقاص مجددی

مؤلف

اُستاذ العلماء مفتی محمد علیم الدین مجددی حفظہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

صلى الله على حبيبه محمد وآله وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

129002

حقوقِ اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... نورِ خانقاہِ ہدایت

مؤلف .... استاذ العلماء مفتی محمد علیم الدین حفظہ اللہ

ناشر .... خانقاہِ سلطانیہ گلشن عظیم جہلم

حروف ساز .... سلطانیہ پبلی کیشنز، جہلم

پروف ریڈنگ .... محمد یوسف مجددی

تعداد ۲۱۰۰

سن اشاعت ۱۴۳۳ھ ۲۰۱۲ء

صفحہ نمبر		نمبر شمار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

نمبر شمار		صفحہ نمبر
1	حروفِ سعادت	۹
2	تصوف اور اخلاق حسنہ	۱۹
3	تواضع	۳۹
4	صبر	۴۹
5	شکر	۵۶
6	اخلاص	۶۲
7	زہد	۶۷
8	توکل علی اللہ	۷۶
9	ذوق عبادت	۸۲
10	ذکر	۹۰
11	مجاہدہ	۹۵
12	درود پاک کی کثرت	۱۰۲
13	مہمان نوازی	۱۱۱
14	شرع شریف کی پابندی	۱۲۲

نمبر شمار		صفحہ نمبر
15	حقوق العباد کی تاکید	۱۳۵
16	احسان شناسی	۱۴۲
17	غیبت سے اجتناب	۱۴۶
18	دنیاداروں سے بے نیازی	۱۵۱
19	دنیوی معاملات میں عدم دلچسپی	۱۶۴
20	دنیوی مال ومتاع سے بے نیازی	۱۷۰
21	موجودہ مغربی جمہوری سیاست سے عدمِ دلچسپی	۱۷۹
22	نسبت کا احترام	۱۸۳
23	مشائخ کرام اور ان کی اولادوں کا ادب اور خدمت	۱۹۱
24	سادات کرام کا احترام	۲۰۵
25	علماء اور طلباء کی قدر ومنزلت	۲۱۲
26	احبابِ طریقت کی اصلاح	۲۲۳
27	تعویذات سے خدمتِ خلق	۲۳۰
28	بے بس اور مایوس لوگوں کا سہارا	۲۵۰
29	ذوقِ مزاح	۲۶۵
03	اظہارِ غم کے انداز	۲۷۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حروفِ سعادت

بقلم

نبیرہ حضور خواجہء عالم چیچوی قدس سرہ

صاحبزادہ محمد بدر الاسلام صدیقی مدظلہ العالی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ نبوت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ. [1]

"وہ (ان جاہلوں) کو پاک صاف کرتے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔"

قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر اخلاقی اصلاح کی اہمیت کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي

---

[1] سورۃ البقرۃ آیت / ۱۵۱.

الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّائِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِیْنَ فِی الْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ (۲)

''نیکی (بس یہی) نہیں کہ تم (نماز میں) اپنے رخ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی (کا کمال) تو اس کے لئے ہے جو اللہ، روزِ قیامت، فرشتوں، کتاب اور سب نبیوں پر ایمان لائے، اللہ کی محبت میں اپنے پسندیدہ مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور وہ تکلیف، سختی اور جہاد میں صبر کرنے والے، پورا کرنے والے ہوں اپنے وعدوں کو جب وہ کسی سے وعدہ کریں یہی لوگ سچے ہیں، اور یہی لوگ حقیقی متقی ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے ایک سمت مقرر فرمائی جس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں، مگر نیکی صرف یہی نہیں کہ انسان نماز میں مشرق و مغرب کی طرف رخ کر لے، ٹھیک ہے یہ بھی ایک نیکی ہے لیکن اصل نیکی اللہ تعالیٰ کے سارے احکام کی پیروی ہے یعنی اس آیتِ مبارکہ میں جن عقائد و معاملات اور اخلاق و عبادات کا ذکر کیا گیا ہے ان سب کی پابندی سے ہی انسان اصل نیکی کا مستحق قرار پاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی بعثت شریفہ کا مقصد اس طرح بیان فرمایا:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ اَوْمَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ (۳)

''میں حسنِ اخلاق یا مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں''

---

(۲) سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۷۔ (۳) کنز العمال ۲/۱۵ الموطاء باب حسن الخلق

ایمان کی تکمیل بھی حسنِ اخلاق کے ساتھ مشروط ہے، کامل ایمان والوں کی علامت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَکْمَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا. ﴿۴﴾

"بلاشبہ مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں"

ان ہی اخلاقِ کریمہ کی وجہ سے انسان **صَائِمُ الدَّھْر** اور **قَائِمُ اللَّیْل** کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُسْلِمَ الْمُسَدَّدَ لَیُدْرِکُ دَرَجَةَ الصَّوَّامِ الْقَوَّامِ بِاٰیَاتِ اللّٰہِ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ وَکَرَمِ ضَرِیْبَتِهٖ. ﴿۵﴾

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہِ راست کے توفیق یافتہ مسلمان اپنے اخلاق اور عمدہ مزاج کے باعث کثرت سے روزے رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر اچھی طرح سے عمل کرنے والے شخص کا درجہ پا لیتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقِ عظیم کی بلندیوں پر فائز ہونے کے باوجود یہی التجاء اپنے ربِ کریم کے حضور ان الفاظ میں فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَایَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَایَصْرِفُ عَنِّیْ اِلَّا اَنْتَ. ﴿۶﴾

"اے اللہ! مجھے اچھے اخلاق پر گامزن فرما، تیرے سوا کوئی اور اچھے اخلاق پر گامزن نہیں کر سکتا اور مجھے بُرے اخلاق سے دور رکھ، ان سے تیرے سوا کوئی اور مجھے دور نہیں رکھ سکتا۔"

﴿۴﴾ مسند ابو یعلی رقم: ۱۵۹۰.

﴿۵﴾ أخرجه الإمام أحمد، والطبراني في الكبير

﴿۶﴾

اور بُری عادات، قبیح خصائل اور رذیل حرکات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اس طرح مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَاءِ. ﴿۷﴾

''اے اللہ! بُرے اخلاق، اعمال اور خواہشات سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صوفیہء کرام کا حُسنِ اخلاق، اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقتبس ہے، صوفیہ نے تواتر سے تصوّف کو اخلاق ہی سے تعبیر کیا ہے:

حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اَلتَّصَوُّفُ حُسْنُ الْخُلُقِ'' ﴿۸﴾

''تصوف حسنِ اخلاق کو کہتے ہیں''

حضرت ابو علی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اَلتَّصَوُّفُ ھُوَ الْاَخْلَاقُ الرَّضِیَّۃُ'' ﴿۹﴾

''تصوف پسندیدہ عادات کا نام ہے''

تصوّف: اَلتَّخَلُّقُ بِکُلِّ سَنِیٍّ وَالتَّجَرُّدُ عَنْ خُلُقٍ دَنِیٍّ. ﴿۱۰﴾

''ہر اچھی عادات کو اپنانا اور خسیس عادات سے اجتناب کرنا ہے''

اور صوفی کی پہچان ہی حُسنِ اخلاق ہے۔

حضرت ابو عبداللہ شاملی قدس سرہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اولیاء اللہ مخلوق میں

﴿۷﴾ جامع الترمذی رقم/ ۳۵۹۱.

﴿۸﴾ کشف المحجوب سیدی علی ہجویری ص/ ۱۳۴۔

﴿۹﴾ . . . .

﴿۱۰﴾

کس چیز کے ذریعہ پہچانے جاتے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

"یہ لوگ لطافتِ زبان، حسنِ اخلاق، شگفتہ روئی، اعتراض کی کمی، عذر کے قبول کرنے، نیکوں اور بدوں پر شفقت کرنے سے پہچانے جاتے ہیں۔ (۱۱)

اور خصائلِ پسندیدہ وہ ہوتے ہیں کہ: بندہ تمام حالات میں اپنے رب کی رضا میں راضی رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صوفیہء کرام کے سلوک طے کرانے کا مُدّعا و مقصد سالکین و مریدین کے اندر اخلاقِ حمیدہ کا پیدا کرنا ہوتا ہے، تا کہ وہ مکارمِ اخلاق سے متصف ہو جائیں اور حُسنِ اخلاق کی تلوار سے اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت کریں، اگر کوئی انسان سلوک مکمل کرلیتا ہے لیکن اپنے اندر حُسنِ اخلاق پیدا نہیں کرسکا تو درحقیقت وہ سلوک کی تکمیل نہیں کرسکا اور دھوکے میں پڑا ہوا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کی اصطلاحات میں ایک اصطلاح "سفر در وطن" ہے اس سے مراد: اخلاقِ ذمیمہ کے پنجہ سے نکل کر اخلاقِ قدسیہ کو حاصل کرنا ہے۔ (۱۲)

حضرت شاہ رؤف احمد رافت فاروقی مجددی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"سیر و سلوک کا ماحصل تہذیبِ اخلاق ہے"

چنانچہ حدیث شریف میں اس کی تاکید ہے:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

"میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں"

---

(۱۱) مقاصد السالکین شاہ ضیاء اللہ / ص ۹۸

(۱۲) مدارج الخیر ترجمہ مناھج السیر مولانا نعیم اللہ بہرائچی ص / ۵۵

لہٰذا سالک کو اپنے حال کی طرف دیکھنا چاہیئے، اگر اس میں کوئی صفتِ رذیلہ غالب ہو تو نفی و اثبات سے اس کو دور کرنا چاہیئے مثلاً: اگر حسد کو دور کرنا ہے تو اس طرح کرے: "لَاۤ اِلٰـہَ" نہیں ہے مجھ میں حسد مگر چند ہی روز میں ذکرِ الٰہی کی برکت سے حسد زائل ہو جائے گا، اس طرح تمام بُری صفتیں ذکر کے انوار سے پوشیدہ ہو جائیں گی، اور ممکن ہے کہ جب ذکر اور یاد کرد (۱۳) تمام بدن کو ظاہر اور باطن میں گھیر لے تو خود بخود بُری صفات زائل ہو جائیں۔ (۱۴)

دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

"واضح رہے کہ سیر و سلوک کا حاصل کرنا جو صوفیاء کا معمول ہے وہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ جانا ہے، رذائل کو دور کرنا، نیک خصائل کو حاصل کرنا ہے"۔ (۱۵)

سلسلہء عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اوراد و وظائف کا مقصد بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے، جب سالک صحیح معنوں میں متبعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتا ہے تو اس سے اخلاقِ نبوی کی جھلک نظر آتی ہے، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس طریقہ کے اشغال سے اتباعِ سنّت کی توفیق ہوتی ہے اور شریعت کی اتباع سے اس طریقہ کے انوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۶)

سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ حسبِ ذیل اخلاقِ حمیدہ پر قائم ہے جن کو مقاماتِ عشرہ کہتے ہیں: توبہ انابت زُہد ریاضت ورع قناعت توکل تسلیم صبر رضا۔ (۱۷)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

---

(۱۳) یازدہ اصطلاحاتِ نقشبندیہ میں سے پانچویں اصطلاح ہے جس کا معنی ذکر شریف کے ذریعہ غفلت دور کرنا ہوتی ہے۔

(۱۴) جواہر علویہ شاہ رؤف احمد ص/۲۱۴۔ (۱۵) جواہر علویہ شاہ رؤف احمد ص/۲۱۴۔

(۱۶) مقامات مظہری شاہ غلام علی ص/۳۲۳۔ (۱۷) مدارج الخیر ترجمہ مناہج السیر مولانا نعیم اللہ خان خیالی ص/۴۸۔

حُسنِ اَخلاق دخولِ جنت کا سبب اور بُرے اَخلاق دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہوتے ہیں، مشائخِ کرام اپنے مسترشدین کو باقاعدہ طور پر اَخلاقِ رذیلہ اور اوصافِ جمیلہ سے آگاہ فرماتے، حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ فاروقی مجددی قدس سرہ نے ایک جگہ اس کی تفصیل یوں تحریر فرمائی ہے:

مُهلِكَات...... اَلْبُخلُ، الكِبْرُ، العُجبُ، الرِّيَاءُ، الحَسَدُ، شِدَّةُ الْغَضَبِ، شَرَهُ الطَّعَامِ، شَرَهُ الوِقَاعِ، حُبُّ الْمَالِ، حُبُّ الْجَاهِ.

"تباہ و برباد کرنے والی عادات:

کنجوسی تکبر خود پسندی دکھاوا حسد سخت غصہ

کھانے کی حرص جماع کی شدید خواہش مال کی محبت مرتبہ کی محبت۔"

مُنجِيَات...... اَلنَّدَمُ عَلَى الذُّنُوبِ، الصَّبْرُ عَلَى الْبَلاءِ، الرِضَا بِالْقَضَاءِ، الشُّكْرُ عَلَى النَّعْمَاءِ، اِعْتِدَالُ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ، الزُهْدُ فِي الدُّنيَا، الاخلاص فِي الْاَعْمَالِ، حُسْنُ الْخُلُقِ، حُبُّ اللّٰهِ، الخُشُوعُ لَهُ. ⑱

"نجات دلانے والے اوصاف

گناہوں پر شرمساری مصیبت میں صبر تقدیر پر رضامندی

نعمت پر شکر گزاری امید اور خوف میں اعتدال

دنیا سے بے رغبتی اعمال میں خلوص اچھی عادت

اللہ تعالیٰ سے محبت اللہ تعالیٰ کا خوف۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

---

⑱ مقاماتِ خیر شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی ص / ۲۳۳.

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سراپا حسنِ اخلاق تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عظیمہ کے واقعات اور عملی نمونہ سے سیرتِ طیبہ کی کتب بھری ہیں، پہلی وحی کے نزول کے بعد گھبراہٹ کے عالم میں غارِ حرا سے کاشانہء اقدس تشریف لائے تو اپنی غمگسار رفیقہء حیات سے زَمِّلُوْنِی زَمِّلُوْنِیْ فرمایا تو اُمّ المومنین سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ان اخلاقِ عالیہ کی توصیف فرمائی:

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ. ﴿۱۹﴾

''ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیوں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے آسرا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقراء کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں اہلِ حق کی اعانت کرتے ہیں''۔

صوفیہء کرام کی زندگی کا ایک اہم پہلو یہی ہوتا ہے ان کے اخلاق وعادات اور ان کی زندگی کے لیل ونہار دیکھ کر حضورِ انور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کی جھلک آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے، اس حدیث شریف میں اوصافِ شریفہ کے تناظر میں جب ہم اپنے شیخ قدس سرہ کی حیاتِ مبارکہ دیکھتے ہیں تو آپ ان اوصاف کے عکسِ جمیل نظر آتے ہے، گویا حضرت شیخ قدس سرہ ان اوصاف کے عملی نمونہ تھے۔

حضرت شیخ قدس سرہ:

☆ صلہ رحمی فرماتے۔

☆ بے آسرا لوگوں کے آسرا بن جاتے ان کی ضروریات پوری فرماتے۔

☆ غرباء وفقراء آپ کے آستانہ پر کھانا کھاتے دیگران کی مالی اعانت فرماتے۔

﴿۱۹﴾ بخاری: ۱/۳ مطبوعہ دہلی۔۔

☆ مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے۔

☆ طلاب کرام اور علمائے کرام کی سرپرستی فرماتے، ان کی ہر طرح کی مدد فرماتے، ان کی تفصیلات آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اولیائے کرام اور مشائخ عظام کے تذکروں میں اکثر مصنفین کا سارا زور ان کے کشف و کرامت اور مشاہدات کے بیان پر صرف ہوتا ہے اور صوفیہ کی سیرت و کردار اور اصل کارناموں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی، اس طرح بزرگوں کے اصل خدوخال ہی چھپ جاتے ہیں، ان کی بصیرت کا چشمہ ایمان و عمل کی قوت سے اُبلتا تھا وہ جس طرف دیکھ لیتے اس کی زندگی میں معصیت کے سوتے خشک ہوجاتے۔

صوفیہء کرام کی کرامات برحق ہیں، ان سے انکار نہیں تاہم صوفیہ کی زندگیاں صرف کرامات اور زُہد و عبادت سے ہی تو عبارت نہیں، کرامات اور خرقِ عادات کا ظہور تصوف و سلوک کے بلند درجات میں بہت نیچے کا درجہ ہے، ان کا سب سے بڑا کارنامہ اور عظیم کرامت مردہ قلوب کو زندہ کرنا، دلوں کی کھیتی سرسبز کرنا ہوتا ہے ہمارے حضرت سیدی الشیخ قدس سرہ کی نظرِ کیمیا کا اثر تھا کہ:

جہاں امامت کے لئے کوئی امام نہ ملتا تھا وہاں گھر گھر کئی کئی حافظِ قرآن بن گئے۔ چہرے سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مزّین ہوگئے، جاہل واجڈ لوگ شریعتِ مطہرہ کی پابندی کرنے لگے۔ صوم وصلوۃ اور عباداتِ نافلہ میں مشغول ہوگئے۔ خواتین برقعہ وحجاب سے مُزیّن ہوگئیں۔ یہ ایک عظیم انقلاب تھا جس کے اپنے پرائے معترف ہیں یہ کسی کرامت سے کم نہیں ہے۔

ہمارے شیخ حضرت خواجہء عالم قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے اخلاقِ کریمہ کی تلوار عطاء فرما رکھی تھی۔آپ کا سب سے بڑا ہتھیار سب سے بڑی طاقت حُسنِ اخلاق، خدمتِ خلق، محبت وشفقت اور توکُّل تھا جس کے ذریعہ سے آپ نے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا، ان کو اپنا گرویدہ بنایا، بڑے فساق وفجار اور گناہوں میں ملوث لوگوں کو پاکباز بنایا۔

آئندہ صفحات میں قارئینِ کرام امام الواصلین شیخ المشائخ حضور خواجہء عالم سیدی وقدوتی قاضی محمد صادق صدیقی مجددی قدس سرہ کے اخلاقِ کریمہ کا ذکرِ خیر پڑھیں گے تو آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم کا عکسِ جمیل ایک مجددی شیخ کی صورت میں نظر آئے گا۔

''آثارِ اخلاق'' طالبانِ راہِ مولیٰ کے لئے نصاب کی حیثیت رکھتی ہے جو حضرت استاذ العلماء مفتی محمد علیم الدین مجددی حفظہ اللہ کے شب وروز کی محنتِ شاقہ کا ثمرہ ہے، اُنہوں نے اپنے شیخ قدس سرہ کی بارگاہ میں اَرمغانِ عقیدت پیش کیا ہے۔ جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا

یہ حضرت سیدی الشیخ قدس سرہ کی حیاتِ مبارکہ کے متعلقہ زیرِ تدوین کتاب کا ایک باب ہے جو افادۂ عام کے لئے الگ شائع کیا جارہا ہے، اللہ کریم بزرگانِ سلسلہء سعیہ کے فیوض وبرکات سے ہمارے رذائل کو دور فرمائے اور اوصافِ حسنہ سے مُزین فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ۔

۱۳ رجمادی الاخری ۱۴۳۳ھ

۶ راپریل ۲۰۱۲ء

خویدم عتبہء عالی

محمد بدرالاسلام کان اللہ لہ

خانقاہِ سلطانیہ

جہلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصوّف اور اخلاقِ حسنہ

تصوّف کیا ہے؟

علماء ومفکرین نے اپنے اپنے مذاق اور سوچ کے مطابق اس سوال کا جواب دیا ہے۔

☆ کسی نے اسے شامی رہبانیت سے ماخوذ قرار دیا۔

☆ کسی نے کہا یہ یونان کے فلسفہ اشراق کی باقیات سے ہے۔

☆ کسی نے اسے زرتشتی مذہب کا اسلامی چربہ کہا۔

☆ کسی نے اس کا تعلق ہندو مذہب کے سادھوؤں کے خیالات سے جوڑا۔

☆ کسی نے کہا یہ شریعت اسلامی کے بالمقابل متوازی نظام حیات کا نام ہے۔

☆ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ زندگی کے حقائق سے بھاگنے والوں کا قائم کردہ ادارہ ہے۔

☆ کسی نے کہا یہ مذہب گوسفنداں ہے۔

☆ کسی نے کہا یہ یاسیت اور قنوطیت کا علم بردار ہے۔

☆ کوئی اسے فرقہ باطنی کا نمائندہ قرار دیتا ہے۔

☆ اور کوئی اسے اشراقیین اور مشائین فلاسفہ کا ترجمان سمجھتا ہے۔

ان تمام اقوال کے بارے میں یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ گرفتند

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستان کے لئے

تصوّف کے بارے میں یہ ان لوگوں کے تاثرات ہیں جو یا تو غیر مسلم ہیں اور اسلام کے مخالف ہیں، تو تصوف (جو اسلامی نظامِ حیات کا ایک صحیح ترجمان ہے) کے بارے میں ان سے کلمۂ خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

یا بعض ان میں سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس وادی میں نہ تو قدم رکھا اور نہ ان کا واسطہ تصوّف کے صحیح علم برداروں سے ہوا بلکہ انہوں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو تصوف کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے، ان کے کردار اور اعمال تصوف کی ترجمانی کرنے سے قاصر تھے، نہ ان لوگوں کے نظریات تصوّف کی صحیح ترجمانی کرنے والے تھے، ان کو دیکھنے والوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ سارے صوفیائے کرام ایسے ہی اعمال و کردار اور نظریات کے حامل ہوا کرتے ہیں، تو انہوں نے اسلام کے اس نہایت مفید ادارہ کی حقیقت سے ناشناسائی کے باعث اس کے بارے میں منفی رائے قائم کرلی، اور بعض لوگوں نے تو اپنی اُلٹی کھوپڑی کے باعث اسے ہدفِ تنقید بھی بنالیا۔

جب کہ تصوف کے متعلق رائے زنی کا اسلم اور احسن طریقہ تو یہ تھا کہ وہ پہلے اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے کہ تصوّف سراسر علمی جولان گاہ نہیں بلکہ یہ ایک عملی اور ذوقی امر ہے اور

لذتِ ایں مے نہ شناسی تا نہ چشی

کے مصداق یا تو پہلے اس وادی میں قدم رکھتے، اس کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے اس کو عملی طور پر اپناتے اور منازلِ سلوک طے کرچکنے کے بعد اگر اس کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرتے تو اس میں وزن ہوتا۔

یا تصوف کے ادارہ کے قابلِ اعتبار اور لائق اعتماد نمائندوں سے اس کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتے اور ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کر کے لب کشائی کرتے۔

راقم الحروف عفی عنہ تصوف کی حقیقت تک اپنی نارسائی اور کوتاہیوں کے باعث اس کی حقیقی چاشنی سے لطف اندوز ہونے سے محرومی کا اعتراف کرتے ہوئے اسلامی تصوف کی حقیقت کے بارے میں اس کے معتبر نمائندوں کے ارشادات پیش کرتا ہے:

☆ امامِ حقیقت اور شیخ طریقت حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ المتوفی ۲۹۸ھ نے فرمایا:

عِلْمُنَا هٰذَا مُشْتَبِکٌ بِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ ①

ترجمہ: ہمارا یہ علم (تصوف) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے اس طرح باہم ملا ہوا ہے جس طرح ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے سے باہم پیوست ہوتی ہیں۔

حضرت علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہی کا ایک ارشاد ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

اَلتَّصَوُّفُ بُنِیَ عَلٰی ثَمَانِ خِصَالِ اَلسَّخَاءُ وَالرِّضَا، وَالصَّبْرُ وَالْاِشَارَةُ وَالْغُرْبَةُ وَلُبْسُ الصُّوْفِ وَالسِّیَاحَةُ وَالْفَقْرُ وَاَمَّا السَّخَاءُ فَلِاِبْرَاهِیْمَ وَاَمَّا الرِّضَا فَلِاِسْمَاعِیْلَ وَاَمَّا الصَّبْرُ فَلِاَیُّوْبَ وَاَمَّا الْاِشَارَةُ فَلِزَکَرِیَّا وَاَمَّا الْغُرْبَةُ فَلِیَحْیٰ وَاَمَّا لُبْسُ الصُّوْفِ فَلِمُوْسٰی وَاَمَّا السِّیَاحَةُ فَلِعِیْسٰی وَاَمَّا الْفَقْرُ فَلِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ وَسَلَّمَ۔ ②

---

① رسائل الجنید ص ۲۵۹

② کشف المحجوب ص ۳۹

ترجمہ: تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے:۔

۱......سخاوت ۲......رضا ۳......صبر ۴......اشارہ

۵......بے وطنی ۶......صوف کا لباس ۷......سیاحت ۸......فقر

یعنی سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح، رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح، صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی مانند، اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح، بے وطنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح، صوف کا لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح، سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح، اور فقر حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح۔

اسی مضمون کو سیدنا غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب فتوح الغیب کے مقالہ نمبر ۷۵ میں بیان فرمایا ہے، صرف ایک مقام پر فرق ہے اور وہ ہے: وَالرِّضَا فَلِاسْحَاق یعنی رضا حضرت اسحاق علیہ السلام کی طرح ہو۔

ملاحظہ ہو فتوح الغیب مع شرح حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۳۹۶، ۳۹۷۔

☆ حضرت شیخ المشائخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لَیْسَ التَّصَوُّفُ رُسُوْمًا وَّلَا عُلُوْمًا وَلٰکِنَّهٗ اَخْلَاقٌ۔ ①

ترجمہ: تصوف نہ رسموں کا نام ہے نہ علوم کا بلکہ یہ تو سراسر اخلاق کا نام ہے۔

☆ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت میں فرمایا:

اگر (تصوف) رسوم بودے بمجاهدات حاصل شدے۔ اگر علوم بودے بتعلیم بدست آمدے پس اخلاق است تاحکم از خود اندر نخواهی ومعاملات آں با خود درست نه کنی وانصاف آں از خود ندهی حاصل نه گردد۔ ②

---

① کشف المحجوب ص ۴۱ ② کشف المحجوب ص ۴۱

129002

ترجمہ: تصوف اگر رسوم کا نام ہوتا تو مجاہدات سے حاصل ہو جاتا، اگر یہ علوم کا نام ہوتا تو سیکھنے سے حاصل ہو جاتا، پس معلوم ہوا کہ تصوف اخلاقِ حسنہ کا نام ہے، جب تک اس کا حکم اپنے باطن میں نافذ نہ کرے، اس کے ساتھ معاملات کو درست نہ کرے اور اس سے انصاف نہ کرے وہ حاصل نہ ہو سکے گا۔

☆ امامِ صوفیہ حضرت شیخ مرتعش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَلتَّصَوُّفُ حُسْنُ الْخُلُقِ۔ ①

ترجمہ: تصوف اچھے اخلاق کا نام ہے۔

☆ حضرت شیخ ابوعلی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَلتَّصَوُّفُ هُوَ الْاَخْلَاقُ الرَّضِيَّةُ۔ ②

ترجمہ: پسندیدہ اَخلاق کو تصوف کہتے ہیں۔

☆ حضرت شیخ ابوالحسن بوشنجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے متعلق اپنے دردِ دل کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

اَلتَّصَوُّفُ الْيَوْمُ اِسْمٌ وَّلَا حَقِيْقَةٌ وَّقَدْ كَانَ حَقِيْقَةً لَّا اِسْمًا۔ ③

ترجمہ: تصوف آج صرف نام ہے جو حقیقت سے خالی ہے کبھی یہ ایک حقیقت کا نام تھا اس وقت اس کا کوئی نام نہ تھا۔

تصوف کے بارے میں بحث کو سمیٹتے ہوئے حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی اہم بات کہی ہے جو یقیناً قابلِ غور اور لائقِ فہم ہے آپ نے فرمایا:

اگر اسم مجرد را انکار کنند باک نیست که معانی اندر حق

---

① کشف المحجوب ص ۴۱ ② کشف المحجوب ص ۴۲

③ کشف المحجوب ص ۴۲

مسمیات بیگانہ باشد واگر عین ایں معانی را انکار کنند انکار کل شریعتِ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم وخصالِ ستودہ باشد۔ (۱)

ترجمہ: اگر صرف تصوف کے نام کا یہ لوگ انکار کریں تو حرج نہیں کیوں کہ نام کے معانی اکثر اوقات نام والی چیزوں میں نہیں پائے جاتے، اور اگر تصوف کے ان معانی کا انکار کریں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری شریعت اور اخلاقِ حسنہ کا انکار ہوگا۔

☆ حضرت شیخ ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

(اَلتَّصَوُّفُ هُوَ) اَلدُّخُوْلُ فِیْ کُلِّ خُلُقٍ سَنِیٍّ وَالْخُرُوْجُ مِنْ کُلِّ خُلُقٍ دَنِیٍّ (۲).

ترجمہ: ”تصوف ہر اعلیٰ اخلاق میں داخل ہونے اور ہر کمینے اخلاق سے باہر آنے کا نام ہے“۔

☆ حضرت محمد بن علی قصاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَلتَّصَوُّفُ اَخْلَاقٌ کَرِیْمَةٌ ظَهَرَتْ فِیْ زَمَانٍ کَرِیْمٍ مِّنْ رَّجُلٍ کَرِیْمٍ مَعَ قَوْمٍ کِرَامٍ. (۳)

ترجمہ: ”تصوف اخلاقِ کریمہ کا نام ہے جو کریم زمانہ (عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں کریم ہستی (حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کریم لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ساتھ ظاہر ہوئے“۔

☆ حضرت شیخ کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَلتَّصَوُّفُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَیْکَ فِی الْخُلُقِ فَقَدْ زَادَ عَلَیْکَ فِی الصَّفَا (۴)

ترجمہ: تصوف اچھی عادت کا نام ہے، جو تم میں اخلاقِ حسنہ میں بڑھ کر ہوگا وہ باطن کی صفائی میں تم سے بڑھ کر ہوگا۔

---

(۱) کشف المحجوب ص ۴۲ (۲) الرسالۃ القشیریۃ الجز الرابع ص ۶

(۳) الرسالۃ القشیریہ جزو ۴ ص ۸ (۴) الرسالۃ القشیریہ الجزو رابع ص ۱۲

اربابِ تصوف نے اس کی متعدد تعریفات بیان فرمائی ہیں جو درحقیقت تصوف کے نتائج، ثمرات اور صوفی ہونے کی علامات ہیں، ورنہ یہ قربِ خداوندی کی وجدانی کیفیت کا نام ہے، جو محسوس تو کی جاسکتی ہے لیکن اس کی حقیقت کو لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں، اس کا اصلی مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے اور اس کا ذریعہ شریعت مطہرہ کے احکام کو جان و دل سے قبول کرنا اور صدقِ دل اور اخلاصِ نیت سے ان پر عمل پیرا ہونا ہے۔

شیخِ اجل عارف باللہ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقی معنوں میں صوفی بننے کی شرائط کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَصَدَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَمُوَاصِلَتَہٗ وَقُرْبَہٗ مِنْہُ فَیَنْبَغِیْ لَہٗ اَوَّلًا اَنْ یَّتَطَهَّرَ. فَیُطَهِّرُ اَوَّلًا نَفْسَہٗ مِنْ نَجَاسَةِ الشَّهْوَاتِ وَجَوَارِحِہٖ مِنْ اَدْنَاسِ الزَّلَّاتِ وَقَلْبَہٗ مِنْ رَّیْنِ الْغَفَلَاتِ وَسِرَّہٗ مِنْ کَدُوْرَاتِ الْاِلْتِفَاتِ عَنْ مَّوْلَاہُ اِلَی الْمَکَوَّنَاتِ حَتّٰی تَصِیْرَ کُلِّیَّتُہٗ طَاهِرَةً مِنْ جَمِیْعِ الْعُیُوْبِ وَالْاٰفَاتِ حَتّٰی اَنَّ جَمِیْعَ ظَوَاهِرِہٖ لَوْ وُضِعَتْ فِیْ طَبَقٍ وَطَافُوْا بِهَا بَیْنَ اَهْلِ الْاَرْضِ لَمْ یَجِدُوْا فِیْهَا عَیْبًا وَحَتّٰی اَنَّ جَمِیْعَ بَوَاطِنِہٖ لَوْ وُضِعَتْ فِیْ طَبَقٍ وَطَافُوْا بِهَا بَیْنَ اَهْلِ السَّمَاءِ لَمْ یَجِدُوْا فِیْهَا عَیْبًا وَحَتّٰی اَنَّ طَیَرَانَ جَمِیْعِ سِرِّہٖ لَوْ وُضِعَ عَلٰی طَبَقٍ وَقَدَّمُوْہُ بَیْنَ یَدَیِ الْمَلِکِ الْجَلِیْلِ لَمْ یَسْتَحْیِ مِنْہُ لِعَیْبٍ فِیْهَا۔ (۱)

ترجمہ: بندہ جب اللہ تعالیٰ، اس کے وصال اور اس کے قرب کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ پہلے خود کو پاک کرے، سب سے پہلے اپنے نفس کو شہوات، اعضا کو لغزشوں

---

(۱) رسائل الجنید صفحہ ٦١

کی گندگیوں، قلب کو غفلتوں کے میل، اپنے سر کو اپنے مالکِ حقیقی سے توجہ ہٹا کر مخلوق کی جانب متوجہ ہونے کی کدورتوں سے پاک کرے، یہاں تک کہ وہ کامل طور پر تمام عیبوں اور آفات سے اتنا پاک وصاف ہو جائے کہ اگر اس کے تمام ظاہری امور کو ایک تھال میں رکھ دیں اور اس کو روئے زمین پر بسنے والی مخلوق میں گھمائیں تو وہ ان میں کوئی عیب نہ پائیں، اور اگر اس کے تمام باطنی معاملات کو ایک تھال میں رکھ کر اسے آسمانوں کی تمام مخلوق میں گھمائیں تو ان کو بھی اس میں کوئی عیب نہ مل سکے اور اگر اس کے سر کو ایک تھال میں رکھ کر اس بادشاہ جلیل جلا وعلا کے حضور پیش کریں تو اسے اس میں کسی عیب کے باعث شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

اگر کوئی شخص عیوب کی آلائشوں، گناہوں کی نجاست اور اخلاقِ بد کی آلودگیوں کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ صمدیت میں قرب اور وصل کا جویاں ہو تو اس کی بے ہودہ حالت کو شیخ الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ ایک مثال کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش یوں فرماتے ہیں:

اِنَّ مَثَلَ مَنْ قَصَدَ اِلٰی اَنْ یَّتَّصِلَ اِلٰی مَلِکِ الْمُلُوْکِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ مَعَ جَمِیْعِ الْعُیُوْبِ کَمَثَلِ رَجُلٍ وَّقَعَ فِیْ کَنِیْفٍ وَصَارَمِنْ رَّاْسِہٖ اِلٰی قَدَمِہٖ قَذْرًا فَاَتٰی اِلٰی عَطَّارٍ وَّقَالَ لَہٗ اُرِیْدُکَ اَنْ تُطَیِّبَنِیْ بِاَطْیَبِ طِیْبٍ عِنْدَکَ فَیَقُوْلُ لَہُ الْعَطَّارُ الطِّیْبُ حَاضِرٌ فَمَامِنْ مَّوْضِعٍ مِّنْکَ اِلَّاوَھُوَ مُلَوَّثٌ بِالْقَذْرِ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ فَاَیُّ شَیْئٍ اَصْنَعُ فَیَقُوْلُ لَہُ الْعَطَّارُ اِذْھَبْ وَاشْتَرِ الْاُشْنَانَ وَخُذْ مِنَ الطِّیْبِ وَادْخُلِ الْحَمَّامَ وَاغْسِلْ نَفْسَکَ وَلِبَاسَکَ ثُمَّ اْئِتِنِیْ حَتّٰی اُطَیِّبَکَ مِنْ عِطْرِیْ۔ (۱)

---

(۱) رسائل الجنید ص ۶۱

ترجمہ: ''اس شخص کی مثال جو ملک الملوک اور رب الارباب کی بے نیاز بارگاہ میں اپنے تمام گناہوں کے ہوتے ہوئے رسائی حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس شخص کی طرح ہے جو پاخانہ میں گر پڑے اور سر سے لے کر قدموں تک گندگی سے آلودہ ہو جائے پھر عطر فروش کے پاس آئے اور اسے یوں فرمائش کرے کہ تیرے پاس جو سب سے عمدہ خوشبو ہے وہ میرے جسم کو لگا، تو عطر فروش اسے کہے گا خوشبو تو موجود ہے لیکن تیرے جسم کا ہر ہر حصہ گندگی اور نجاست سے لتھڑا ہوا ہے، وہ شخص عطار سے پوچھے گا میں کیا کروں؟ عطر فروش اس کو کہے گا جاؤ صابن اور اشنان خرید و کچھ خوشبو بھی لے جاؤ، حمام میں جاؤ اپنے آپ اور اپنے لباس کو پاک اور صاف کرو، پھر میرے پاس آنا میں تجھے خوشبو لگا دوں گا۔

یہ مثال بیان فرمانے کے بعد حضرت شیخ الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ طالب مولیٰ تعالیٰ کو یوں نصیحت فرماتے ہیں:

طالبِ مولیٰ تعالیٰ کو چاہیئے کہ غفلت سے بیداری کا اُشنان اور ندامت کا صابن خریدے، اسے خوف وخشیت کے سونٹے کے ساتھ کوٹے، اسے استقامت کے طشت میں ڈالے، اس میں حیا اور توبہ کا پانی ڈالے، پھر اس پانی سے وفائے عبودیت کی قمیص کو تمام ماسویٰ کے تعلقات اور رشتوں کے باعث پیدا ہونے والی غفلت اور جہالت کی غلاظتوں کو اِخلاص اور حرمت کے ہاتھوں کے ساتھ دھوئے، پھر توفیق اور عصمت کا دھیان رکھتے ہوئے اسے پہنے، اس کے بعد صدق وصفا کے پانی کے ساتھ، گوناگوں ریاضتوں اور رعایتوں سے شہوتوں اور خواہشات کی میل کچیل دور کرنے کیلئے اس وقت تک اپنے جسم کو دھوتا رہے یہاں تک کہ وہ تمام آفات اور عیوب سے پاک ہو جائے۔

اس کے بعد آپ قدس سرہ نے ان شرائط کی فراہمی اور تکمیل پر انعاماتِ الٰہیہ کا تفصیلی تذکرہ فرمایا جو لائقِ مطالعہ ہے لیکن اختصار کے پیشِ نظر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے، شائقین محولہ بالا کتاب کی طرف رجوع کریں۔

ان طویل اقتباسات کو یہاں نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ واضح کیا جائے کہ آئمہء طریقت اور پیشوایانِ حقیقت ومعرفت کے ہاں راہ حقیقت ومعرفت کے سالک کیلئے ظاہری وباطنی گناہوں سے اپنے دامن کو بچانے کے ساتھ ساتھ، اور نیکیوں اور اخلاقِ صالحہ کو اپنانا کتنا ضروری ہے، درحقیقت ان مردانِ حق کے نزدیک گناہ اور قربِ خداوندی، بداخلاقی اور وصول الی اللہ، شرعی حدود کو توڑنا اور تقرب الی اللہ میں بعد المشرقین ہے، ایک کی موجودگی میں دوسرے کا پایا جانا ناممکنات میں سے ہے۔

امامِ ربانی مجددالفِ ثانی قدس سرہ العزیز نے طالبانِ حق کیلئے جس لائحہءعمل کو تجویز کیا ہے اس کے سات درجات ہیں، جب طالبِ حق ان درجات کو یکے بعد دیگرے طے کرتا ہے تو اکابرِ طریقت نے بیان فرمایا ہے کہ جہاں اس طالب کیلئے قربِ حق میں اضافہ ہوتا جاتا ہے وہیں اس کو اخلاق میں بہتر سے مزید بہتر کی جانب عروج نصیب ہوتا چلا جاتا ہے یعنی اخلاق سے رذائل کا خاتمہ ہوتا جاتا ہے اور طالب اخلاقِ صالحہ سے متصف ہوتا چلا جاتا ہے، اکثر مشائخ کرام نے ان سات درجات میں مطلوب مراقبات کے ذکر پر اکتفا فرمایا ہے جب کہ بعض اکابر مشائخ کرام نے ان مراقبات کے نتیجے میں اخلاق کی تبدیلی کی صراحت بھی فرمائی ہے، چنانچہ شیخ المشائخ حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی ثم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب انہارِ اربعہ میں تیسرے درجہ کے چار مراقبات کی تکمیل کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی اخلاقی اور ذہنی تبدیلی کو یوں بیان

فرماتے ہیں:

شرح صدر ومقام صبرو دوامِ شکر ورضا که چون وچرا از حکمِ قضا برخیزد ودرقبولِ تکلیفات شرعیه احتیاجِ دلیل نماند واستدلالی بدیهی گردد واطمینان از شورش هائے مقام جذبه وقوت یقین بمواعید الٰہی۔ ومتهم داشتن نیات ودید قصور که بغیر از شرومنقصت درخود نه بیند وتهذیب اخلاق سلوك وتزکیه از رذائل مانند حرص وبخل وحسد وحِقدو کبراحب جاه وعجب وغیره دریں مقام بلند دست می دهد۔ (۱)

ترجمہ: (دائرہ ولایت کبریٰ کے مراقبات کی تکمیل کے بعد طالب حق کو) شرحِ صدر، صبر اور دوامِ شکر و رضا کا مقام حاصل ہوجاتا ہے اس پر قضاوقدر کے حکم پر چون وچرا ختم ہوجاتی ہے، احکامِ شرعیہ کے قبول کرنے میں دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، محتاجِ دلیل امور میں دلیل کی حاجت نہیں رہتی بلکہ وہ بدیہی بن جاتے ہیں۔ مقام جذبہ کی شورشوں سے اطمینان نصیب ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین حاصل ہوجاتا ہے، ان کو نیتوں اور ارادوں کو تہمت زدہ سمجھنے اور اپنی کوتاہیوں کو اس طرح مدنظر رکھنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے کہ شر اور نقصان کے بغیر اپنے اندر کچھ نظر نہیں آتا، نیز تہذیب اخلاق، اور بری عادات مثلاً حرص، بخل، حسد، دشمنی، تکبر اور حبِ جاہ وغیرہ سے نجات اس بلند مقام ومرتبہ میں حاصل ہوجاتی ہے۔

حدیث احسان میں حضور سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے، چنانچہ اس حدیث پاک کے ایک حصہ کے الفاظ اس طرح سے ہیں:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ.

---

(۱) انهار اربعه مشموله مناقب احمديه   مقامات سعيديه   ص ۱۷۸

ترجمہ: احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اس کی شرح میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تحریر فرمایا ہے:

بَیَّنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْاِحْسَانَ فِی الْعِبَادَۃِ عَلٰی وَجْھَیْنِ. اَحَدُھُمَا لِمَنْ بَلَغَ غَایَۃَ مَرْتَبَۃٍ بِحَیْثُ کَانَ یَرٰی مَعْبُوْدَہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَھُوَ مَقَامُ الْمُشَاھَدَۃِ وَیَلْزَمُہٗ غَایَۃُ الْھَیْبَۃِ وَالتَّعْظِیْمِ وَالْاِجْلَالِ وَالْخُضُوْعِ وَالْخُشُوْعِ وَالْحَیَاءِ وَالْمَحَبَّۃِ وَالْاِنْجِذَابِ وَالشَّوْقِ وَالذَّوْقِ وَالْاِجْتِمَاعِ بِظَاھِرِہٖ وَبَاطِنِہٖ. وَثَانِیْھِمَا لِمَنْ لَّمْ یَنْتَہِ اِلٰی تِلْکَ الْحَالَۃِ لٰکِنْ یَّغْلِبُ عَلَیْہِ اَنَّ الْحَقَّ سُبْحَانَہٗ مُطَّلِعٌ عَلَیْہِ وَرَقِیْبٌ عَلٰی اَحْوَالِہٖ وَقَدْ نَبَّہَ عَلَیْہِ بِقَوْلِہٖ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ. یَعْنِیْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْ حُضُوْرِکَ بِحَیْثُ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَلَاحِظْ رُؤْیَتَہٗ سُبْحَانَہٗ وَاِطِّلَاعَہٗ عَلَیْکَ وَھٰذَا حَالُ الْمُرَاقَبَۃِ وَھُوَ فِیْ اِصْطِلَاحِھِمْ مُلَاحَظَۃُ الْعَبْدِ نَظَرَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اِلَیْہِ وَاِطِّلَاعَہٗ عَلٰی اَحْوَالِہِ الظَّاھِرَۃِ وَالْبَاطِنَۃِ وَھٰذَا اَیْضًا یُوْرِثُ الْخَوْفَ وَالْخَشْیَۃَ وَالْاِجْتِمَاعَ فِی الْحَرَکَاتِ وَالسَّکَنَاتِ وَضَبْطِ الْاَفْعَالِ وَرِعَایَۃَ الْاَدَبِ فِیْ جَمِیْعِ الْحَالَاتِ وَعَدَمَ الْاِلْتِفَاتِ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا کَمَنْ قَامَ فِیْ حَضْرَۃِ سُلْطَانٍ جَبَّارٍ قَھَّارٍ یُرَاقِبُ اَحْوَالَہٗ وَیُشَاھِدُ اَعْمَالَہٗ یَضِیْقُ عَلَیْہِ مَجَالُ الْغَفْلَۃِ وَسُوْءُ الْاَدَبِ. (۱)

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادت میں احسان کے دو درجات بیان

---

(۱) لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد اوّل ص ۶۹

فرماتے ہیں، ان میں سے پہلا مرتبہ:

ان حضرات کو حاصل ہے جو مرتبۂ احسان کی انتہا تک رسائی رکھتے ہیں گویا کہ وہ اپنے معبود کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، یہ مقام مشاہدہ کا پہلا مقام کہلاتا ہے، انتہا درجہ کی ہیبت، تعظیم، رفعتِ شان، خضوع، خشوع، حیا، محبت، کشش، ذوق وشوق اور ظاہر وباطن کی جمعیت اس مقام کے لوازمات میں سے ہے۔

دوسرا مرتبہ:

ان حضرات کے نصیب میں ہے جن کی رسائی اس حالت تک نہیں، لیکن ان پر یہ تصور غالب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے احوال سے مطلع ہے اور وہ ان کے حالات کی نگرانی فرما رہا ہے، اس درجہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے بیان فرمایا:

فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ.

اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

یعنی اگر تجھے اس طرح کی حضوری حاصل نہیں کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے تو اس تصور کو ملحوظ خاطر رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے، تیرے ظاہر و باطن کے حالات کو جانتا ہے اس تصور کا نتیجہ بھی خوف، خشیت، حرکات وسکنات میں جمعیت، اعمال میں نظم وضبط، تمام حالات میں ادب کی رعایت اور دائیں بائیں توجہ نہ کرنا ہے، اس کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو جابر و قاہر بادشاہ کے حضور کھڑا ہو اور وہ اس کے احوال و اعمال کی نگرانی اور مشاہدہ کر رہا ہو، غفلت اور بے ادبی کی مجال وہاں نہیں ہوتی۔

گویا احسان اور تصوف ایسی کیمیا ہے جو روح سے خالی احکامِ شرع کی بجا آوری میں جان پیدا کر دیتی ہے، اس کے بغیر احکامِ شرعیہ پر عمل خزف ریزوں کی مانند ہے

اور جب ان میں تصوّف واحسان کی چاشنی شامل ہوجائے تو بیش بہالعل وگوہر بن جاتے ہیں اور ایمانیات علم الیقین سے ترقی کر کے عین الیقین بلکہ حق الیقین تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں، اس طرح ایمانیات اور اعمال کی حقیقی صورت گری تصوف واحسان کے بغیر ممکن نہیں، اسی حقیقت کو امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ السامی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے جسے آپ سلوکِ طریقت کے سلسلہ میں اپنے تجربات کا خلاصہ اور حاصل قرار دیتے ہیں:

مخدوما! بعد از طی منازل سلوك وقطع مقاماتِ جذبه معلوم شد که مقصود ازیں سیروسلوك تحصیل مقامِ اخلاص است که مربوط بفنائے آلهه آفاقی وانفسی است. وایں اخلاص جزویست از اجزائے شریعت چه شریعت را سه جزوست علم وعمل واخلاص پس طریقت وحقیقت خادمِ شریعت اند در تکمیلِ جزوِ او که اخلاص است حقیقتِ کار ایں است اما فهم هر کس ایں جانرسد۔ (۱)

ترجمہ: میرے مخدوم! منازلِ سلوک کو طے کرنے اور مقاماتِ جذبہ کو قطع کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس سیر وسلوک سے مقصود مقامِ اخلاص کو حاصل کرنا ہے جس کا تعلق ظاہری وباطنی معبودوں کے فنا ہونے کے ساتھ ہے، اور یہ اخلاص، شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے، شریعت کے تین اجزاء ہیں:

۱......علم (اعتقاد) ۲......احکامِ شریعت پر عمل

۳......(عقیدہ اور احکام شریعت پر عمل کرنے میں) اخلاص

لہٰذا طریقت اور حقیقت شریعتِ مطہرہ کے ایک جزو کی تکمیل میں خدمت گزار ہیں جو

---

(۱) مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۴۰

کہ اخلاص ہے، اس معاملہ کی حقیقت تو بس یہی ہے لیکن ہر شخص کی سوچ کی رسائی اس حقیقت تک نہیں ہے۔

برکۃ المصطفیٰ فی الہند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

بداں کہ مبنائے دین و کمالِ آن بر فقہ و کلام و تصوف است۔ و ایں حدیث شریف بیان ایں ہر سہ مقام کردہ، اسلام اشارت بفقہ است کہ متضمن بیانِ اعمال و احکامِ شرعیہ است و ایمان اشارت باعتقادات کہ مسائلِ اصولِ کلام اند و احسان اشارت باصلِ تصوف کہ عبارت از صدق توجہ الی اللہ ست جمیع معانیٔ تصوف کہ مشائخ طریقت بآن اشارت کردہ اند راجع بہمیں معنی است۔ و تصوف و کلام لازم یکدیگر اند کہ ہیچ یکے بے دیگرے تمامی نہ پذیرد و درصورت نہ بندد و تصوف بے فقہ صورت نہ بندد زیرا کہ حکم الٰہی بے فقہ شناختہ نہ شود۔ و فقہ بے تصوف تمام نہ شود زیرا کہ عمل بے صدق توجہ تمامی نہ پذیرد۔ و ہردو بے ایمان صحیح نہ گردد بر مثال روح و جسد کہ ہیچ کدام بے دیگرے وجود نگیر دو کمال نہ پذیرد۔ [1]

ترجمہ: دین کی بنیاد اور اس کا کمال فقہ، کلام اور تصوف پر موقوف ہے اور اس حدیث احسان نے ان تینوں مقامات کو واضح کیا ہے، اس میں اسلام کا لفظ فقہ کی جانب اشارہ ہے جو شریعت مطہرہ کے اعمال اور احکام کو متضمن ہے، ایمان کا لفظ اعتقادات کی طرف اشارہ ہے جو علم الکلام کے اصول کے مسائل پر مشتمل ہے اور احسان کا لفظ تصوف کے اصل کی جانب اشارہ ہے جس کا معنی اللہ تعالیٰ کی جانب سچی توجہ رکھنا ہے، مشائخ

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ ۴۲،۴۱ مطبوعہ لکھنو

طریقت نے تصوف واحسان کے جتنے معانی بیان فرمائے ہیں تمام کا خلاصہ یہی ہے، تصوف اور کلام ایک دوسرے کیلئے لازم ہیں کہ ان میں کوئی بھی دوسرے کے بغیر نہ کامل ہوسکتا ہے اور نہ صورت پذیر۔ تصوف کی شکل وصورت بغیر فقہ کے نہیں بن سکتی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم فقہ کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا اور فقہ کا کمال بغیر تصوف کے ناممکن ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سچی توجہ کے بغیر عمل کا کمال حاصل نہیں ہوتا اور یہ (فقہ اور تصوف) ایمان کے بغیر صحیح نہیں ہوتے، ان کے باہمی تعلق کی مثال روح اور جسم کی سی ہے کہ ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر نہ موجود ہوسکتا ہے اور نہ ہی کامل۔

تصوُّف واحسان کی وادی میں سیر وسلوک کا لازمی نتیجہ اخلاقِ حسنہ کا حصول ہے، اور اس حقیقت میں شک نہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد اخلاق پر ہے۔ صفحہ ہستی پر جتنے بھی انبیاء ورسل آئے تمام نے بنی نوعِ انسان کو ایمان کے بعد اعمال صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کی تلقین فرمائی، خاتم الانبیاء حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کی غرض وغایت اخلاقِ حسنہ کو اپنی ممکنہ عظمتوں اور رفعتوں سے ہم کنار کرنا بتایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ (۱)

ترجمہ: میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

خود خالقِ کائنات جل وعلا نے قرآن مجید میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں جا بجا یوں فرمایا ہے:

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (۲)

---

(۱) مؤطا امام مالک (۲) سورۃ الجمعہ آیت ۲

ترجمہ: میرا محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان ناخواندہ لوگوں کو برے اخلاق واعتقادات سے پاک وصاف فرماتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اخلاقِ حسنہ کی تلقین فرمانا شروع کردی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا چرچا عام ہوا تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی تحقیق کرنے کیلئے بھیجا انہوں نے واپس جاکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے بارے میں ان الفاظ سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا:

رَاَیْتُہٗ یَاْمُرُ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ (۱)

ترجمہ: میں نے انہیں دیکھا ہے وہ لوگوں کو اخلاقِ حسنہ کا حکم دیتے ہیں۔

حضور نبی کریم روف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ امور بیان فرمائے: ۱۔ایمان، ۲۔نماز، ۳۔روزہ، ۴۔زکوٰۃ، ۵۔حج۔ان تمام بنیادی امور کا حقیقی مقصد اخلاقِ حسنہ کی تربیت کرنا اور انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔

ایمان جو اسلام کا اصل الاصول ہے اگرچہ اس کا حقیقی تعلق انسان کے دل سے ہے، جسے دوسرا نہیں جانتا کیوں کہ یہ تصدیق قلبی کا نام ہے، بظاہر زبان سے تو ہر شخص اقرار کرسکتا ہے، لیکن قرآنِ مجید نے ایمان کی پہچان اور اس کے نشانات اور نتائج اخلاقِ حسنہ قرار دیئے ہیں، اور اخلاقِ حسنہ کو اہلِ ایمان کی ممتاز صفت قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ. اَلَّذِیْنَ ہُمْ فِیْ صَلٰوتِہِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ ہُمْ عَنِ

---

(۱) صحیح مسلم جلد۲ صفحہ۳۴۹

اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ. وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ.
وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ. ⟨۱⟩

ترجمہ: بلاشبہ وہ مومن کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں، جو لغو اور فضول باتوں سے اعراض کرتے ہیں، جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی محافظت کرتے ہیں۔

ان آیاتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کی کامیابی کیلئے جن اوصاف کو ضروری قرار دیا گیا ہے ان میں وقار و تمکنت (لغو امور سے احتراز) فیاضی (زکوٰۃ کی ادائیگی) ایفائے عہد اور حفظ امانت کو خاص اہمیت حاصل ہے، یہی حال نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا ہے، نماز کا ثمرہ بری باتوں سے باز رہنا بیان کیا گیا، روزہ کے متعلق واضح کیا گیا ہے کہ اس کا مقصود تقوی جیسی صفت کا حصول ہے زکوٰۃ انسانی ہمدردی اور غم خواری کا سبق دیتی ہے، حج بھی مختلف طریقوں سے ہماری اخلاقی اصلاح اور ترقی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

اس تفصیل سے عیاں ہے کہ اسلامی ارکان اگرچہ اپنے ناموں کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن ان کا بنیادی مقصد اور لازمی نتیجہ اخلاقِ عالیہ کا حصول اور ان کی تکمیل وترقی ہے، اگر یہ عبادات یہ نتائج اور ثمرات پیدا نہ کریں تو گویا وہ ایسے قالب ہیں جو روح سے خالی اور ایسے درخت ہیں جو ثمر آور نہیں۔

تصوف وطریقت کے ائمہ کرام نے فرمایا ہے کہ منازل سلوک طے کرنے کا مطلب اخلاق عالیہ کی جان اور روح دس صفات کا حصول ہے، ان کو وہ مقامات عشرہ کہتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

⟨۱⟩ المومنون آیت ۱ تا ۸

☆ ان میں سے پہلا مقام......توبہ وانابت ہے۔

☆ دوسرا مقام...... عزلت وریاضت۔

☆ تیسرا...... ورع وتقویٰ۔

☆ چوتھا...... طاعت ومداومتِ ذکر۔

☆ پانچواں...... زہدوقناعت۔

☆ چھٹا...... توجہ ورجا۔

☆ ساتواں...... صبروتسلیم۔

☆ آٹھواں...... توکل اوراللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ۔

☆ نواں ...... حمدوشکر بجالانا۔

☆ اوردسواں...... اللہ تعالیٰ کی رضااورخوشنودی کاحصول ہے

ان صفاتِ عالیہ کے حصول کے بغیر نہ کوئی واصل الی اللہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی وہ ولایت کے درجہ پر فائز ہوسکتا ہے۔

سیدی ومرشدی حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز اپنے دور کے اکابر اولیائے کرام میں شامل تھے بلکہ وہ اس مقدس جماعت میں اپنی مثال آپ تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے ان کو اپنا قرب خاص عطا فرما رکھا تھا، جس کی ایک نشانی ان کی بے شمار کرامات تھیں جن کی شاہد اور گواہ خلق خدا ہے، اور دوسری علامت آپ کے اخلاقِ عالیہ تھے، جن کو جس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے ان کا حسن نمایاں ہوکر قلب ونظر کو نئی طراوت بخشتا ہے، کہیں نہ کجی نظر آتی ہے نہ کمی دکھائی دیتی ہے، بلکہ ہر پہلو نئے حسن کا آئینہ دار نظر آتا ہے، ہر طرف نئی خوبی دکھائی دیتی ہے، ہر سمت نئی چمک آنکھوں کو خیرہ

کرتی ہے، انسان بے اختیار پکار اٹھتا ہے:

تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ۔

یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقِ عالیہ کی چند جھلکیاں قارئین کے سامنے پیش ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس آئینہء خانہ میں اپنی کجیوں کی اصلاح کریں اور اپنی کوتاہیوں کو دور کریں، اگر قارئین کے نہاں خانہءقلوب میں اس ضرورت کا احساس پیدا ہوگیا اور اسے پورا کرنے کا داعیہ پیدا ہوگیا تو گویا حضرت خواجہء عالم قدس سرہ کے مشن کی تکمیل کا سامان ہوگیا اور اس طرح سے آپ کی روح کو آسودگی اور خوشنودی حاصل ہوگی۔

تواضع

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ تواضع ایسی نعمت ہے جس پر کوئی حسد نہیں کرتا اور تکبر ایسی بلا ہے جس میں موجود ہو کوئی اس پر رحم نہیں کرتا، عزت تواضع اختیار کرنے میں ہے جو کوئی اسے تکبر میں تلاش کرے اسے یہ میسر نہیں آسکتی ہے۔ (۱)

یہ اتنی اہم اخلاقی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسے اپنانے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ (۲)

ترجمہ: اپنا بازو مومنوں کے لئے جھکا دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی صفات میں ارشاد فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔ (۳)

ترجمہ: خدائے رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے جہالت کی باتیں کرنے لگیں تو وہ ان کو سلام کہہ دیتے ہیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر کو ان الفاظِ مبارکہ کے ساتھ نصیحت فرمائی:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ

---

(۱) رسالہ قشیریہ مع شرح جلد ۳ ص ۲۷ (۲) الحجر۔ آیت نمبر ۸۸ (۳) الفرقان آیت نمبر ۶۳

كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ. ⓵

ترجمہ: لوگوں سے بے رُخی نہ کرنا، زمین پر اکڑ کر نہ چلنا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اکڑنے والے، تکبر کرنے والے کسی شخص کو پسند نہیں فرماتا۔

میانہ روی سے چلو، اپنی آواز پست رکھو، کیوں کہ سب سے بُری آواز گدھوں کی ہوتی ہے۔

ان آیات میں حضرت لقمان علیہ السلام کے اپنے بیٹے کو تعلیم دیئے گئے تواضع اور انکساری کے مختلف انداز مذکور ہیں، مقصد یہ ہے کہ انسان کو مناسب یہ ہے کہ اس کے ہر قول، فعل، حرکت اور سکون سے تواضع اور عاجزی کا اظہار ہونا چاہئے کیوں کہ یہی بندگی کا تقاضا ہے۔

جب ہم حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی ذاتِ بابرکات میں یہ صفت اپنے پورے جوبن اور کمال سے موجود تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی اس بابرکت عادت کو اپنے سینے سے لگائے رکھا، آپ کے ہر عمل، قول اور حرکت میں اس کا اظہار ہمیشہ ہوتا رہا، کسی تَعَلِّی، غرور، بڑائی اور تکبر کا وہاں تصور تک نہ تھا، درج ذیل حقائق اس دعوے کی تائید کرتے ہیں:

سردار دیوان علی مرحوم حضرت قبلہء عالم خواجہ محمد سلطانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ تھے، عمر کے آخری حصہ میں آپ حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی ملاقات اور زیارت کو حاضر ہوئے تو اُنہوں نے خلوت میں عرض کی کہ میری ایک آرزو ہے، آپ

⓵ لقمان آیت نمبر ۱۸، ۱۹

اسے پورا فرما دیجئے، حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے آرزو دریافت فرمائی تو انہوں نے کہا آپ میرے مرشدِ کریم کے صاحبزادے ہیں، میں باغی تھا، سرکش تھا، جاہل اور اجڈ تھا، نہ مجھے دین کا علم تھا نہ اس کی طرف میلان تھا، ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرمایا اور مجھے ہدایت نصیب ہوئی، اب عمر کا آخری حصہ ہے نہ معلوم آپ سے آئندہ ملاقات ہو یا نہ ہو، میری آرزو ہے کہ میں اپنی زبان سے اپنے مرشد زادے کے قدموں کے تلوے چاٹوں، آپ اپنا قدم مبارک آگے بڑھائیں تاکہ میں اپنی آرزو پوری کرلوں، یہ سن کر حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ زبان جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہتی ہو، میں اس کے بارے میں ایسے تصور کو گستاخی اور گناہ خیال کرتا ہوں۔

آپ کی بارگاہ میں ضرورت مند اور حاجت مند لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا، وہ اپنی عرضداشتیں آپ کی خدمت میں پیش کر کے توجہ اور دعا کی درخواست کیا کرتے۔آپ ان میں بعض کو فرماتے:

"میں آپ کے لئے دعا گو ہوں آپ بھی میرے لئے دعا کیا کریں کیوں کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے، میں خود پریشان ہوں نہ معلوم انجام کیا ہوگا"۔

بعض کو یوں فرمایا کرتے:

یہ آپ کا حسنِ ظن ہے کہ آپ یہاں آئے ہیں، ورنہ من آنم کہ من دانم، فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہی کام بناتا ہے، یہ دنیا دارُ الاسباب ہے وہ کسی مصلحت کے تحت کسی کام کو کسی شخص کی طرف منسوب فرما دیتا ہے، ہم بھی اپنے کاموں کیلئے اس ذات کے اتنے ہی محتاج ہیں جتنے آپ، حرکت پر تو انسان کو قدرت حاصل ہے، لیکن

حرکت کی یہ قدرت اس کے ارادے کے تابع ہے۔

بعض اوقات یوں ارشاد فرماتے:

بندے کو چاہئے کہ اس پاک ذات کے احکام کی اطاعت کرے، اور اس اطاعت گزینی کو اس کی رضا کا ذریعہ بنائے، عجز و انکساری کو اپنی زندگی کا شعار بنائے، ہر آن اس کے احکام پیشِ نظر رکھے، مشکلات اور مصائب پر شکایت نہ کرے، صبر سے کام لے، صبر سے کام لینے والے ہی کامیاب و کامران ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت، مدد اور نصرت صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز اکثر فرمایا کرتے تھے:

کسی کو کسی کا سہارا ہوتا ہے کسی کو کسی اور کا، اس بندۂ عاجز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ دُرویشوں کی ہمدردی پر بھروسہ ہے، دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے کاموں کی توفیق شاملِ حال رکھے۔

کبھی آپ قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے:

میں اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ ہوں، کسی کو کسی سہارے کا دعویٰ ہوتا ہے کسی کو کسی اور سہارے کا، اپنا سہارا صرف دعا ہے، اسی سہارے پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوں، یا پھر شیخ کامل کی توجہ اور فیض کا بھروسہ ہے، ورنہ میں تو بقول حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ گلیوں کا رُوڑا کوڑا ہوں، اگر کسی کو کوئی خوبی نظر آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کی بدولت ہے۔

کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تواضع اور انکساری کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کرتے تھے:

ہم کہاں ایسے باکمال ہیں، یہ سب بزرگوں کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت

کا نتیجہ ہے، ہمارے سارے کاموں کا انحصار اسی ذات کے بھروسہ پر ہے۔

آپ قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ چھتروٹہ (سہرمنڈی) میں میں نے کچھ عرصہ تک قیام کیا ہے، وہاں چیڑھ کا ایک درخت تھا اس کے ساتھ چبوترہ تھا، میں صبح وہاں چلا جاتا کچھ دیر اس چبوترے پر بیٹھا کرتا تھا، اوپر جنگل تھا، ایک سیاہ تیتر بولتا بولتا میرے قریب آجایا کرتا تھا، پھر ازراہِ تواضع فرمایا ایک وقت تھا کہ جنگل کے پرندے ہم سے وحشت محسوس نہ کرتے تھے، اب شاید گناہوں کی کثرت ہوگئی ہے کہ مخلوقِ خدا ہم سے دور بھاگتی ہے۔

عام لوگ اپنی بڑائی اور عظمت کے اظہار کے مواقع تلاش کرتے رہتے ہیں، جب کوئی ایسا موقعہ ہاتھ آئے تو خواہ وہ درست ہو یا غلط خودنمائی کا اظہار کرتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں، بعد میں گاہ بگاہ اس کا چرچا کر کے اپنی انا کی تسکین کا سامان مہیا کرتے رہتے ہیں، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات کو اللہ تعالیٰ نے خودنمائی اور خودستائی کے جذبہ سے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ اس کا اظہار ایک واقعہ سے ہوتا ہے جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ذکر فرمایا کہ:

ایک روز ایک صاحب کو ان کے حالات کے پیشِ نظر کچھ تلقین کیا اور کچھ ہدایت کی، اتفاق سے میری گفتگو ان کے خیالات کے مطابق تھی، انہیں غلط فہمی ہوئی کہ بندہ نے ان کے دل کی بات جان کر گفتگو کی ہے اور بندہ کشفِ قلوب پر دسترس رکھتا ہے، وہ صاحب جوش میں آئے اور بندہ کو مخاطب ہو کر کہنے لگے دلاں دے اکھر پڑھنے والیو، (دلوں کی باتیں جاننے والو!) اس جملہ کو ادا کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تین بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ الخ پڑھی اور فرمایا عقیدت مندوں اور سنگیوں کے اس قسم کے جملے جن

کے نتیجہ میں تعَلّیٰ اور برتری کا موقعہ میسر آسکتا ہو زہر ہلاہل سے کم نہیں ہوتے، انسان بسا اوقات ان کی بدولت صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ۔ ①

ترجمہ: ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رفعتوں سے ہم کنار فرما دیتا ہے''۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور انکساری کے باعث دوست دشمن، اپنے پرائے، بیگانے یگانے ہر کسی کی زبان پر آپ کی تعریف ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عادتِ مبارکہ نے لوگوں کے دلوں کو اس طرح مسخر کیا ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہے، اس کا اظہار آپ کے جنازے، چہلم اور ہر عرس مبارک کی تقاریب میں ہوا، یہ دنیا میں رفعتِ ذکر کا اظہار ہے، آخرت میں آپ کو ملنے والے درجات، انعامات کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

ان کی عظمتوں کو زبانِ نبوی نے یوں بیان فرمایا:

مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔

''یعنی نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا گمان گزرا''

تواضع اور انکساری کی اخلاقی خوبی کا مقصد معاشرتی زندگی میں ایک خوشگوار لطافت پیدا کرنا ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَبْغِیْ اَحَدٌ اِلٰی اَحَدٍ وَّلَا یَفْخَرُ

---

① ترمذی حدیث رقم ۲۰۲۹

اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ. ﴿۱﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی کہ خاکساری اور تواضع اختیار کرو تاکہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور کوئی کسی کے خلاف فخر نہ کرے۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی شدتِ تواضع اور عاجزی کا نتیجہ تھا کہ عمر بھر کسی کمال کو اپنی ذات کی جانب منسوب نہ ہونے دیا، بلکہ اپنے کمالات کو معدوم جانتے ہوئے، اسے اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان اور بزرگوں کا فیض محسوس کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہمارے ساتھ عقیدت کے باعث اگر کسی کو کوئی فائدہ پہنچ جائے تو اس میں ہمارا کیا کمال ہے، کمال تو اس ذات پاک کا ہے جو عقیدت مند کو چلا کر لائی اور پھر اس کا کام بنا دیا۔

ایک روز آپ قدس سرہ نے سنگیوں کو ان الفاظ سے تواضع اختیار کرنے کی تلقین فرمائی:

''کسی اُفتاد کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور دوگانہ ادا کرو، اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حرکت میں لانے کیلئے ہمیشہ تواضع اور انکساری سے اس کی طرف متوجہ رہو، اور کشائش تک صبر کا دامن تھامے رکھو''۔

ایک شخص کو یوں تحریر فرمایا:

''آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ محض صحت کی خرابی کی وجہ سے ملاقات متروک ہے ورنہ میں اس قابل نہیں کہ راہنمائی کرسکوں، مجھ سے بہتر آدمی رہنمائی کیلئے موجود ہیں آپ ہوسکے تو ان سے رابطہ قائم کریں''۔ ﴿۲﴾

﴿۱﴾ ابوداؤد حدیث رقم ۴۸۹۵ ﴿۲﴾ مکاتیب الفردوس ج ۱ ص ۵۷

شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطالبہ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ طلبہ فیصل آباد ان کے مدرسہ میں پڑھنے کیلئے بھیجے، ان طلبہ نے وہاں لڑائی کی جس کی بنا پر ان کو فارغ کر دیا گیا، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی پیر دامت برکاتہم العالیہ کو بذریعہ خط اس صورتِ حال کی اطلاع دے دی، انہوں نے وہ خط حضرت خواجہء عالم قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ازراہِ تواضع طلباء کی لڑائی کو اپنی شامتِ اعمال کا نتیجہ قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے تحریر کرایا:

ہمارے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے، اسے شامتِ اعمال کا نتیجہ تصور کرتے ہیں۔

آگے جا کر یوں لکھوایا:

ہم کوشش تو کرتے ہیں، شاید ہمارے اخلاص وللّٰہیت میں فرق ہے، ورنہ جہاں اِخلاص ہو وہاں بگڑے کام سنور جاتے ہیں۔ (۱)

تواضع کے خلاف انانیت اور تکبر کے نقصان کی نشان دہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی ہے۔

انانیت کی پوجا اصلاح کے رستے کا سب سے بڑا بت ہے، اس بت کو توڑ دیں، دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھنے کی صلاحیت پیدا کریں۔

مولانا محمد سعید احمد اسعد صاحب اور مولانا محمد کریم سلطانی صاحب کو ایک دفعہ فرمایا:

بعض اوقات عقیدت اپنی جائز حدود پھلانگ جاتی ہے، عقیدت مند اپنی عقیدت کو بلند و بالا ظاہر کرنے کیلئے مبالغہ پر مجبور ہو جاتا ہے، بندہ ان چیزوں کو پسند نہیں کرتا۔

---

(۱) مکاتیب الفردوس ج ۱ ص ۵۴

پھر از راہِ تواضع فرمایا:

اگر کبھی کسی مجلس میں آپ کو بندہ کے تذکرہ کی ضرورت محسوس ہو تو اس حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے کہ بندہ نے اپنے بزرگوں کو اللہ اللہ کرتے دیکھا اور انہیں اسی کی تلقین اپنے متوسلین کو کرتے دیکھا، بندہ نے بھی اپنے بزرگوں کے طریقہ کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب آف منگلا کا بیان ہے کہ:

''ایک دفعہ میں رات کو جناب کی خدمت میں حاضر تھا، گرمی کا موسم تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کھلی فضا میں چارپائی پر آرام فرماتے تھے بارش اور آندھی آگئی آپ بیدار ہوئے اور چارپائی کے سرہانے کی طرف کو آپ نے آگے منہ کر کے اٹھالیا، اور فرمایا پیچھے سے تم اٹھاؤ، میں نے حکم کی تعمیل کی، اور حیران تھا کہ آپ نے یہ تکلیف اٹھائی کاش میں یہ خدمت خود بجالاتا''۔

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب ہی کا بیان ہے کہ میرا معمول تھا کہ:

''رات کو حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کے باہر دروازے کے پاس آرام کیا کرتا، آپ رحمۃ اللہ علیہ رات کو کسی وقت اپنے پاس بلا لیا کرتے تھے، کچھ دیر آپ اپنے پاس رکھتے اور پھر سونے کیلئے واپس بھیج دیا کرتے تھے، اس دوران میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم مبارک کو دباتا اور کبھی قدموں کے بوسے لیا کرتا، ایک رات میں حجرہ مبارکہ کے باہر لیٹا تھا ایک خادم اندر سے آیا اور کہنے لگا کہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر تم نے اندر آکر پاؤں چومنے ہیں تو پھر اندر نہ آیا کرو، اس پر بندہ نے معذرت کی اور عرض کی آپ اندر بلایا کریں میں قدموں کو بوسہ نہ دوں گا''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات مبارک کیلئے سنگیوں کا کھڑا ہونا پسند نہ فرمایا کرتے تھے، مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کا بیان ہے کہ میں دربارِ عالیہ گلہار شریف میں نووارد تھا، جمعہ کا دن تھا، نمازِ جمعہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد آپ صفوں کے درمیان سے اپنے حجرہ مبارکہ کی طرف تشریف لارہے تھے، سنگی صفوں میں بیٹھے سمٹ سمٹ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رستہ دے رہے تھے، جب آپ بندہ کے سامنے آئے تو رستہ دینے کی خاطر میں اٹھ کھڑا ہوا آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے نکل گئے، پھر واپس مڑے بندہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا بٹھادیا، اور ہاتھ کے اشارہ سے اٹھنے سے منع فرمادیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آنکھوں کا آپریشن ٹیکسلا ہسپتال سے کرایا، پہلے آپریشن کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ ۶ دسمبر ۱۹۹۰ء کو ہسپتال سے فارغ ہوئے، فراغت کے بعد تھوڑی دیر کے لئے آپ جامع مسجد قادریہ اسلام آباد رکے، مسجد کے خطیب مولانا عبدالغنی صاحب نے عرض کی کہ ابتلا اور آزمائش اللہ والوں کے لئے درجات کی بلندی کا باعث ہوتی ہے، ان کا اشارہ آپ کی طرف تھا، آپ قدس سرہ العزیز نے ان کی بات کو کاٹتے ہوئے فرمایا:

"نہیں ایسا نہیں بلکہ اعمال کی پاداش ہے، اللہ تعالیٰ کا کرم واحسان ہے کہ وہ ہمارے بہت سے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے، ہمارے مصائب ہمارے احساس کو بیدار کرنے کیلئے ہیں اور بداعمالیوں پر نادم ہونے کا موقع فراہم کرتے ہیں"۔

صبر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ. ①

ترجمہ: اور اے محبوب! آپ صبر کریں آپ کا صبر فرمانا صرف اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے باعث ہی ہے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ. ②

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

نیز ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ ③

ترجمہ: صرف صبر کرنے والوں کو ان کا اجر حساب کے بغیر پورا پورا دیا جائے گا۔

نیز ارشاد فرمایا:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ ④

ترجمہ: اے محبوب! جو مصیبت آپ کو پہنچے اس پر صبر کریں بے شک یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔

نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

① النحل.۱۲۷ ② الانفال.۴۶ ③ الزمر.۱۰ ④ لقمان.۱۷

اِنَّ الصَّبۡرَ عِنۡدَ الصَّدۡمَةِ الۡاُوۡلٰی۔ (1)

ترجمہ: بے شک صبر صدمہ کے آغاز پر ہوتا ہے۔

یعنی جس شخص کو اس کی ذات، اولاد یا مال میں کوئی مصیبت آئی اور ابتلا کے وقت اس نے صبر کیا جزع فزع نہ کی، نہ ہی شکوہ وشکایت کے لئے لب واکئے، تو اس شخص کا صبر کامل صبر ہے اور اس کا ثواب بھی بڑھ کر ہے۔

صبر کا لغوی معنی حبس اور منع ہے، یعنی کسی شے کو روک دینا، اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے صبر صرف انسان کا خاصہ ہے، یہ صفت نہ جانوروں میں پائی جاتی ہے نہ ہی فرشتوں میں۔

جانور شرعی احکام یعنی اوامر ونواہی کے مکلف نہیں نہ ان سے ان کے بارے میں روزِ قیامت سوال ہوگا، لہٰذا ان کو صبر کی ضرورت نہیں۔

فرشتے اگرچہ اطاعتِ امر الٰہی کے مکلف ہیں لیکن ان میں کوئی ایسی خواہش پیدا ہی نہیں کی گئی جو انہیں امر الٰہی کی اطاعت سے روکے۔

انسان ملکیت اور بہیمیت دونوں کا مجموعہ ہے، وہ اوامر ونواہی کا مکلف ہے اس لئے قدم قدم پر اسے اپنی خلافِ شرع خواہشات کو دبانا پڑتا ہے اور انہیں لگام دینا پڑتی ہے اسی کا نام صبر ہے جس کی اسے زندگی بھر قدم قدم پر ضرورت پڑتی رہتی ہے۔

صبر کی اہمیت کے بارے میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

هزاراں کیمیا حق آفرید　　　کیمیائے همچو صبر آدم نه دید

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہزاروں کیمیا (دھات کو سونا بنانے والی چیزیں) پیدا فرما رکھی ہیں، لیکن صبر جیسی کیمیا حضرت آدم علیہ السلام کی پوری اولاد نے نہیں دیکھی۔

---

(1) یہ حدیث سنن ابن ماجہ کے سوا صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں کتاب الجنائز میں درج ہے

گفت پیغمبر خداش ایماں نداد　　هر که نبود صبوری در نهاد

ترجمہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایمان سے محروم رکھتا ہے جس کی سرشت میں اس نے صبر کی صفت ودیعت نہ فرما رکھی ہو۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز نے تمام عمر صبر کو اپنایا اور اپنے حلقہ ارادت میں لوگوں کو اس کی تلقین کی، جناب ڈاکٹر محمد اکرم صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی معالج تھے، آپ کی آخری شدید علالت جس کا انجام آپ کی وفاتِ حسرت آیات پر ہوا، اس علالت کے دوران ڈاکٹر صاحب ہر روز اپنی ڈائری تحریر فرمایا کرتے تھے، وہ اپنی ڈائری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر مختلف امراض کا ہجوم ان کی شدت اور آپ کے کمالِ صبر واستقامت کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دورانِ علالت بخار، بلڈ شوگر 500 سے زائد، گردن کا شدید درد، پتہ کا درد، پاؤں کی سوجن، پیٹ کا پھول جانا، سینہ کے بالمقابل پیٹھ پر تکلیف اوور کھانا نہ کھانا یہ تمام چیزیں ساتھ ساتھ چلتی رہیں لیکن اس کے باوجود چہرہ مبارک پر تکلیف کے آثار دکھائی نہ دیتے لیکن زبان مبارک پر توبہ واستغفار، اللہ اللہ کا ذکر، قرآنِ مجید کی تلاوت جاری رہی، یہ سب کچھ سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک عام انسان ان حالات میں ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی برداشت نہیں کرسکتا لیکن آپ ہیں کہ ان تکالیف کے باوجود آنے جانے والے مہمانوں کی خبر گیری فرماتے رہے، کبھی فرماتے ان کو کھانا کھلائیں، کبھی ارشاد فرماتے ان کو چائے پلائیں وغیرہ وغیرہ خدا تعالیٰ کا کوئی خاص بندہ ہی اتنا صبر کرسکتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اپنے معتقدین کو یہی نصیحت فرمائی کہ:

''صبر وشکر کو اپنا شعار بنالیں''۔

ایک مجلس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

دکھ سہنا، صبر وچ رہنا، مونہوں کچھ نہ کہنا ایہہ نے عاشقاں دے کم۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

زندگی کا مقصد خوش حالی پر اترانا اور بد حالی کو بد نصیبی پر محمول کرنا نہیں، بلکہ زندگی ہر حال میں ایک امتحان ہے، جو لوگ زندگی کی اس حقیقت کو پالیتے ہیں وہ زندگی میں پیش آنے والے مصائب و آلام میں مایوس نہیں ہوتے، ان کا جسم تو دنیوی کاموں میں مصروف رہتا ہے مگر ان کا قلب متوجہ الی اللہ رہتا ہے، آپ اگر زندگی کے گوہر مقصود کو پانا چاہیں تو شریعتِ مطہرہ کی پیروی کو اپنا شعار بنالیں، متقدمین اہلِ سنّت کی کتابوں سے درست عقائد معلوم کرکے ان کو اپنالیں۔

ایک مجلس میں حاضرین کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا:

ہمارا سلسلہ تسلیم ورضا کی تعلیم دیتا ہے، اس سلسلہ میں حرفِ شکایت لب پر نہیں لاتے اپنے کام سے کام رکھتے ہیں، دوسروں کی بدسلوکی یا حسن سلوک پر نگاہ نہیں ڈالتے بلکہ ہر قسم کے ماحول سے سازگاری پیدا کرلیتے ہیں، مصائب پر صبر اور نعمت پر شکر بجالانا اس سلسلہ میں ایک شائستہ شیوہ ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند حاجی میراں نسواری کی اہلیہ کو حادثہ پیش آیا، جس سے ٹانگ متاثر ہوگئی، صحت کے بعد آپ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئیں، ہاتھ میں عصا تھا اور لنگڑا کر چل رہی تھیں، کامل صحت کیلئے دعا کرنے کی درخواست کی تو آپ نے انہیں ان الفاظ میں صبر وشکر کی تلقین فرمائی:

"اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھنا چاہیے، بعض لوگ وہ بھی ہیں جن کے پاؤں نہیں، ایک سائیں صاحب یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

اللہ میرا لاڈلا تے لاڈلے کم کرے
میں نہ منگاں چوپڑیاں متے رُکھی وی کھو کھڑے

آپ قدس سرہ العزیز اپنے عقیدت مندوں اور سنگیوں کو پریشانیوں، مصائب اور آلام میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک سنگی حاضر ہوا اور عرض کی میرا بیٹا ایک پریشانی میں مبتلا ہے اس کا کچھ حل بتائیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اسے خط لکھو اور کہو کہ:

"اپنی مصیبت سامنے رکھ کر آیہ کریمہ کا ورد کیا کرے"۔

ایک بی بی نے رقعہ بھیجا جس میں اس نے اپنی مصیبتوں کا اظہار یوں کیا تھا کہ گیارہ سال کا عرصہ گزرا میرا خاوند بیرونِ ملک گیا ہوا ہے، اس نے میرے ساتھ ہر قسم کا رابطہ منقطع کر رکھا ہے، نان ونفقہ سے تنگ ہوں دعا کی درخواست ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں کہلا بھیجا:

ہم خود عاجز اور مسکین بندے ہیں، ہر کسی کو یہی مشورہ دیتے ہیں کہ نماز کی پابندی کرو، اللہ تعالیٰ کا دروازہ مضبوطی سے تھام رکھو، ہمیں بزرگوں نے یہی تلقین فرمائی ہے کہ ہر آن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو، ایسا کرنے سے وہ ذات پاک غیب سے اسباب مہیا فرما دیتی ہے، آپ آیۂ کریمہ کا ورد رکھیں، اس وظیفہ کی تائید قرآن مجید، حدیثِ مبارک اور مشائخِ کرام کے عمل سے ہوئی ہے۔

کئی دفعہ بعض احباب طریقت اپنے بھائیوں اور دوسرے اعزہ واقرباء کی

شکایات کرتے کہ انہوں نے ظلم اور زیادتی کی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں جواب میں اسی طرح کی زیادتی کی تلقین نہ فرماتے بلکہ صبر کرنے کا حکم دیتے۔

چنانچہ رجور بانڈی کے مستری محمد عالم صاحب نے اپنی زمین میں مکان تعمیر کرنا شروع کیا تو بعض رشتہ داروں نے تنگ کرنا شروع کیا، جب دیواریں نصف تک پہنچ گئیں تو کچہری سے حکم امتناعی حاصل کرلیا، انہوں نے دستی رقعہ کے ذریعہ حضرت خواجہء عالم قدس سرہ کی خدمت میں اپنی آپ بیتی پیش کی اور دعا کی درخواست کی۔

جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مستری صاحب کو پیغام بھیجا کہ:

''صبر کا دامن تھامے رہیں، کسی سے جھگڑا نہ کریں، فریق ثانی جو کرتا ہے کرتا رہے، جواب میں آپ صبر کریں، سب سے بڑا سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہ خود فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ صبر سے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت حاصل ہوتی ہے، جس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں''۔

جناب شاہد ہمایوں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں سے ہیں، آپ نے خط میں لکھا کہ دو ٹھیکیدار اور دفتر کا کچھ عملہ ان کے خلاف جھوٹے مقدمات بنوا رہا ہے، اس سلسلہ میں دعا کی جائے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں ان کو تحریر فرمایا:

مومن کسی کی دل آزاری نہیں کرتا، خواہ دوسرے مخالفت ہی کیوں نہ کریں، آپ کو اپنی ذات اور کام سے مطمئن ہونا چاہیئے، دوسروں کی مخالفت سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ (۱)

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب نمبر ۲۷

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز نے ایک عقیدت مند کو صبر کی تلقین فرماتے ہوئے بڑا دل کش پیرایہء اظہار اختیار فرمایا آپ نے اسے لکھا:

"جلد باز آدمی چاہتے ہیں کہ ان کی مرادیں فوراً پوری ہو جائیں لیکن جس طرح پھول اپنے موسم میں کھلتے ہیں اسی طرح مرادیں بھی اپنے وقت پر بر آتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھیں اور اپنے آپ کو مایوسی کے حوالہ نہ کریں، مایوسی ناقص ایمان کی دلیل ہے"۔ (۱)

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب نمبر ۱۲۳

شکر

ازروئے لغت شکر کے معنی ہیں:

''جانور تھوڑا چارہ ملنے پر تروتازگی اور فربہی دکھائے اور زیادہ دودھ دے''

وہاں سے یہ لفظ انسانی معاشرت میں باہمی تعلقات کی نوعیت کیلئے منتقل ہوا تو اس کا معنی ہوا کہ:

''کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کو فائدے کیلئے تھوڑا سا کام کردے تو دوسرا اس کی پوری پوری قدر کرے۔''

کامل طور پر یہ قدر شناسی تین طریقوں سے ہوتی ہے:

۱......دل سے ۲......زبان سے ۳......عمل سے یعنی دل میں اپنے مُحسن کی قدر ہو۔

زبان سے اس کے احسان کا اقرار ہو اور ہاتھوں اور پاؤں سے ایسے اعمال صادر ہوں جو دل اور زبان کی ترجمانی کررہے ہوں۔

شکر ایسی عظیم صفت ہے کہ اس کی نسبت جس طرح بندوں کی طرف ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی صفت کے طور پر بھی بیان فرمایا ہے، شاکر اور شکور اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں شامل ہیں۔

شکر کی ضد کفر اور کفران ہے۔

اسلامی لٹریچر میں کُفر سے برا اور کوئی لفظ نہیں۔

جس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھلا دینا، اس کا احسان مند نہ ہونا، نہ زبان سے اس کے احسانات کا اقرار کرنا اور نہ عمل سے۔

اسی طرح شکر سے برتر واعلیٰ کوئی اور صفت نہیں، قرآنِ مجید اور احادیثِ شریفہ میں بار بار اس پاکیزہ صفت کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ. (۱)

ترجمہ: اور شکر کرنے والوں سے ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ. (۲)

ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے میں نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور اگر تم نے کفر (ناشکری کی) تو بلاشبہ میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ اور شمائلِ مقدسہ میں ہر وقت اور ہر موقع پر کثرت سے دعائیں منقول ہیں، مثلاً کھانا کھاتے وقت، کپڑے زیب تن کرنے کے وقت، سونے کے وقت، نیند سے بیدار ہونے کے وقت، نیا پھل ملنے کے وقت، مسجد میں جانے اور نکلنے کے وقت کی دعائیں ان سب کا منشا اور اصل اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کرنا تھا، اور اسی کی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی اُمت کو فرمائی۔

جب ہم اپنے مخدوم حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز کی زندگی مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں تو سیرتِ طیبہ کا حسن ہمیں جھلملاتا نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کے

---

(۱) الاعراف آیت ۱۴۴ (۲) ابراھیم۔ آیت ۷

بھرپور جذبہ سے آپ عمر بھر سرشار رہے، کسی بھی نعمت کو ہلکا نہ جانا، ہر نعمت کی کما حقہ قدر فرمائی، اور اسی کی تلقین اپنے احبابِ طریقت کو فرمائی۔

آپ قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ایک خربوزہ کاٹا اس کی کاشیں تیار کیں، سب سے پہلے ایک کاش اپنے محبوب غلام ایاز کو عطا فرمائی، انہوں نے بطیب خاطر اسے کھالیا کوئی تبصرہ نہ کیا، جب کہ باقی مصاحب بول اُٹھے کہ جہاں پناہ! یہ خربوزہ تو کڑوا ہے، سلطان نے ایاز سے دریافت کیا کہ تم نے کیوں نہ بتایا کہ یہ کڑوا ہے، تا کہ دوسروں میں تقسیم نہ کرتا، ایاز نے مؤدبانہ طور پر عرض کی جہاں پناہ! اس ہاتھ سے بارہا میٹھی نعمتیں لے کر کھا چکا ہوں، اگر ایک بار کڑوی چیز ملی تو اس کی شکایت کرنا زیبا نہ تھا، میرے ضمیر نے گوارا نہ کیا کہ آپ کے ہاتھ سے ملنے والی کسی چیز کی مذمت میں لب کشائی کروں۔

اس حکایت کو بیان فرمانے کے بعد فرمایا: صوفیاءِ کرام کا یہی شیوہ ہوتا ہے، انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا، کسی ایک نعمت کا شکر بھی کما حقہ ادا نہیں ہوسکتا، پھر اگر کسی نوع کی تنگی یا ترشی آئے تو اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے، بندہ کو زیب نہیں دیتا کہ اپنے رب اور محسن کے خلاف شکوہ وشکایت کی زبان کھولے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر دکھ، درد، تکلیف کو بھی نعمتِ الٰہیہ جانا اور اس پر شکر ادا فرماتے رہے، چنانچہ کسی نے آپ سے صحت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا قلق، درد اور مرض سے کون خالی ہے وقت گزر رہا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

آپ کی حیاتِ مبارکہ سادگی کا مرقع تھی، سادہ کھانا اور سادہ پہناوا زندگی بھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شیوہ رہا، کسی ٹھاٹھ باٹھ کو آپ نے اپنی زندگی میں داخل نہ ہونے دیا، ہر اچھی چیز جو آپ کی خدمت میں بطورِ تحفہ یا نذرانہ پہنچتی آپ کی کوشش ہوتی کہ وہ بہتر جگہ پر پہنچے، آپ ایسی اشیاء کو مشائخِ کرام کی اولادوں، علماء، صلحاء اور دربارِ عالیہ میں موجود مہمانوں میں تقسیم فرمادیتے، یا انہیں بازار بھیج دیتے اور ان سے حاصل ہونے والی رقوم کو مدارس، مساجد وغیرہ کارہائے خیر میں وقف فرمادیتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اور دیگر حضرات کے کپڑے سلاتے تو ان سے بچنے والی کپڑے کی کترں کو ضائع نہ ہونے دیتے، ان سے ٹوپیاں یا رومال وغیرہ بنوا لیتے، اگر کسی اور کام کے استعمال نہ ہوسکتیں تو ان سے رسی بنا کر اسے استعمال فرمالیتے۔

ایک دفعہ گلہار شریف میں حضرت مائی صاحبہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس مختلف قسم کے ٹائم پیس جمع ہوگئے، آپ نے انہیں اٹھوا کر حضرت خواجہء عالم قدس سرہ کے حجرہ میں پہنچا دیا، جب تک وہ آپ کے حجرہ مبارکہ میں موجود رہے آپ مقرر وقت پر انہیں چابی دیتے، ایک دن یہ راقم الحروف عفی عنہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ گھڑیوں کو چابی دینے کا وقت ہوگیا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں چابی دی اور مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا گھڑی کو مقرر وقت پر چابی دینی چاہئے، بے وقت چابی دینے سے وہ خراب ہوجاتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔

ایک دفعہ آپ کے حجرہ مبارکہ میں مرغی نے انڈا دیا، اتفاق سے وہ ٹوٹ گیا آپ نے دیکھ کر فرمایا اسے اندرونِ خانہ پہنچادو تاکہ بھون کر استعمال کرلیں، ساتھ ہی فرمایا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے انعامات واپس لے لے۔

ایک سنگی کو بطور نصیحت فرمایا:

ہمارا سلسلہ تسلیم و رضا کی تعلیم دیتا ہے، اس سلسلہ میں حرفِ شکایت زبان پر نہیں لایا کرتے، اپنے کام سے کام رکھیں، دوسروں کے اچھے یا برے سلوک پر نگاہ نہ رکھیں، ہر نوع کے ماحول سے سازگاری پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے رہنا اس سلسلہ میں شائستہ شیوہ ہے، کیوں کہ دنیوی علائق سے قطع تعلق کرنے میں ہی اس سلسلہ کا کمال مضمر ہے، اس امر پر شکر بجالائیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دین اور اس کی تبلیغ کیلئے پسند فرمایا ہے، یہ اعزاز کیا کم ہے، اسلام کے طریقہ کو اپنائیں، اسوۂ حسنہ کو شعار بنائیں اور تسلیم و رضا کا طریقہ اختیار کریں۔

ایک دفعہ مجلس شریفہ میں فرمایا:

اگر آپ دین دار ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی دین اور اس کا انعام ہے، ہر وقت اس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے، کہ اس نے مسلمان پیدا فرمایا، اسلام کی تعلیمات پر چلنے کی توفیق دی، اس پاک ذات سے ہمیشہ ثابت قدمی اور استقامت کی دعا کرتے رہیں، نیک اعمال کو اپنا کمال نہ سمجھیں، ہدایت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اسے من جانب اللہ سمجھ کر اس کا شکر ادا کریں۔

صاحبزادہ محمد معروف صاحب بیان فرماتے ہیں کہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے کہ حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سپیکر والے کمرے (جامع مسجد سلطانیہ جہلم) میں تشریف لائے، اس وقت وہاں گندم کی بوریاں پڑی ہوتی تھیں، آپ نے اس کمرے میں چائے پینے والا ایک کپ دیکھا جو کناروں سے ٹوٹا ہوا تھا اور اس میں دراڑیں بھی پڑی ہوئی تھیں، کسی طالب علم یا خادم نے اس میں تیل ڈالا ہوا تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اٹھایا اور خادم

کو دیا کہ اسے صاف کر کے ہمارے کمرے میں رکھ دو، ایک عرصہ تک وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زیر استعمال رہا، آپ اس میں چائے نوش فرماتے رہے، آخر کار وہ ٹوٹ گیا۔

صاحبزادہ محمد معروف صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت قبلہء عالم خواجہ محمد سلطانِ عالم قدس سرہ العزیز کا تابوت مبارک جس چارپائی پر لا کر رکھا گیا، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حفاظت اور عظمت کی خاطر اس پر کپڑے کا غلاف چڑھانے کا حکم دیا، غلاف سے کپڑے کے جو ٹکڑے بچے رہے فرمایا ان کو سنبھال کر رکھ لو، ان کو ضائع مت کرو، ان سے ختماتِ شریفہ کیلئے شماروں کی تھیلیاں بن جائیں گی یا شلوار میں ناڑہ (کمر بند) بنایا جا سکے گا۔

اِخلاص

اسلام اور دیگر الہامی مذاہب میں یہ قدرِ مشترک پائی جاتی ہے کہ اس کا خطاب براہِ راست انسانی دل کو ہے، اخلاق ہوں یا عبادات، عقائد ہوں یا معاملات، کردار ہو یا اعمال ہر مرحلہ پر اسلامی احکام کا روئے سخن دل کی جانب ہی ہوتا ہے، دل ہی وہ مقام ہے جہاں سے ہر اچھے یا بُرے کام کی تحریک کی ابتداء ہوتی ہے، اسلامی تعلیمات کی رُو سے نیک کام وہ ہے جس کا مقصد صرف اور صرف رب تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور اس کی رضا کا حصول ہو، اسی جذبے کا نام اخلاص ہے۔

اگر کسی عمل کا مقصود طلب شہرت، لوگوں کی خوشنودی کا حصول، ریا اور دکھاوا ہو یا کوئی اور دنیوی غرض ہو تو بظاہر اگرچہ وہ عمل کتنے ہی تقدس کا حامل ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی قدر نہیں، نہ ایسے عمل پر اجر ملنے کی اُمید ہے نہ ثواب کا وعدہ ہے، بلکہ عین ممکن ہے کہ اس کا شمار گناہوں کے زمرے میں ہو جائے۔

حضرات صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ:

جس طرح انسانی جسم جان اور روح کے بغیر حقیر اور بے قدر ہے اسی طرح کوئی عبادت اخلاص کے جذبہ کے بغیر قبولیت کا درجہ نہیں پا سکتی، وہ عمل جو اخلاص کے بغیر کیا جائے اس عمارت کی مانند ہے جس کی کوئی بنیاد نہ ہو، اور وہ جلد ہی منہدم ہو جائے، انسان کا عمل اگر اخلاص پر مبنی ہوگا تو اس کے درجات کی ترقی کا ضامن ہوگا، اللہ تعالیٰ

کے ہاں وہ عمل مقبول ہے جس کے ساتھ اخلاص شامل ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ. ⓵

ترجمہ: ''خبردار رہو(ریاکاری سے) خالص عبادت اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے''۔

دنیا کی نگاہوں میں بھی کامیابی کا راز اخلاص میں مضمر ہے، اگر کوئی شخص بڑے سے بڑا نیکی کا کام کرے لیکن اگر دنیاداروں کو پتہ چل جائے کہ اس کا مقصد رب تعالیٰ کی رضا کا حصول نہ تھا بلکہ اس کا منشاء تو کوئی ذاتی مقصد تھا یا اس کا مقصود دکھاوا اور نمائش تھی تو ان کی نظروں میں بھی اس شخص اور اس کے ساتھ اس عمل کی قدرومنزلت فوراً گر جاتی ہے۔

دوسری طرف جو دل کے اِخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے کام کرتے رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبولیت کا درجہ ملتا ہے، محبوبیت کا مقام ان کے مقدر میں ہوتا ہے، دنیا میں بھی ان کو مخلوق کی جانب سے محبت اور عقیدت کا خراج ملتا رہتا ہے، ان کے کاموں کو شہرت ملتی ہے، مختلف طبقات کے لوگ انہیں اپنا محسن سمجھنے لگتے ہیں، ان کے فیوض وبرکات رہتی دنیا تک برقرار رہتے ہیں۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز سراپا اخلاص تھے، مخلوق اور خالق سے ان کے تعلق کی بنیاد اخلاص پر تھی، آپ نے اپنے حلقہء اثر میں اسی وصف کو اپنانے کی ہمیشہ تلقین کی، ریاکاری، دکھاوے سے خود نفرت کی اور لوگوں کو اس کے عواقب ونتائج سے باخبر فرمایا۔

⓵ زمر، آیت نمبر ۳

آپ قدس سرہ العزیز کے اخلاص کی خوشبو برصغیر پاک و ہند سے بڑھ کر یورپ کے خود غرض معاشرہ میں بھی پھیل گئی، اس سلسلہ میں مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور مناظرِ اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادہ مولانا محمد عبدالوہاب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا ہالینڈ کے ایک ہسپتال میں مکالمہ دلچسپی کا باعث ہوگا، اس مکالمے کے عینی گواہ اور راوی برادرِ طریقت حاجی عبدالمجید صاحب ہیں، ان کا بیان ہے کہ:

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد کے افتتاح کے سلسلے میں ہالینڈ میں مدعو تھے، انہوں نے اس مسجد کی تعمیر کا افتتاح فرمایا اور اپنی علالت کے باعث ایک ہسپتال میں داخل ہو گئے، مولانا محمد عبدالوہاب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت کے لئے ہسپتال آئے اتفاق سے میں بھی وہاں موجود تھا، دورانِ گفتگو مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ہالینڈ والی یہ مسجد بھی ان شاء اللہ تعمیر ہو ہی جائے گی، ہمارے پیر صاحب جو آزاد کشمیر میں رہتے ہیں، وہاں مسجدیں بنوا رہے ہیں، دینی کام کر رہے ہیں یہ کام بڑے وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے، نہ کوئی اشتہار ہے نہ پمفلٹ، مکمل خاموشی سے کام کر رہے ہیں، اس پر مولانا محمد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ یوں گویا ہوئے حضرت! آپ نے تو ان کے متعلق سنا ہے، ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، وہاں تو ریاء کی راہ بھی نہیں ہے۔

اعمالِ صالحہ اور اخلاص کو برباد کرنے والی چیزوں میں سب سے زیادہ تباہ کن ریا اور سُمعہ ہے۔ ریا کی حقیقت یہ ہے کہ:

انسان نیکی کا کوئی کام کرے لیکن اس کے دل میں یہ خیال ہو کہ لوگ میرے اس کام کو دیکھیں اور تعریف کریں، مجھے پارسا اور متقی خیال کریں۔

سُمعہ کا معنی ہے کہ:

آدمی نیک کام اس نیت اور ارادے سے کرے کہ لوگوں کے درمیان اسے نیک نامی ملے، اس طرح لوگوں کی نظر میں اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو۔

ریاء اور سُمعہ کی مذمّت میں قرآنِ مجید کی کئی ایک آیاتِ مبارکہ اور کثرت تعداد میں احادیثِ مبارکہ وادر ہیں، اختصار کے پیشِ نظر یہاں صرف ایک حدیثِ مبارکہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''جس نے میرے لئے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرلیا تو میں اس سے بری ہوں، وہ عمل اسی کے لئے جس کے لئے وہ کیا گیا''۔ (۱)

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز نے متعدد مجالس میں اخلاص کی اہمیت اور ریاکاری کی مذمت کو واضح انداز میں بیان فرمایا، یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند ارشادات درج کئے جاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

''اِخلاص کے ساتھ عمل اگر تھوڑا بھی ہو وہ پہاڑوں جیسا ہوتا ہے، اور بغیر اخلاص کے اعمال اگر پہاڑوں کے برابر ہوں تو وہ لکڑیوں کے ڈھیر کی مانند ہوتے ہیں جن کو آگ آناً فاناً کر کے خاکستر بنا دیتی ہے''۔

آپ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا:

''اِخلاص بڑی چیز ہے، جو قدم اخلاص اور صدق سے اٹھایا جائے گا رائیگاں نہ جائے گا، اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جہاں اور جس ماحول میں بھی رہیں اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم رکھیں، دنیا عارضی ہے یہاں کی ہر چیز فنا کے گھاٹ اتر جائے گی

---

(۱) مشکوۃ المصابیح ص ۴۵۴

البتہ جو لمحات یادِ الٰہی میں بسر ہوں گے وہ آپ کا ابدی سرمایہ ہوگا"۔

ایک مجلس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اِخلاص کی قدر فرماتا ہے جو کام اس کی رضا کے حصول کے لئے اخلاص اور نیک نیتی سے کیا جائے اس میں خیر و برکت ہوتی ہے"۔

ایک دفعہ آپ قدس سرہ نے یوں ارشاد فرمایا:

"عمل وہی باقی رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے، کیوں کہ وہ ذات باقی ہے، اور اس کی خوشنودی کے لئے کیا جانے والا کام بھی باقی رہتا ہے"۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام میں اخلاص کے مقام کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

حکیم بیماری کیلئے نسخہ تجویز کرتا ہے، اس نسخے میں کئی ایک ادویات شامل ہوتی ہیں، مگر پورے نسخے میں ایک دوا جزوِ اعظم کے طور پر شامل ہوتی ہے، اور اس کے نام پر اس نسخے کا نام تجویز کیا جاتا ہے، جیسے شربت صندل، معجون کچلا وغیرہ، تصوف میں خلوص کو جزوِ اعظم کی حیثیت حاصل ہے۔

زُہد

عربی زبان میں لفظِ زُھد:

بے رغبتی، حقارت، قلت اور بے زاری کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَّكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ. ①

ترجمہ: ''اور ان (بھائیوں) نے آپ (حضرت یوسف علیہ السلام) کو کھوٹے داموں گنتی کے چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا، اور انہیں آپ کے بارے میں کچھ رغبت نہ تھی''۔

صوفیہء کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ زُہد کے اختیار کرنے میں مالِ دنیا سے صرف قلبی بے رغبتی اور اعراض کافی ہے یا اسے لٹا کر خالی ہاتھ ہونا ضروری ہے۔

قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ دنیا کے مال و اسباب کی مذمت میں وارد ہیں، اور دوسری جانب مال کیلئے لفظ خیر بھی استعمال کیا گیا ہے، اور اس کی ضرورت و اہمیت پر بہت سی آیات اور ارشاداتِ نبویہ دال ہیں۔

جن صوفیہء کرام نے اپنے غلبہء حال کے باعث ان آیات اور احادیث کو سامنے رکھا جن میں دنیا اور متاع دنیا کی مذمت وارد ہے انہوں نے دنیا کے مال و متاع سے خالی ہاتھ ہونے کو زہد کیلئے ضروری قرار دیا۔

اور جنہوں نے ہر دو قسم کی آیات و احادیث کو مدنظر رکھا اور غور فرمایا کہ ان کی

---

① یوسف. ٢٠

مذمت کا کون سا پہلو ہے انہوں نے زُہد کے حصول کیلئے صرف قلبی اعراض اور دل کی بے رغبتی اور حقارت کو کافی گردانا۔

ان کے اس عمل مبارک سے دونوں طرح کی نصوص کے مابین تطبیق اور موافقت کی صورت پیدا ہو گئی، اسلامی تعلیمات کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اس امر کا مکلف ہے کہ دنیوی مال ومتاع کو اللہ کی خوشنودی اور رضا کے کاموں میں صرف کرے تا کہ کامیابی وکامرانی کا سہرا اپنے ماتھے پر سجا کر اس دارالامتحان سے:

یَآاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ

کا خطابِ دل نواز سن کر کوچ کرے۔

ان حقائق کی روشنی میں حضرت شیخ ابو یحییٰ زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ قشیریہ کی شرح میں زہد کی جو تعریف تحریر فرمائی ہے وہ بڑی جامع معلوم ہوتی ہے آپ نے تحریر فرمایا:

هُوَالْاِعْرَاضُ بِالْقَلْبِ عَنِ الدُّنْیَا وَهُوَ رَاْسُ کُلِّ طَاعَةٍ لِاَنَّهٗ ضِدُّ حُبِّ الدُّنْیَا وَهُوَرَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ. (۱)

ترجمہ: ''زُہد دنیا سے قلبی اعراض کا نام ہے جو ہر اطاعت کی اصل ہے کیوں کہ یہ دنیا کی محبت کی ضد ہے جو ہر گناہ کی اصل ہے''۔

اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ دنیا ملعون ہے لیکن کون سی دنیا؟ وہ دنیا جو انسان کو اپنے خالق ومالک سے غافل کر دے اور انسان اسے سمیٹنے کو، اپنی زندگی کا نصب العین بنا لے، قرآن وحدیث کے بے شمار نصوص اس کی مذمت پر ناطق ہیں، اور

---

(۱) شرح رسالہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۹

یہی دنیا ہے جو آخرت کے مقابلہ میں مچھر کے پر سے زیادہ حقیر ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تمثیل سے اس حقیقت کو اُجاگر فرمایا ہے:

آب اندر زیر کشتی پُشتی است
آب در کشتی ھلاکِ کشتی است

ترجمہ: ''پانی اگر کشتی کے نیچے ہو (اور وہ اس میں تیر رہی ہو) تو یہ پانی کشتی کی حفاظت کا کام دے رہا ہوتا ہے لیکن اگر یہی پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو اسے ڈبو کر فنا کے گھاٹ اتار دے گا''۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ترجمہ: ''خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جانے کا نام دنیا ہے، سامان، چاندی، اولاد اور بیوی دنیا نہیں ہیں''۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

مال را گر بہر حق باشی حمول
نعم مال صالح گفتہ رسول

ترجمہ: ''اگر تو مال کو راہِ حق میں خرچ کرنے کیلئے اٹھائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مالِ صالح کہا ہے''۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی ذاتِ بابرکات کو اللہ تعالیٰ نے صفاتِ حسنہ اور اخلاقِ فاضلہ کا ایک بہترین نمونہ بنا رکھا تھا، دوسرے اوصافِ حسنہ کی مانند اگر زُہد و ورع کے زاویہ سے آپ کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس صفتِ حسنہ میں بھی اپنی مثال آپ ہی تھے، ان کا کوئی ثانی نہ تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے

ایک دفعہ اللہ والوں کی علامت بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

''انہیں کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے پر ملال یا خوشی نہیں ہوتی، اللہ والے قلت وکثرت سے بے نیاز ہوکر مطمئن زندگی گزارتے ہیں، جب کہ دنیادار سب کچھ ہونے کے باوجود مضطرب اور پریشان رہتے ہیں، سوچ کا یہ فرق دونوں کی زندگی کے ہر مقام پر نمایاں نظر آتا ہے''۔

یعنی اولیائے کرام کی زندگی زُہد کا عملی نمونہ ہوتی ہے، زندگی کے کسی موڑ پر ان کے قلوب میں دنیا اور اسبابِ دنیا کے ساتھ تعلق کی کوئی جگہ نہیں ہوتی، حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز نے احبابِ طریقت کو مستقل ہدایت فرما رکھی تھی کہ:

پیر خانوں کے مروجہ دستور کے برخلاف دربار شریف میں خالی ہاتھ آیا کریں یہاں اپنے گھر کی طرح رہیں کسی قسم کا تکلّف نہ کیا کریں، آپ نے فرمایا:

''اس میں شک نہیں کہ بزرگوں کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کرنا ادب کے قرینوں میں سے ایک قرینہ ہے مگر زمانہ میں اب تغیر آچکا ہے، حالات یکساں نہیں رہتے ہوسکتا ہے کہ کسی وقت حالات آپ کا ساتھ نہ دیں اور یہ عادت باہمی ملاقات میں حائل ہوجائے جو کسی طور پر مناسب نہیں، اگر کسی سنگی کا نذرانہ یا خدمت لوٹا دی جائے تو اس کی آزردگی کا باعث ہوتا ہے''۔

احبابِ طریقت کو آپ عموماً ان الفاظ میں نصیحت فرمایا کرتے تھے:

''اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا فانی اور عارضی ہے، یہ مقصدِ حیات نہیں، یہاں نجات کی فکر کرنی چاہیے، مگر ترکِ دنیا (رہبانیت) کی راہ سے نہیں، انسان کی جسمانی ضروریات ہیں، اعزہ واقرباء کے حقوق اس کے ذمہ ہیں جن کو ادا کرنا اس پر لازم ہے،

لہٰذا دولت کماؤ لیکن اسے زندگی کا مقصد نہ بنالو بلکہ حصولِ مقصد (آخرت کے مواخذہ سے نجات) کیلئے اسے خرچ کرو"۔

کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے:

"دنیا فی نفسہا بری نہیں، برائی اس دنیا کی ہے جو نفس کی خواہشات کا آلہ بنے، اگر احکامِ شریعت کی حمایت اور تائید میں دنیا کا مال و دولت صرف ہو اور اسے احکامِ شرع کے مطابق حاصل کیا جائے تو اس میں کوئی بُرائی نہیں"۔

اولیائے کرام کی خانقاہوں پر ہوسِ زر کے پجاریوں کا تسلط ہے شاہین صفت اولیائے عظام کے مقدس نشیمنوں پر زاغ وزغن کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والوں کا قبضہ ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجموعی صورت حال پر جامع تبصرہ فرماتے ہوئے اور خانقاہِ سلطانیہ اور خانقاہِ فتحیہ میں خواتینِ خانہ تک کے افراد کے زُہد و ایثار کو یوں بیان فرمایا:

"دُرویشی اصل میں پاکیزہ چیز تھی، مگر اب دنیا طلبی کا ذریعہ بن گئی ہے، خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری خواتینِ خانہ بھی ایثار کے جذبہ سے لبریز ہیں، ہمیشہ کوشش کرتی رہتی ہیں کہ حاجت مندوں کو ان کا حصہ ملتا رہے دربارِ عالیہ میں کچھ جمع نہ ہو، یہ رجحان انہیں حضرت مائی صاحبہ کلاں رحمۃ اللہ علیہا سے ورثہ میں ملا ہے، ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہر اچھی چیز کسی موزوں مقام پر پہنچ جائے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہزاروں لاکھوں روپے نذرانے آتے، لیکن آپ کے زُہد کا یہ عالم تھا کہ غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے ان کو کارہائے خیر کی مختلف مدات میں تقسیم فرما کر متعلقہ افراد کے حوالہ فرما دیتے اور خالی ہاتھ ہو جاتے، نذرانوں کی آمدنی کا ایک ایک پیسہ آپ امانت خیال فرماتے اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کیلئے اس

مذمت کا کون سا پہلو ہے انہوں نے زُہد کے حصول کیلئے صرف قلبی اعراض اور دل کی بے رغبتی اور حقارت کو کافی گردانا۔

ان کے اس عمل مبارک سے دونوں طرح کی نصوص کے مابین تطبیق اور موافقت کی صورت پیدا ہوگئی، اسلامی تعلیمات کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اس امر کا مکلف ہے کہ دنیوی مال ومتاع کو اللہ کی خوشنودی اور رضا کے کاموں میں صرف کرے تاکہ کامیابی وکامرانی کا سہرا اپنے ماتھے پر سجا کر اس دارالامتحان سے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ

کا خطابِ دل نواز سن کر کوچ کرے۔

ان حقائق کی روشنی میں حضرت شیخ ابو یحییٰ زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ قشیریہ کی شرح میں زہد کی جو تعریف تحریر فرمائی ہے وہ بڑی جامع معلوم ہوتی ہے آپ نے تحریر فرمایا:

هُوَ الْاِعْرَاضُ بِالْقَلْبِ عَنِ الدُّنْیَا وَهُوَ رَأْسُ کُلِّ طَاعَةٍ لِاَنَّهُ ضِدُّ حُبِّ الدُّنْیَا وَهُوَ رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ. (۱)

ترجمہ: ''زُہد دنیا سے قلبی اعراض کا نام ہے جو ہر اطاعت کی اصل ہے کیوں کہ یہ دنیا کی محبت کی ضد ہے جو ہر گناہ کی اصل ہے''۔

اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ دنیا ملعون ہے لیکن کون سی دنیا؟ وہ دنیا جو انسان کو اپنے خالق ومالک سے غافل کردے اور انسان اسے سمیٹنے کو، اپنی زندگی کا نصب العین بنالے، قرآن وحدیث کے بے شمار نصوص اس کی مذمت پر ناطق ہیں، اور

---

(۱) شرح رسالہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۹

یہی دنیا ہے جو آخرت کے مقابلہ میں مچھر کے پر سے زیادہ حقیر ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تمثیل سے اس حقیقت کو اُجاگر فرمایا ہے:

آب اندر زیر کشتی پُشتی است

آب در کشتی هلاكِ کشتی است

ترجمہ: ''پانی اگر کشتی کے نیچے ہو (اور وہ اس میں تیر رہی ہو) تو یہ پانی کشتی کی حفاظت کا کام دے رہا ہوتا ہے لیکن اگر یہی پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو اسے ڈبو کر فنا کے گھاٹ اتار دے گا''۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن

نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ترجمہ: ''خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جانے کا نام دنیا ہے، سامان، چاندی، اولاد اور بیوی دنیا نہیں ہیں''۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

مال را گر بہر حق باشی حمول

نعم مال صالح گفتہ رسول

ترجمہ: ''اگر تو مال کو راہِ حق میں خرچ کرنے کیلئے اٹھائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مالِ صالح کہا ہے''۔

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز کی ذاتِ بابرکات کو اللہ تعالیٰ نے صفاتِ حسنہ اور اخلاقِ فاضلہ کا ایک بہترین نمونہ بنا رکھا تھا، دوسرے اوصافِ حسنہ کی مانند اگر زُہد و ورع کے زاویہ سے آپ کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس صفتِ حسنہ میں بھی اپنی مثال آپ ہی تھے، ان کا کوئی ثانی نہ تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے

میں کچھ بھی پاس نہ رکھتے۔

ایک دفعہ فرمایا:

''کبھی کبھار جب پوتے، نواسے اور نواسیاں آتی ہیں تو ان کو رخصت کرتے وقت وسائل کی تنگی کا احساس ہوتا ہے، بندہ کے پاس اپنا ذاتی کچھ اثاثہ نہیں ہوتا، جس سے ان کی دل جوئی کی جائے، سنگی جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ امانت ہوتا ہے اور اس میں اپنی ذات کیلئے ایسے اخراجات کرنے کا میں اپنے آپ کو مُجاز نہیں سمجھتا بلکہ ان امانتوں کو مدارس، مساجد اور دیگر رفاہی کاموں میں صرف کر دیا جاتا ہے، سنگی اس اعتماد کے ساتھ نذرانے پیش کرتے ہیں کہ کسی کارِ خیر میں صرف ہوں گے''۔

ایک دفعہ یوں فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج تک دل میں خیال نہیں آیا کہ کچھ اپنی ذات کیلئے رکھ لیا جائے''۔

یہ فرما کر یہ شعر پڑھا ؎

ہے ایہہ بھیت چھپاون جوگا کہیا مول نہ جاوے
جے تینوں سمجھاواں نائیں کون تینوں سمجھاوے

ایک دفعہ آپ نے یوں فرمایا:

''مال و دولت کی محبت کم و بیش ہر کسی میں پائی جاتی ہے، مگر بندہ عاجز میں مال کی محبت نہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے رکھے اور مال و دولت کے فتنوں سے محفوظ رکھے''۔

ایک دن یوں فرمایا:

''درویش کا سرمایہ سادگی ہوتا ہے، وہ کم پر گزارہ کرتا ہے، زیادہ کی خواہش نہیں رکھتا، دنیا کی آلودگیوں سے اپنے دامن کو تر ہونے سے بچائے رکھتا ہے، ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہی تعلیم دی، خود حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بوقتِ وصال بصورتِ لباس سہ پارچہ بدنی ہی تھے جو آپ نے زیب تن فرما رکھے تھے۔

فیصل آباد کے ایک سنگی تھے، ایک دفعہ انہوں نے ایک لاکھ روپے نذرانہ پیش فرمایا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے لوٹا دیا، انہوں نے پروفیسر اکبر داد صاحب کے ذریعہ قبول کرنے پر اصرار کیا لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا، بوقتِ ملاقات ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جب میں نے دل پر نگاہ ڈالی تو نہ اسے روپے آنے کی خوشی تھی اور نہ جانے کا غم، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بزرگوں کا فیضان ہے۔

عمر مبارک کے آخری دور میں اپنی غذائی ضروریات کے بارے میں فرمایا:

''آدھی روٹی اور سالن جو مل جائے کھا لیتا ہوں، سالن میں نہ مرچ ہوتی ہے نہ نمک''۔

اور لباس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''ہم خدا کے مہمان ہیں، مالک چھوٹا دے یا لمبا قبول ہے، وہی ذات ان گنت اور ان منت پہنچاتی ہے''۔

آپ قدس سرہ کی خواہش ہوا کرتی تھی کہ ہر آنے والے مہمان کو بوقتِ رخصت کچھ عطا کیا جائے، اللہ تعالیٰ آپ کی یہ خواہش پوری ہونے کے اسباب مہیا فرما دیا کرتا تھا لیکن آپ نے کسی عقیدت مند کے مال و متاع میں کبھی دلچسپی کا اظہار نہ فرمایا۔

ایک دفعہ رخصت کے وقت ایک صاحب کو پچاس روپے اور بچوں کیلئے مٹھائی کا

ڈبہ عطا فرمایا ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

یہ چیزیں دینے سے آپ کو اس امر کی تحریک مقصود نہیں کہ جب آئیں تو ان سے بڑھ کر نذرانہ لائیں، ہم اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ آئیں تو خالی ہاتھ آئیں۔

مولانا سخی محمد پیامی چشتی مرحوم نے لکھا کہ:

''میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی نے نذر پیش کی ہو اور آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے وصول فرمایا ہو''۔

ایک دفعہ حضرت مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلف الرشید قاضی عبدالسبحان کھلابٹی رحمۃ اللہ علیہ نے مبلغ تیس روپے پیش کئے کہ کسی مسجد کی تعمیر میں شامل فرمالیں، آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ اپنے پاس رکھ لیں، اپنی مسجد میں کہیں خرچ کرلیں، میں یہیں ہوں پھر کبھی لے لوں گا۔

آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ایسے بے شمار واقعات پیش آئے۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ نے فرمایا کہ چوہدری عبدالرشید صاحب جن دنوں میرپور ڈیویلپمنٹ اتھارٹی کے چیئرمین تھے وہاں پلاٹس کی تقسیم براہِ راست ان کی ذمہ داری اور صوابدید پر منحصر تھی، بعض عقیدت مندوں نے ہمیں ازراہِ ہمدردی مشورہ دیا کہ آپ صاحبِ اولاد ہیں، منگلا ڈیم کے متاثرین سے ہیں، کنبہ اور قبیلہ بھی ہے، پلاٹ حاصل کرنا آپ کا استحقاق بھی ہے، آپ اگر رضامندی کا اظہار کریں تو پلاٹ کے حصول کیلئے کوشش کی جائے، چوہدری صاحب بھی سنگی ہیں، شاید اس تحریک میں چوہدری صاحب کا ایما بھی شامل ہو، کیوں کہ انہوں نے بعد میں بھی کسی سے ذکر کیا کہ اگر حضرت صاحب چاہیں تو بڑی موزوں جگہ پر

پلاٹ مل سکتا ہے، دامِ ہمرنگ زمین بچھایا گیا، اس سے بچنا مشکل تھا، دنیا میں بڑی کشش ہے، بندہ نے ان کو جواب میں کہا کہ:

''سنگیوں اور ہمارے درمیان رشتہ اللہ اللہ کا ہے، جب اس رشتہ پر دنیوی مفاد کا سایہ پڑا تو یہ رشتہ باطل ہوگیا، دوسرے یہ کہ اس درویش کو دنیوی مال و منال کی ہوس نہیں، کوئی بنگلہ اور پلاٹ ہماری سوچ کا حصہ نہیں، ہمارے بزرگوں نے مسجدوں اور ان کے حجروں کو پسند فرمایا ہمیں ان میں بسایا، اور اب تک بس رہے ہیں''۔

صاحبزادہ محمد معروف صاحب راوی ہیں کہ شاید 77ء میں جب حضرت زید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو حضرت خواجہ عالم قدس سرہ العزیز ان کے استقبال کیلئے لاہور تک تشریف لائے گاڑی حاجی حکم داد صاحب چلا رہے تھے، میں آپ کے ساتھ تھا، ایک اور طالبِ علم بھی ساتھ تھا، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار شریف پر پہنچے تو آپ نے مجھے فرمایا ان ساتھیوں کو کھانا کھلا دیں میں نے اُن کو کھانا کھلایا، اور عرض کی آپ بھی کھالیں، کچھ پس و پیش کے بعد فرمایا کس چیز کے ساتھ کھلائیں گے؟ میں نے عرض کی لسی کے ساتھ، میں خانقاہِ سلطانیہ سے لسی ہمراہ لے کر گیا تھا، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، میں تنور پر گیا اور روٹی پکانے والے سے کہا آپ دو روٹیوں کا آٹا لے کر ایک روٹی لگا کر دیں میں دو روٹیوں کی قیمت ادا کروں گا، یہ اس لئے کہا کہ روٹی نرم اور موٹی ہو اور چبانے میں آپ کو آسانی ہو، میں روٹی لے کر حاضر ہوا، آپ نے لسی کے ساتھ رات کا کھانا تناول فرمایا جب کہ آپ کے مریدین کثیر تعداد میں لاہور اور اس کے مضافات میں بس رہے تھے، لیکن آپ کے زُہد و ورع اور استغناء نے گوارا نہ کیا کہ کسی سنگی پر بوجھ بنیں۔

ایک دفعہ اللہ والوں کی علامت بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

''انہیں کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے پر ملال یا خوشی نہیں ہوتی، اللہ والے قلت وکثرت سے بے نیاز ہو کر مطمئن زندگی گزارتے ہیں، جب کہ دنیادار سب کچھ ہونے کے باوجود مضطرب اور پریشان رہتے ہیں، سوچ کا یہ فرق دونوں کی زندگی کے ہر مقام پر نمایاں نظر آتا ہے''۔

یعنی اولیائے کرام کی زندگی زُہد کا عملی نمونہ ہوتی ہے، زندگی کے کسی موڑ پر ان کے قلوب میں دنیا اور اسبابِ دنیا کے ساتھ تعلق کی کوئی جگہ نہیں ہوتی، حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز نے احبابِ طریقت کو مستقل ہدایت فرما رکھی تھی کہ:

پیر خانوں کے مروجہ دستور کے برخلاف دربار شریف میں خالی ہاتھ آیا کریں یہاں اپنے گھر کی طرح رہیں کسی قسم کا تکلّف نہ کیا کریں، آپ نے فرمایا:

''اس میں شک نہیں کہ بزرگوں کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کرنا ادب کے قرینوں میں سے ایک قرینہ ہے مگر زمانہ میں اب تغیر آچکا ہے، حالات یکساں نہیں رہتے ہوسکتا ہے کہ کسی وقت حالات آپ کا ساتھ نہ دیں اور یہ عادت باہمی ملاقات میں حائل ہوجائے جو کسی طور پر مناسب نہیں، اگر کسی سنگی کا نذرانہ یا خدمت لوٹا دی جائے تو اس کی آزردگی کا باعث ہوتا ہے''۔

احبابِ طریقت کو آپ عموماً ان الفاظ میں نصیحت فرمایا کرتے تھے:

''اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا فانی اور عارضی ہے، یہ مقصدِ حیات نہیں، یہاں نجات کی فکر کرنی چاہیے، مگر ترکِ دنیا (رہبانیت) کی راہ سے نہیں، انسان کی جسمانی ضروریات ہیں، اعزہ واقرباء کے حقوق اس کے ذمہ ہیں جن کو ادا کرنا اس پر لازم ہے،

لہٰذا دولت کماؤ لیکن اسے زندگی کا مقصد نہ بنالو بلکہ حصولِ مقصد (آخرت کے مواخذہ سے نجات) کیلئے اسے خرچ کرو"۔

کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے:

"دنیا فی نفسہا بری نہیں، برائی اس دنیا کی ہے جو نفس کی خواہشات کا آلہ بنے، اگر احکامِ شریعت کی حمایت اور تائید میں دنیا کا مال و دولت صرف ہو اور اسے احکامِ شرع کے مطابق حاصل کیا جائے تو اس میں کوئی بُرائی نہیں"۔

اولیائے کرام کی خانقاہوں پر ہوسِ زر کے پجاریوں کا تسلط ہے شاہین صفت اولیائے عظام کے مقدس نشیمنوں پر زاغ وزغن کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والوں کا قبضہ ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجموعی صورت حال پر جامع تبصرہ فرماتے ہوئے اور خانقاہِ سلطانیہ اور خانقاہِ فتحیہ میں خواتینِ خانہ تک کے افراد کے زُہد وایثار کو یوں بیان فرمایا:

"دُرویشی اصل میں پاکیزہ چیز تھی، مگر اب دنیا طلبی کا ذریعہ بن گئی ہے، خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری خواتینِ خانہ بھی ایثار کے جذبہ سے لبریز ہیں، ہمیشہ کوشش کرتی رہتی ہیں کہ حاجت مندوں کو ان کا حصہ ملتا رہے دربارِ عالیہ میں کچھ جمع نہ ہو، یہ رجحان انہیں حضرت مائی صاحبہ کلاں رحمۃ اللہ علیہا سے ورثہ میں ملا ہے، ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہر اچھی چیز کسی موزوں مقام پر پہنچ جائے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہزاروں لاکھوں روپے نذرانے آتے، لیکن آپ کے زُہد کا یہ عالم تھا کہ غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے ان کو کارہائے خیر کی مختلف مدات میں تقسیم فرما کر متعلقہ افراد کے حوالہ فرما دیتے اور خالی ہاتھ ہو جاتے، نذرانوں کی آمدنی کا ایک ایک پیسہ آپ امانت خیال فرماتے اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کیلئے اس

میں کچھ بھی پاس نہ رکھتے۔

ایک دفعہ فرمایا:

’’کبھی کبھار جب پوتے، نواسے اور نواسیاں آتی ہیں تو ان کو رخصت کرتے وقت وسائل کی تنگی کا احساس ہوتا ہے، بندہ کے پاس اپنا ذاتی کچھ اثاثہ نہیں ہوتا، جس سے ان کی دل جوئی کی جائے، سنگی جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ امانت ہوتا ہے اور اس میں اپنی ذات کیلئے ایسے اخراجات کرنے کا میں اپنے آپ کو مُجاز نہیں سمجھتا بلکہ ان امانتوں کو مدارس، مساجد اور دیگر رفاہی کاموں میں صرف کر دیا جاتا ہے، سنگی اس اعتماد کے ساتھ نذرانے پیش کرتے ہیں کہ کسی کارِ خیر میں صرف ہوں گے‘‘۔

ایک دفعہ یوں فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج تک دل میں خیال نہیں آیا کہ کچھ اپنی ذات کیلئے رکھ لیا جائے‘‘۔

یہ فرما کر یہ شعر پڑھا ؎

ہے ایہہ بھیت چھپاون جوگا کہیا مول نہ جاوے
جے تینوں سمجھاواں نائیں کون تینوں سمجھاوے

ایک دفعہ آپ نے یوں فرمایا:

’’مال و دولت کی محبت کم و بیش ہر کسی میں پائی جاتی ہے، مگر بندہ عاجز میں مال کی محبت نہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے رکھے اور مال و دولت کے فتنوں سے محفوظ رکھے‘‘۔

ایک دن یوں فرمایا:

''درویش کا سرمایہ سادگی ہوتا ہے، وہ کم پر گزارہ کرتا ہے، زیادہ کی خواہش نہیں رکھتا، دنیا کی آلودگیوں سے اپنے دامن کو تر ہونے سے بچائے رکھتا ہے، ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہی تعلیم دی، خود حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بوقتِ وصال بصورتِ لباس سہ پارچہ بدنی ہی تھے جو آپ نے زیب تن فرما رکھے تھے۔

فیصل آباد کے ایک سنگی تھے، ایک دفعہ انہوں نے ایک لاکھ روپے نذرانہ پیش فرمایا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے لوٹا دیا، انہوں نے پروفیسر اکبر داد صاحب کے ذریعہ قبول کرنے پر اصرار کیا لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا، بوقتِ ملاقات ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جب میں نے دل پر نگاہ ڈالی تو نہ اسے روپے آنے کی خوشی تھی اور نہ جانے کا غم، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بزرگوں کا فیضان ہے۔

عمر مبارک کے آخری دور میں اپنی غذائی ضروریات کے بارے میں فرمایا:

''آدھی روٹی اور سالن جو مل جائے کھالیتا ہوں، سالن میں نہ مرچ ہوتی ہے نہ نمک''۔

اور لباس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''ہم خدا کے مہمان ہیں، مالک چھوٹا دے یا لمبا قبول ہے، وہی ذات ان گنت اور ان منت پہنچاتی ہے''۔

آپ قدس سرہ کی خواہش ہوا کرتی تھی کہ ہر آنے والے مہمان کو بوقتِ رخصت کچھ عطا کیا جائے، اللہ تعالیٰ آپ کی یہ خواہش پوری ہونے کے اسباب مہیا فرما دیا کرتا تھا لیکن آپ نے کسی عقیدت مند کے مال و متاع میں کبھی دلچسپی کا اظہار نہ فرمایا۔

ایک دفعہ رخصت کے وقت ایک صاحب کو پچاس روپے اور بچوں کیلئے مٹھائی کا

توکّل علی اللہ

توکل عربی زبان کا لفظ ہے جو "وَکَالَۃ" سے ماخوذ ہے۔

اس کا معنی ہے:

''کسی پر بھروسہ کر کے اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دینا تاکہ وہ اسے سرانجام دے''

اور توکل علی اللہ کا معنی ہے کہ آدمی اسباب پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے اور اپنے تمام معاملات اسی کو سونپ دے۔

ایک انسان دوسرے کو بھروسہ کے قابل تب سمجھتا ہے جب اس میں تین صفات موجود ہوں۔

۱......علم ۲......قدرت ۳...... ہمدردی اور شفقت۔

ذرا مفصل انداز میں یوں سمجھئے کہ:

۱......جس شخص پر آپ اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں اس کے بارے میں آپ کو پورا یقین ہوتا ہے کہ وہ میرے تمام حالات سے بخوبی واقف ہے، میری ضرورتوں کو پوری طرح جانتا ہے، اگر اس میں یہ صفت موجود نہ ہو تو وہ آپ کو کس طرح فائدہ پہنچا سکے گا۔

۲......جو کام آپ اس کے سپرد کر رہے ہیں اس کے بارے میں آپ کو وثوق ہوتا ہے کہ وہ اسے انجام دینے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، اگر اس میں یہ قدرت اور صلاحیت نہ ہو تو وہ کس طرح آپ کا کام پوری طرح کر سکے گا۔

۳......آپ اس وقت اپنا کام کسی کے سپرد کریں گے جب آپ کو کامل وثوق ہو کہ وہ

آپ کا ہمدرد اور شفیق ہے، اگر یہ صفت اس میں موجود نہ ہو تو اس کی وسیع معلومات اور کامل قدرت آپ کے کسی کام نہ آسکے گی اور آپ اپنا معاملہ ہرگز اس کے سپرد کرنے پر تیار نہ ہوں گے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ یہ تینوں صفات کامل ترین اور جامع ترین انداز میں صرف ذاتِ باری تعالیٰ میں موجود ہیں، وہ ہمہ وقت ان صفات سے موصوف ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ.

ترجمہ: ''اہلِ ایمان کو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیۓ''۔

نیز فرمایا:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. ⁽¹⁾

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کیلئے کافی ہوتا ہے۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی معاملہ میں کامیابی کے حصول کیلئے جتنے اسباب اور ذرائع پیدا فرما رکھے ہیں ان کو حتی المقدور کام میں لایا جائے لیکن کامیابی کے حصول میں ان پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ اعتماد اور بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت پر ہو، یاد رکھیے توکل ترکِ اسباب وذرائع کو نہیں کہتے بلکہ اسباب وذرائع پر بھروسہ کے ترک کردینے کا نام توکل ہے، حقیقتِ توکل کی بہترین وضاحت درج ذیل حدیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے:

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی اونٹنی کو

---

(1) الطلاق۔آیت ۳

باندھوں یا خدا پر توکل کر کے اسے کھلا چھوڑ دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ا......عَقِلْهَاوَتَوَکَّلْ۔ ا یعنی پہلے اس کو باندھ پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔

کسی مقصد کے حصول کیلئے اسباب کو روبعمل لانا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور اعمال سے ثابت ہے، مدینہ منورہ کی حفاظت کیلئے آپ نے خندق کھودی، جنگ میں زِرہ زیب تن فرمائی اور سفر میں زادراہ اپنے ہمراہ رکھا وغیرہ۔

توکل کی حقیقت جن خوش نصیب لوگوں کے ایمان کا حصہ بن جاتی ہے وہ کبھی بھی کسی میدان میں بے حوصلہ اور ناامید نہیں ہوتے بلکہ اس صفت سے ان کے دلوں میں ایسی قوت نصیب ہوتی ہے کہ وہ تمام لوگوں سے قوی تر ہو جاتے ہیں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّکُوْنَ اَقْوَی النَّاسِ فَلْیَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ۔ [1]

ترجمہ: ''جو یہ امر پسند کرے کہ وہ تمام لوگوں سے قوی تر ہو تو اسے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے''۔

نیز یہ صفت بندے کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی حیاتِ مبارکہ کا لحہ لحہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی ذات پر بھروسے کا آئینہ دار تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیں حرص، لالچ اور دستِ سوال دراز کرنے سے منع

---

[1] صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۶ حدیث رقم ۷۲۹ کنز العمال جلد ۳ ص ۱۰۱ حدیث رقم ۵۶۸۷

فرمایا کرتے تھے،اور یہ بات بار بار دھراتے تھے کہ:

اگر تم اپنے حال پر قائم رہے تو مرغ اور حلوا بھی قبول نہ کرو گے اگر قائم نہ رہ سکے تو ہاتھ ٹھوٹھا اور دیس موکلا۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز پر توکل نہ کرو گے تو ہاتھ میں کاسۂ گدائی ہوگا اور وسیع دنیا ہوگی جس کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے گا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اظہارِ تشکّر کے طور پر فرمایا:

"توکل کا سبق مجھے حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے ملا، اور یہ میرے ضمیر میں گوندھ دیا گیا ہے"۔

آپ قدس سرہ العزیز کو مساجد کی تعمیر کا شوق تھا، ان پر اٹھنے والے اخراجات کے باعث اکثر قرض کی نوبت آتی رہتی تھی، بعض اوقات تو سالوں تک اس کی ادائیگی کی صورت نہ بن پڑتی تھی، جب کسی مسجد یا کسی دیگر فلاحی کام کے نتیجے میں قرض چڑھتا تو آپ بے ساختہ فرمایا کرتے تھے اللہ ہی اللہ ہے اور جو سنگی سامنے موجود ہوتا اسے مخاطب ہو کر فرماتے اللہ ہی اللہ ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت اپنی حاجات اور ضروریات کیلئے بارگاہِ ربوبیت میں متوجہ رہتے، عمر بھر کسی دنیادار سے اپنی ضرورت پیش نہ فرمائی، بلکہ ان کی ضروریات اور حاجات آپ کے در سے پوری ہوا کرتی تھیں آپ فرمایا کرتے تھے:

"ہم دُرویش ہیں، ہماری نگاہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے وہ کارسازِ حقیقی ہے، جو اس کشتی کو اپنے فضل سے بطریق احسن چلا رہا ہے، اس کی ذات سے توجہ ہٹانا اور ماسویٰ کی خوشنودی کے پیچھے پڑنا ہمیں زیب نہیں دیتا"۔

اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر کامل توکل کرنا اپنے ہم عصروں میں صرف آپ ہی کا امتیازی وصف نہ تھا بلکہ آپ کے آباؤ اجداد میں بھی یہ صفت بدرجہء اتم پائی جاتی تھی، آپ نے اپنے اَخلاف اور سنگیوں کو اسی کی تلقین فرمائی اور فرمایا:

''ہمارے اسلاف کی زندگیاں کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہیں، انہوں نے بقدرِ ضرورت پر اکتفا فرمایا، اپنی زندگیاں شریعتِ مطہرہ کے مطابق بسر کیں لوگوں کو نیکی اور خیر کا رستہ دکھایا، ان کی رہنمائی کیلئے مساجد کو اپنا مسکن بنایا، کل کی بات ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے روحانی پیشوا تھے، مگر بوقتِ وصال زیب تن ایک جوڑا ہی کل کائنات تھی، آپ کی باقیات سے کوئی دوسرا جوڑا برآمد نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کا یہ عالم تھا اور تجہیز و تکفین سے اتنی بے اعتنائی کہ گھر میں ایک پائی تک نہ تھی، ایک صاحب حیثیت روحانی پیشوا کی اس سے بڑھ کر بے نیازی اور توکل کیا ہوسکتا ہے کہ وجہ کفاف سے کوئی دلچسپی نہ تھی، لوگوں کی خیر خواہی اور ان کو دین سے آگاہ کرنے کا جذبہ انہیں محلہ سے مسجد کے جوار میں لے گیا، اپنے آبائی مکان کو خیر باد کہہ دیا، مسجد سے ملحق ایک کچا مکان بنالیا تاکہ مسجد کی صفائی اور اس کی آبادی کا موقعہ ملتا رہے، اور سنگیوں کو وہاں آنے میں دقت نہ ہو''۔

یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر کامل توکل کا ثمرہ تھا کہ حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز نے ساری عمر مساجد کی تعمیر وغیرہ کے عظیم منصوبوں کیلئے وسائل، اسباب اور ذرائع کبھی تلاش نہ فرمائے، بلکہ اللہ کا نام لے کر کام شروع کردیا تو وسائل خود بخود مہیا ہونے شروع ہوجاتے گویا وسائل آپ کی ذات والا صفات کی تلاش میں رہتے کہ کب آپ ہمیں اپنے حضور حاضری کا موقع دیتے ہیں۔

سینکڑوں مساجد آپ نے تعمیر کرائیں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی ان کیلئے چندہ اکٹھا نہیں کیا، نہ کسی کو اس کی اجازت عطا فرمائی، ابتداء میں کچھ سنگیوں کا خیال تھا کہ احبابِ طریقت کارہائے خیر میں جو رقوم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کرتے ہیں ان کا شکریہ بذریعہ مکتوب ادا کر دیا جائے، جب آپ نے اس تجویز کو سنا تو فرمایا بھلا ہم کیوں ان کا شکریہ ادا کریں، انہیں ہمارا شکر گزار ہونا چاہئے کہ ان کی کمائی ہم نیک کاموں میں صرف کر رہے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''ہمارے سامنے کوئی پروگرام نہیں ہوتا نہ کسی پروگرام کو انتہا تک پہنچانے کا عزم، یہی وجہ ہے کہ ہمارے کئی کام برسوں سے ادھورے پڑے رہتے ہیں، ہم ان کے لئے وسائل تلاش نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ وقت پر ان کی تکمیل کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے، اپنا کام بس اتنا ہے کہ جب کسی کام پر دل جم جائے تو ہم اسے شروع کر دیتے ہیں، انجام تک پہنچانا مالکِ حقیقی کا کام ہے، مسبّبُ الاسباب اور کارساز وہی ہے، اپنی مہربانی سے کام آسان کر دیتا ہے۔

آپ قدس سرہ العزیز کی متوکلانہ زندگی کا اظہار آپ کے درج ذیل ملفوظ شریف سے ہوتا ہے، فرمایا:

''ہم خدا کے مہمان ہیں، وہ ہمیں لباس چھوٹا دے یا بڑا قبول ہے، وہی ذات ہے جو ان گنت اور ان منت پہنچا رہی ہے''۔

ذوقِ عبادت

سیدی و مرشدی، مولائی و ملجائی حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کے جسم و جان اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں گندھے ہوئے تھے، آپ کے قلب و نظر اور دل و دماغ پر اسی پاکیزہ محبت کا تسلط تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ کا ہر ہر عمل ان کی رضا کا مظہر اور ہر ہر سانس ان کی یاد کیلئے وقف تھا، عزیمت پر عمل کرنا آپ کو محبوب تھا، رخصتوں پر عمل سے گریز فرمایا کرتے تھے، اس کی چند مثالیں ذیل میں درج ہیں:

☆ جب سے نماز فرض ہوئی اس وقت سے لے کر آخر عمر تک سفر میں ہوں یا خانقاہ شریف میں مقیم، علالت ہو یا صحت، نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام رہا، اسی لئے جب سفر اختیار فرماتے تو ایک یا دو یا اس سے زائد سنگی ہمراہ ہوتے تاکہ نماز باجماعت فوت نہ ہونے پائے، زندگی بھر ایسا موقعہ نہ آیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تنہا بغیر جماعت کے فرض نماز ادا فرمائی ہو۔

☆ آخر عمر کے کچھ حصہ میں مسلسل نفلی روزہ رکھنا معمول رہا، جب تک صحت نے ساتھ دیا سفر و حضر میں اس پر مواظبت فرمائی۔ اس معمول میں صرف ایامِ منہیہ کا استثناء تھا۔ چنانچہ ۲۶/اکتوبر ۱۹۹۵ء/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ جمعرات کے دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نظر کی چیکنگ کرانے کیلئے ٹیکسلا ہسپتال تشریف لے گئے، جانے اور آنے کا یہ سفر ایک ہی دن میں فرمایا نمازِ مغرب سے قبل واپس تشریف لائے، طویل مسافت اور ضعفِ بدن کے باوجود آپ

نے روزہ کا ناغہ کرنا گوارا نہ فرمایا، حالاں کہ جسم مبارک پر تھکن کے آثار نمایاں تھے۔

یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ حالات کی تبدیلی کے باعث کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بظاہر رخصت کا عمل کسی کیلئے عزیمت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، ان حالات میں بظاہر رخصت اپنانا عزیمت کا درجہ پالیتا ہے، اور عزیمت پر عمل کرنا عدمِ جواز کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کبھی اور آخر عمر میں بالعموم جو تیمم سے نمازیں ادا فرمائیں یا بیٹھ کر اور چارپائی پر لیٹ کر نمازیں ادا کیں وہ اسی قبیل سے تھیں، اس حالت میں تیمم کرنا، بیٹھ کر یا لیٹ کر اشاروں سے نماز ادا کرنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے عزیمت کا درجہ حاصل کر چکا تھا۔ کیوں کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَاتُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ۔

اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

جیسا کہ آپ آئندہ سطور میں پڑھیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

☆ حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کا معمول مبارک تھا کہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھونے کی سنت پر عمل فرمایا کرتے تھے، اس کیلئے آپ خود باتھ روم میں تشریف لے جاتے اور ہاتھ دھوتے، اس عمل میں کسی کی مدد کے طالب نہ ہوتے حالاں کہ خُدّام کی کثیر تعداد موجود ہوتی، جو یہ خدمت بجالانا اپنی سعادت کا سامان خیال کرتے تھے۔

☆ آپ بالعموم کوزے سے وضو فرمایا کرتے تھے، اگرچہ ٹونٹی کی سہولت میسر تھی، کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلافِ کرام کا یہی معمول تھا، نیز ٹونٹی سے وضو کرنے کی صورت میں پانی کے اسراف کا خدشہ تھا، اور شریعتِ مطہرہ کی نظروں میں یہ

پسندیدہ نہیں۔

☆ صاحبزادہ محمد اقصد صاحب مدظلہ العالی بیان کرتے ہیں دورانِ علالت جب آپ کو غسل دیا گیا تو اس میں پانی ذرا زیادہ استعمال ہو گیا، غسل سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے خادمِ خاص حافظ فضل کریم صاحب کو فرمایا آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ میں زندگی بھر وضو اور غسل میں کس مقدار سے پانی استعمال کرتا رہا ہوں، آپ کو اس کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔

☆ عزیمت پر عمل کرنے کے سلسلہ میں آپ چھوٹی چھوٹی جزئیات کا بھی بڑا دھیان رکھا کرتے تھے، حتیٰ کہ اپنے پاپوش مبارک کا رُخ بھی قبلہ کی جانب رکھنے کا التزام فرمایا کرتے تھے۔

۷ مارچ ۱۹۹۵ء/ ۵ شوال ۱۴۱۵ھ منگل کے دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ آپ کے پاپوش مبارک کا رُخ شمالاً جنوباً ہے، کسی پیغام رساں خادم کی بے احتیاطی کے باعث اس کا رُخ بدل گیا، جونہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس پر پڑی آپ نے اسے قبلہ رُخ کر دیا۔

☆ اسی طرح حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ اس امر کا التزام فرماتے کہ پاپوش مبارک پہنتے وقت پہلے دائیں پاؤں میں پہنیں، اس کا خلاف آپ کی طبیعتِ مبارکہ کو ناگوار تھا۔

چنانچہ ۱۲۲ اپریل ۱۹۹۱ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ پانچ بج کر بیس منٹ پر اُٹھے، آنکھوں کے تازہ آپریشن کے باعث نظر پوری طرح کام نہیں کر رہی تھی، اس گمان پر کہ پاپوش کچھ فاصلہ پر ہے آپ نے چلنا شروع فرما دیا آپ کا بایاں پاؤں اتفاق سے پاپوش مبارک پر پڑا، آپ نے فوراً اسے کھینچ لیا، اور دایاں پاؤں بڑھا کر پاپوش مبارک پہنا۔

آپ اپنی پاپوش مبارک خود اٹھایا کرتے تھے، باوجود اصرار کے بہت کم کسی سنگی کو

اٹھانے دیتے۔

☆ صاحبزادہ اقصد صاحب مدظلہ العالی بیان کرتے ہیں کہ حاجی عبدالشکور خالد صاحب لاہور والے روایت کرتے ہیں کہ میں قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں تھا ایک جگہ آپ نے اپنے پاپوش مبارک اتارے میں نے اٹھانے کی کوشش کی آپ نے فرمایا سنگی ساتھ جوتیاں اٹھانے کے لئے نہیں ہوتے۔

☆ نیکی کے کاموں میں دائیں ہاتھ کا استعمال محبوب ومرغوب ہے، عام لوگ تسبیحاتِ فاطمیہ یعنی نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھنے کیلئے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں کو استعمال کرتے ہیں لیکن حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز اس عمل میں صرف دائیں ہاتھ کے پوروں کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔

☆ آخری علالت جس کے باعث آپ قیام، رکوع اور سجود کرنے سے معذور ہو چکے تھے، اور ہمہ وقت بستر پر دراز رہتے، اس وقت بھی نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام جاری رکھا، کچھ عرصہ تک نماز مسجد شریف کے متصل جنوبی حجرہ میں باجماعت اس طرح ادا فرماتے کہ مسجد کے ساتھ حجرہ کا دروازہ کھلوا لیتے، دروازہ کے قریب کسی سنگی کو کھڑا کر لیتے اور خود چارپائی پر تشریف فرما ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے، ان میں فجر کی نماز بھی شامل ہوتی جو دربارِ عالیہ میں طویل قرأت کے ساتھ ادا کرنے کا معمول ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ وہ نماز بھی اسی طرح باجماعت ادا فرماتے رہے۔

☆ منگلا والے مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مجھے آپ نے رات حجرہ میں ساتھ رہنے کی سعادت عطا فرمائی، نمازِ فجر کے وقت فرمایا تم دروازہ کے ساتھ کھڑے ہو کر امام صاحب کی اقتداء کی نیت کرو تا کہ حجرہ میں بھی صف بن جائے

اور میں اکیلا مقتدی نہ رہوں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حکم کی تعمیل کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح نماز باجماعت ادا فرمائی۔

☆ ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء رات کو شدید درد، بخار اور کمزوری کے باعث آپ رحمۃ اللہ علیہ نمازِ عشاء کے بعد نمازِ تراویح میں شامل نہ ہو سکے، آپ نے اس روز کی کیفیت کو یوں بیان فرمایا:

فرض نماز کے بعد بیٹھ بھی نہ سکتا تھا، سینہ کی تکلیف اتنی شدید تھی کہ حرکت کرنا بھی میرے لئے بے حد دشوار تھا، اس سے قبل اتنی بے بسی کبھی نہ ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا، سحری کے وقت نمازِ وتر ادا کی، اور اس ادائیگی کے دوران ایسا گریہ مجھ پر طاری ہوا کہ روکتے نہ رکتا تھا، گریہ کی یہ کیفیت تادیر جاری رہی، وتروں کی ادائیگی کے بعد خیال آیا کہ بندہ زمانہء طفولیت سے نماز کی ادائیگی کا عادی ہے، جب سے نماز شروع کی ہے اس کی باجماعت ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی ناغہ نہیں ہوا، ستر بہتر سال کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ علالت نے حائل ہو کر نمازِ تراویح باجماعت ادا کرنے سے محروم رکھا، یہ خیال آتے ہی دوبارہ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

اس ایک نماز باجماعت کے فوت ہونے کا غم طبیعتِ مبارکہ پر اتنا شدید تھا کہ الحاج منیر حسین مجددی صاحب اپنی یادداشتوں میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں اس روز ساڑھے تین بجے بعد دوپہر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گزشتہ رات کی کیفیت بیان فرمائی اور اس کے بعد پھر مصروفِ گریہ ہو گئے۔

☆ بہاری شریف کے جناب سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ:

ایک دفعہ خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ سنگیوں سمیت باولی شریف مزاراتِ شریف پر حاضر ہوئے، زیارت وفاتحہ مسنونہ کے بعد جب واپس آ رہے تھے تو چوا کریالہ اسٹیشن کے

قریب مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، وضو کیلئے پانی تلاش کیا لیکن کہیں قریب سے نہ مل سکا، اتفاق سے سنگیوں میں کسی کا وضو نہ تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بروقت نماز کی ادائیگی کیلئے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سرائے عالم گیر کی جانب دوڑنا شروع کر دیا، دوسرے سنگیوں نے بھی آپ کی اتباع میں دوڑنا شروع کر دیا، آپ اتنا تیز دوڑے کہ میرے سوا کوئی آپ کو نہ مل سکا، باقی سنگی پیچھے رہ گئے، آپ نہر کے پل کے قریب ملتانی شاہ صاحب کی مسجد میں پہنچے وہاں وضو فرمایا اتنے میں سنگی بھی پہنچ گئے، انہوں نے بھی وضو کیا اس طرح نمازِ مغرب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سنگیوں سمیت باجماعت وقت کے اندر ادا فرمائی۔

☆ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے طریقت کے اوراد ادا فرمانے میں بہت پابندی فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات ان میں اس قدر شدید انہماک پیدا ہو جاتا کہ گردو پیش کے ماحول سے بے خبر ہو جاتے، پوری توجہ ان کی طرف مرکوز ہو جایا کرتی تھی۔

صاحبزادہ محمد معروف صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۷۷ء یا ۱۹۷۸ء کی بات ہے کہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ خانقاہِ سلطانیہ جہلم میں مقیم تھے، آپ اپنے حجرہ شریفہ میں بیٹھے اوراد میں مصروف تھے، بفہ شریف یا سوات شریف والے صاحبزادہ صاحب آئے تھے اور وہ رخصت ہو چکے تھے، میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، اور چارپائی کے قریب بیٹھا تھا، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ سامنے چابی لٹکی ہوئی ہے اسے لے جاؤ اور جس کمرے میں صاحبزادے رہے ہیں اسے تالا لگا آؤ، میں حکم کی تعمیل میں اٹھا آپ کے سامنے سے چابی لی جا کر کمرے کو تالا لگایا اور واپس آ کر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے تم کو کہا تھا کہ چابی لے جا کر کمرے کو تالا لگا آؤ آپ

گئے نہیں یہیں بیٹھے ہیں، میں نے عرض کی جناب! میں کمرہ بند کر کے، تالا لگا کے آیا ہوں تو آپ نے فرمایا مجھے تو پتہ نہیں چلا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذوقِ عبادت کا تقاضا تھا کہ معذوری کے عالم میں بھی اپنے معمولات پابندی سے ادا فرمایا کرتے تھے، پہلے ایک آنکھ کی نظر نزول الماء کے باعث بند ہوئی، پھر ۱۷ اگست ۱۹۹۰ء کو دوسری آنکھ سے نظر آنا بھی بند ہوگیا، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معمولاتِ مبارکہ کے تسلسل کو برقرار رکھا۔

اس کی صورت کیا تھی؟ اس سے جناب الحاج منیر حسین مجددی صاحب اپنے مشاہدے کی بنا پر یوں پردہ کشائی کرتے ہیں، انہوں نے اپنی یادداشتوں میں تحریر کیا کہ:

۵ ستمبر ۱۹۹۰ء کو مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باریابی کا شرف عطا فرمایا، میں نے دیکھا کہ حضرت استاد محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دلائل الخیرات شریف کی بدھ کی منزل بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں اور حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ ساتھ پست آواز سے دہرا رہے ہیں۔

قرآنِ مجید کی روزانہ منزل پورا کرنے کا حل آپ نے یہ تجویز کیا پہلے نوافل میں قرآن مجید سنایا جاتا تھا پھر اسے نمازِ فجر کی قرأت میں شامل کر لیا گیا، اس طرح آپ کے طفیل سارے نمازی قرآن مجید کی سماعت سے فیض یاب ہونے لگے، یہ سلسلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی جاری ہے، جو احبابِ طریقت کیلئے ایک مستقل سبق ہے۔

سید منیر حسین شاہ صاحب آف ڈسکہ نے اپنی یادداشتوں میں تحریر کیا کہ:

غالباً ۱۹۶۷ء کی بات ہے حضور خواجہء عالم راولپنڈی بینک سکوائر حاجی احمد جان صاحب کی مسجد میں قیام پذیر تھے، وہاں سے آزاد کشمیر تشریف لائے رستے میں حاجی

آباد، نیوافضل پور، سہر منڈی، اصحابِ رڈاگل پور، گلہار شریف، نکہ، کڑتی وغیرہ قیام ہوتا رہا، ہر جگہ حضور کی عظمتوں کا ظہور ہوتا رہا اور ہدایت کا نور بکھرتا رہا، اس سفر میں اوّل سے آخر تک بندہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رکاب رہا، حضور خواجہء عالم بے پناہ شفقتوں سے نوازتے رہے، حاجی آباد کی وہ مسجد جہاں تاجدارِ تصوف اُمّ الاولیاء جناب کی والدہ محترمہ جناب بڑے مائی صاحبہ کی پالکی رکھی تھی جو مسجد تزئین کے ساتھ دوبارہ ستمبر ۲۰۰۸ء میں مکمل ہوئی ان دنوں پہلی مرتبہ زیرِ تعمیر تھی، ایک رات یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تھا، بوجہ زیرِ تعمیر ہونے کے صرف جنوبی حجرہ ہی قیام کے قابل تھا، نمازِ عشاء کے بعد اس حجرہ میں قیام تھا، شدید سرد موسم تھا، ہلکی ہلکی بارش بھی تھی، رات دس بجے لیٹنے کا حکم ہوا، حضرت خواجہء عالم بھی اپنے غلاموں کے ساتھ لیٹ گئے، مجھے اُبلی (صراحی نما لوٹے کا کوزہ) دی، اور فرمایا اس میں پانی گرم ہے سنبھال کر رکھو، صبح کام آئے گا، بندہ نے اس پر اپنی چادر لپیٹ دی، لیٹنے کے تھوڑی دیر بعد اٹھا تو دیکھا کہ آپ دوزانو مراقب ہیں، کوزہ میں پانی دیکھا تو موجود تھا، کچھ دیر انتظار رہا کہ شاید آپ طلب فرمائیں، مگر ایسا نہ ہوا، کچھ دیر بعد جناب نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ لیٹ جاؤ، بندہ لیٹ گیا، دوبارہ سحری کو بیدار ہوا تو آپ بدستور مراقبہ میں مشغول تھے، حتیٰ کہ فجر کی نماز کیلئے بھی نئے وضو کی ضرورت محسوس نہ فرمائی۔

ذکر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا. ①

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو''۔

صحابی رسول حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَلَااُخْبِرُكُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ اَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِیْكِكُمْ وَخَیْرٌلَّكُمْ مِّنْ اِعْطَاءِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَیْرٌلَّكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی. ②

ترجمہ: کیا میں تمہیں تمہارے مالک کے ہاں بہترین، تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والے اور تمہارے پاکیزہ ترین عمل کے بارے میں نہ بتاؤں اور جو تمہارے (رب تعالیٰ کی راہ میں) سونا، چاندی خیرات کرنے سے بھی بہتر ہے اور اس سے بھی افضل ہے کہ تم اپنے دشمن کفار کے آمنے سامنے آؤ، تم ان کو قتل کرو اور وہ تمہیں شہید کریں، حاضرینِ مجلس نے عرض کیا کیوں نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ

---

① الاحزاب. ۴۱ ② مؤطاء امام مالک مع شرح الزرقانی جلد ۲ صفحہ ۴۲، ۴۳

نے بافادہ تصحیح اور امام عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ①

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَاعَمِلَ ابْنِ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ اَنْجیٰ لَهُ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. ②

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر اس کے عذاب سے انسان کو نجات دلانے والا کوئی اور عمل نہیں ہے''۔

اس حدیث مبارک کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ بن جبل رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَلذِّكْرُ مَنْشُوْرٌ لِوِلَايَةٍ فَمَنْ وُفِّقَ الذِّكْرُ فَقَدْ اُعْطِيَ الْمَنْشُوْرَ وَمَنْ سُلِبَ الذِّكْرُ فَقَدْ عُزِلَ. ③

ترجمہ: ''ذکر ولایت کی سند ہے جسے ذکر کی توفیق مل گئی اسے یہ سند عطا کر دی گئی اور جس سے ذکر کی توفیق چھن گئی وہ اس منصب سے معزول کر دیا گیا''۔

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ خَصَائِصِ الذِّكْرِ اَنَّهُ غَيْرُ مُوَقَّتٍ بَلْ مَامِنْ وَقْتٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ اِلَّا وَالْعَبْدُ مَاْمُوْرٌ بِذِكْرِ اللّٰهِ اِمَّا فَرْضًا وَّاِمَّا نَدْبًا وَّالصَّلٰوةُ وَاِنْ كَانَتْ اَشْرَفَ الْعِبَادَاتِ فَقَدْ لَاتَجُوْزُ فِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَالذِّكْرُ بِالْقَلْبِ مُسْتَدَامٌ فِيْ عُمُوْمِ الْحَالَاتِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ. ④

ترجمہ: باقی عبادات میں سے ذکر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی معین

---

① زرقانی علی الموطاء ج۲ ص۴۲ ② موطاء امام مالک مع شرح الزرقانی جلد۲ صفحہ۴۴
③ رسالۂ قشیریہ جزو۳ صفحہ۲۸۰ ④ رسالہ قشیریہ جزو ۳ صفحہ ۲۸۵/۲۸۶

وقت نہیں ہے بلکہ ہر وقت بندے کو اس کے کرنے کا حکم ہے، خواہ فرض کے طور پر خواہ نفل کے طور پر اور نماز اگرچہ تمام عبادات سے افضل ہے لیکن وہ بعض اوقات میں جائز نہیں ہوتی جب کہ قلبی ذکر ہر حالت میں دوامی طور پر جاری رکھا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ اُٹھتے بیٹھتے اور اپنی کروٹوں کے بل لیٹ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''جنت کی زمین ہموار ہے جب ذاکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگتا ہے تو فرشتے اس میں درخت لگانا شروع کر دیتے ہیں اور جب کوئی فرشتہ ٹھہر جاتا ہے تو دوسرے فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تو کیوں رک گیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ جس ذاکر کیلئے میں درخت لگا رہا ہوں وہ سست ہو گیا ہے''۔ (۱)

صوفیائے کرام کا ارشاد ہے کہ:

''دل کا ذکر مریدوں کیلئے ایک تلوار ہے، اس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں، اور اسی کے ساتھ اپنے اوپر آنے والی آفات کو دور کرتے ہیں، بلا جب بندے کو گھیر لیتی ہے اور جب وہ دل سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً بندہ کی ناپسندیدہ چیز کو اس سے دور فرما دیتا ہے۔ (۲)

جب ہم حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز کی حیاتِ مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں تو عیاں ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی مبارک کا ہر سانس، ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد کیلئے وقف تھا، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، خاموشی اور گفتگو، جلوت وخلوت الغرض ہر حال

---

(۱) رسالۃ قشیریہ مع الشرح جزو۳ صفحہ۲۹۰ (۲) رسالۃ قشیریہ مع الشرح جزو۳، صفحہ۲۸۱

میں آپ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ذکر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل ودماغ بلکہ جسم مبارک کے روئیں روئیں میں سمایا ہوا تھا۔

آپ :یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ کی عملی تصویر تھے۔

آپ کی مجلس شریف میں بیٹھنے والے گواہ ہیں کہ دورانِ گفتگو بھی آپ کی تسبیح تیزی سے یا آہستہ آہستہ چلتی رہتی تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر ذکرِ الٰہی کی خیرات کو تقسیم فرمایا جو آیا خواہ کسی مقصد کیلئے آیا، دنیاداری کا مقصد لے کر آیا یا دین داری کا ہر کسی کو یہی اللہ کا ذکر تلقین فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہی خواہش ہوتی کہ:

ہر آنے والا ایسا ذاکر بن کر جائے کہ اسی کی پاک بارگاہ کا حقیقی بندہ بن جائے۔

آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے دنیا کی محبت سے دل سرد ہو جاتا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے دل آباد ہوتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنا ہی درویشوں کیلئے اکسیر اور تسخیر ہے، جو اس کا خواہش مند ہو ہم اسے اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

ذکرِ الٰہی کی تعلیم وتلقین صرف آپ ہی کا وظیفۂ حیات نہ تھا بلکہ یہ وظیفہ آپ کو اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اور آباء واجداد سے وراثت میں عطا ہوا تھا، چنانچہ آپ نے ایک دفعہ فرمایا:

”حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود زندگی بھر اللہ اللہ کرتے رہے جو آیا اسے بھی اللہ اللہ کرنا بتایا نہ خود اُڑے نہ کسی کو اُڑایا“۔

دوسری مجلس میں یوں ارشاد فرمایا:

ہمارے بزرگوں کے پاس جو آیا انہوں نے اسے اللہ اللہ کرنا سکھایا نہ خود اُڑے نہ کسی کو اُڑایا۔

ذکر کی کم از کم مقدار آپ یوں تلقین فرمایا کرتے تھے:

''نماز کے بعد اتنی دیر تک ذکر کرتے رہنا چاہئے جتنے وقت میں دو رکعت نفل ادا کی جاتی ہے، اگر اتنا وقت نہ ہو سکے تو اتنے وقت تک ذکر کرنا چاہئے جتنے وقت میں پیاس کی حالت میں ایک پیالہ ٹھنڈا میٹھا پانی پیا جاتا ہے''۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کے نزدیک ہماری تمام مشکلات، مصائب، اور تکالیف کا باعث اللہ تعالیٰ کے احکام میں کوتاہی اور اس کی یاد سے غفلت ہے، اور ان تمام کا حل اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری اور اس کی یاد میں مضمر ہے۔

چنانچہ کئی دفعہ جب سنگی اپنی پریشانیوں کا ذکر آپ کے سامنے کرتے تو آپ ان کو ذکر کی تلقین فرماتے اور فرمایا کرتے:

''بڑی برکت خدا کے نام میں ہے''۔

اسی طرح بعض دعاء کے خواستگار حضرات اپنی غربت کی شکایت کرتے تو آپ فرماتے:

اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہو جاؤ اس کے اوامر و نواہی کی پابندی کرو تمام تکلیفوں اور پریشانیوں کا حل اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے لیکن اس کیلئے استقامت شرط ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجالس میں ذکر کی اہمیت پر زور دیا کرتے تھے اور اس کی اہمیت کے پیش نظر آیت مبارکہ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا۔ خانقاہِ سلطانیہ جہلم اور خانقاہِ فتحیہ گلہار شریف میں مساجد کے سامنے نمایاں انداز میں لکھوا رکھی تھیں۔

مجاہدہ

مجاہدہ اور جہاد دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں اور ہم معنی ہیں۔

ان کا لغوی معنی ہے ''پوری محنت، مشقت اور لگن سے کوشش کرنا۔''

جب یہ لفظ اصطلاحِ تصوف میں مستعمل ہونے لگے تو ان کا معنی قرار پایا کہ:

''اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے حصول کیلئے ایسے اعمال پوری محنت اور مشقت کے ساتھ اپنائے جائیں جس کے نتیجہ میں برے اخلاق و عادات سے انسان کو چھٹکارا ملے اور اچھی عادات اور خصائل پیدا ہوں''۔

اسلامی تعلیمات مجاہدہ کو اپنانے کی تلقین کرتی ہیں۔

صوفیہ کرام نے اس کو اپنانے پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ. ⑴

ترجمہ: ''جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ اختیار کریں گے ہم ان کو اپنے قرب اور رحمت کے رستوں پر چلا دیں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اخلاص والوں کے ساتھ ہے''۔

صوفیہ کے سردار حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ طریقت حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یوں نقل فرماتے ہیں:

مَنْ زَيَّنَ ظَاهِرَهٗ بِالْمُجَاهَدَةِ حَسَّنَ اللّٰهُ سَرَائِرَهٗ بِالْمُشَاهَدَةِ. ⑵

⑴ العنکبوت.۶۹ ⑵ رسالہ قشیریہ مع شرح جلد۲ صفحہ۱۹۶

ترجمہ: جس نے اپنے ظاہر کو مجاہدہ سے آراستہ کرلیا اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ سے آراستہ فرما دیتا ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد یوں نقل فرماتے ہیں:

مَنْ ظَنَّ اَنَّهٗ يُفْتَحُ لَهٗ شَيْئٌ مِنْ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةِ اَوْيُكْشَفُ عَنْ شَيْئٍ عَنْهَا اِلَّا بِلُزُوْمِ الْمُجَاهَدَةِ فَهُوَ فِيْ غَلَطٍ. (۱)

ترجمہ: جس کو گمان ہو کہ طریقت کے کچھ اسرار مجاہدہ کے بغیر ہی کھل جائیں گے یا اس کے کچھ رموز اس پر عیاں ہو جائیں گے وہ غلطی پر ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیثِ نبوی ان الفاظ سے نقل فرمائی ہے:

اَجِيْعُوْا بُطُوْنَكُمْ وَاَعْرُوْا اَجْسَادَكُمْ وَاظْمَأُوْا اَكْبَادَكُمْ لَعَلَّكُمْ قُلُوْبُكُمْ تَرَى اللّٰهَ عَيَانًا فِي الدُّنْيَا. (۲)

ترجمہ: ''اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھو، اپنے جسموں کو ننگا رکھو، اپنے جگروں کو پیاسا رکھو تاکہ تم اپنے دلوں سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکو''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کتانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یوں نقل فرمایا:

مَنْ مَّعَكُمُ الْمُرِيْدُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْهِ ثَلَاثَةُ اَشْيَاءٍ نَوْمُهٗ غَلَبَةٌ وَّكَلَامُهٗ ضَرُوْرَةٌ وَّاَكْلُهٗ فَاقَةٌ. (۳)

ترجمہ: ''درویش کیلئے حکم ہے کہ اس میں یہ تین امور پائے جائیں: اس کی نیند غلبہ سے ہو۔ اس کی گفتگو ضرورت کی بنا پر ہو۔ اور اس کا کھانا فاقہ کے ساتھ ہو۔

---

(۱) الرسالۃ مع الشرح جلد ۲ صفحہ ۱۹۶، ۱۹۷ (۲) کشف المحجوب۔ صفحہ ۳۵۸

(۳) کشف المحجوب۔ صفحہ ۳۵۹

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فاقہ کی مقدار کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

فاقہ بنزدیک بعضے دوشبان روز بود وبنزدیک بعضے سہ شبانہ روز، وبنزدیک بعضے یک ہفتہ وبنزدیک بعضے چہل روز. ازاں چہ محققان براننڈ کہ جوع صادق چہل شبانہ روز یک بار بود. ①

ترجمہ: فاقہ بعض کے نزدیک دو روز وشب ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک تین رات دن کا بعض نے فرمایا ایک ہفتہ کا اور بعض کے نزدیک چالیس روز کا، محققین کا موقف یہ ہے کہ صحیح بھوک چالیس رات دن میں ایک بار ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کا عمل اور ارشاد جناب صوفی حیات علی مرحوم نے یوں بیان فرمایا کہ:

"سخت گرمی کا موسم تھا، آپ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، کچھ سنگی بھی آپ کے ساتھ تھے، سنگی تو موسم کی گرمی کے باعث رات کو چھت پر سوتے جب کہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ گرمی کی شدت کے باوجود اندر ہی قیام فرماتے، ایک روز آدھی رات کے وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے پوچھا ٹھنڈا پانی ہے میں نے اثبات میں جواب دیا، پھر پوچھا لسی ہے، میں نے عرض کی ہاں ہے، فرمایا پانی، لسی اور نمک لاؤ میں نے حکم کی تعمیل کی، فرمایا میرے بیگ میں ایک مالٹا ہے وہ لاؤ، میں نے مالٹا لا کر رکھ دیا، آپ نے اس مالٹا کو چیرا دو ٹکڑے کئے آدھا مجھے عنایت فرمایا اور آدھا خود تناول فرمایا اس کے بعد آپ نے لسی میں نمک اور پانی ملایا اور نوش فرمائی، پھر ارشاد فرمایا اب گزارہ ہو جائے گا کیوں کہ پانی پئے ہوئے چودہ دن ہو گئے ہیں، پندرہ دن کے بعد ہی پانی پینا چاہئے۔

---

① کشف المحجوب۔ صفحہ ۲۵۹

وہ تمام اعمال جو بارگاہِ خداوندی میں قرب کا باعث ہیں نیز وہ تمام اعمال جو انسان کو رحمتِ باری تعالیٰ سے دور کر دیتے ہیں اور ان کے ارتکاب سے انسان دوزخ کا مستحق ٹھہرتا ہے قرآنِ مجید اور سنتِ نبویہ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔

حقیقی مجاہدہ یہی ہے کہ انسان ممنوعاتِ شرعیہ سے اجتناب کرے اور شرعاً مطلوب امور میں دل و جان سے منہمک ہو جائے، مجاہدہ کی یہ اہم ترین قسم ہے، کیوں کہ عبادت کی کثرت آسان ہے لیکن اپنی ذات سے برے اخلاق کو پاک کرنا انتہائی مشکل ہے۔

اسی حقیقت کو امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

اِنَّ مُقَاسَاةَ الْجُوْعِ وَالسَّهْرِ سَهْلٌ يَّسِيْرٌ وَّمُعَالَجَةُ الْاَخْلَاقِ وَالتَّرَقِّيْ عَنْ سَفْسَافِهَا صَبٌّ شَدِيْدٌ. (1)

ترجمہ: ''بھوک اور بیداری برداشت کر لینا آسان اور سہل ہے لیکن اخلاق کے درپے ہونا اور حقیر اور خسیس اخلاق سے ترقی کر کے اچھے اخلاق کو اپنانا بہت مشکل اور دشوار امر ہے''۔

انسان کا نفس اسے تکبر سکھاتا ہے، دوسروں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اچھا اور بڑا قرار دے کر خوش ہوتا ہے، فضول باتوں میں دلچسپی لیتا ہے، دنیا کی محبت سے سرشار ہوتا ہے، دوسروں کا مال ہضم کر جانے کو اپنی کامیابی قرار دیتا ہے، اوروں کے حقوق غصب کرنے میں راحت محسوس کرتا ہے، یہ اس کے مرغوب امور ہیں، ان سے نفس کو روکنا اس کے منہ میں تقویٰ کی لگام دینا بہت مشکل کام ہے۔

---

(1) الرسالة مع الشرح جلد ۲ صفحہ ۲۰۶

یعنی مجاہدہ انسان کو دنیا و آخرت میں کامیابی دلانے کا ضامن ہے۔

شریعتِ مطہرہ کے تمام امور و نواہی کا مقصد بھی یہی ہے۔

طریقت کے تمام اعمال اسی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز اس حقیقت سے بخوبی آشنا تھے، انہوں نے اپنی ذات کیلئے جو راہِ عمل اختیار کی وہ یہی تھی اور اسی کا درس آپ نے عمر بھر لوگوں کو دیا۔

ایک دفعہ فرمایا:

''جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا یعنی جتنا زیادہ ذکر و فکر میں مشغول رہو گے اتنا ہی دین اور دنیا کا فائدہ ہوگا''۔

نیز فرمایا:

''متواتر تین راتیں جس کی نمازِ تہجد قضا ہو جائے اس کا نام درویشوں کی فہرست سے کاٹ دیا جاتا ہے''۔

ایمان کے بعد اسلام کا سب سے پہلا فرض نماز ہے، آپ کے درج ذیل ارشاد مبارک سے آپ کے نزدیک اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

''جب تک ہوش ہو نماز ادا کرنا فرض ہے، خواہ کسی ہیأت سے ہو، کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، لیٹے یا اشاروں سے جس طرح ممکن ہو نماز ادا کی جائے''۔

بیماری کی شدت کے باعث ساری نماز ادا نہ کر سکیں تو فرض اور مؤکدہ سنتیں پڑھ لیں، اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو صرف فرض ہی ادا کر لیں، وضو نہ کر سکیں تو تیمم کر لیا کریں۔

صاحبزادہ اقصد صاحب مدظلہ العالی بیان کرتے ہیں جب کبھی ہم سفر کر کے حضرت

صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ دریافت فرماتے نماز کہاں پڑھی ہے اور ساتھ ہی فرماتے کوشش کیا کرو پہلے پہر سفر کرو تا کہ نمازیں دورانِ سفر نہ آئیں اور فرماتے حضور قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ دورانِ سفر اپنے ساتھ کوئی سنگی رکھتے تا کہ نماز باجماعت ادا کی جاسکے۔

حصولِ دنیا اور رب تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے کی کوششوں کے مختلف نتائج وعواقب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''لوگ دنیوی اقتدار اور جاہ وحشمت کے حصول کیلئے بڑی تگ ودو کرتے ہیں اس کے لئے جان بھی لڑا دیتے ہیں، کوئی ایم این اے بننا چاہتا ہے تو کوئی ایم۔ پی۔ اے مگر غور نہیں کرتے کہ یہ دنیوی اقتدار محض عارضی ہے لوگ آتے ہیں اور پھر موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں، دنیوی اقتدار کسی کا ساتھ نہیں دیتا، جب کہ اللہ تعالیٰ باقی ہے اور اس کی رضا اور خوشنودی کے کام کرنے والوں کو بھی بقا نصیب ہو جاتی ہے، لوگوں کے دلوں سے ان کی یاد کو کون محو کر سکتا ہے''۔

مجاہدہ کے باب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کمال درجہ کا توازن اور اعتدال ودیعت فرما رکھا تھا۔

تصوف کی بعض کتابوں میں اور بزرگانِ دین کے سوانح میں ہمیں بعض ایسے مجاہدات ملتے ہیں جو اتباعِ سنت سے کچھ ہٹے ہٹے سے معلوم ہوتے ہیں، تصوف کے مسلمہ اصول کی رو سے وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو اپنایا جائے بلکہ وہ اس قابل ہیں کہ ان کو نظر انداز کر دیا جائے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ شریعتِ مطہرہ پر عمل کو اپنی حیات مستعار کا مشن بنالینا چاہیے، اس سلسلہ میں حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کا ارشاد مبارک ہے:

شریعتِ مطہرہ کے ایک حکم کی بجا آوری ہزاروں سال کی ریاضت اور مجاہدہ سے بہتر ہے، مثلاً دو رکعت نماز فرض جو باجماعت ادا ہوں اور ایک پیسہ زکوٰۃ ادا کرنا نفلی عبادات سے افضل ہے۔

ذرا توجہ فرمائیں کہ آپ کے ارشادات میں مجددی تعلیمات کا عکس اور پرتو کس قدر نمایاں ہے۔

آپ کے حالاتِ مبارکہ میں مجاہدہ کی جھلکیاں متعدد بار قارئین کی نظروں سے گزر چکی ہیں، اختصار کے پیش نظر ان کے اعادہ سے اجتناب کیا جاتا ہے۔

درودِ پاک کی کثرت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. ⑴

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے رہتے ہیں اے ایمان والو! تم ان پر کثرت سے درود و سلام بھیجتے رہو۔

معارج النبوت میں ہے:

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما می گوید کہ چوں ایں آیت کریمہ نازل شد حضرت رسالت را صلی اللہ علیہ وسلم گونۂ مبارک بر مثالِ دانۂ انار از غایت فرح واستبشار بر افروختہ بود شنیدم کہ می فرمود ہَنِّئُوْنِیْ مرا مبارک باد کنید کہ از برائے من آیتے آمدہ است کہ بہتر بود نزدِ من از دنیا وہرچہ در دنیا است وایں آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ برخواند گفتیم ہَنِیْئًا لَّکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ خوش گوار باد ترا ایں نعمت۔ ⑵

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک انتہائی خوشی اور مسرت کے باعث انار کے دانہ کی مانند چمکنے لگا، میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے مجھے مبارک باد دو اس لئے کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

⑴ سورہ الاحزاب آیت ۵۶ ⑵ دیباچہ معارج النبوت ص ۱۶۱ مطبع مطلع نور لاہور ۱۲۹۲ھ

نے یہ آیتِ مبارکہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ پڑھی، ہم نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کو اس نعمت پر مبارک باد ہو۔

درودِ پاک ہمارے آقا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کیلئے ایسی بے بہا نعمت ہے جس کی عظمتوں کا اندازہ ہماری کوتاہ اندیش عقل کیلئے ممکن نہیں، علمائے اعلام اور صوفیہء عظام کی کثیر تعداد نے اپنی اپنی تصانیف مبارکہ میں درودِ پاک کے ورد کے فوائد گنوائے ہیں، سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب اور ان کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، جو ساری نعمتوں سے برتر ہے۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد اور مرشدِ برحق حضرت قبلہء عالم خواجہ محمد سلطانِ عالم قدس سرہ العزیز نے آپ کو بہت کم عمر میں دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت دے دی تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جب صوفی عبدالکریم مظفر آبادی مرحوم کو طریقت کے اسباق تلقین فرمائے تو ان کے ساتھ بندہ کو بھی سورۃ یٰسین شریف، سورہ مزمل شریف اور دلائل الخیرات کی اجازت دے دی، اس وقت آپ کی عمر مبارک بمشکل دس سال تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبلہء عالم قدس سرہ کے عطا فرمودہ اوراد و وظائف مع دلائل الخیرات پر عمر بھر مداومت رکھی۔

۲۷ اگست ۱۹۹۰ء/ ۶ صفر ۱۴۱۱ھ پیر کے دن کی بات ہے کہ جب آپ اپنے کتابی وظائف پڑھنے لگے تو آپ کو محسوس ہوا کہ نزول الماء کے باعث اب ان کی تلاوت بس کی بات نہیں، اس تاریخ سے ایک عرصہ قبل آپ کی ایک آنکھ کی بصارت نزول الماء کے باعث متاثر تھی اور آپ صرف ایک آنکھ سے وہ وظائف پڑھا کرتے تھے، طریقت کے معمولات میں انقطاع آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بس کی بات نہ تھی، ان معمولاتِ

مبارکہ سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا، اس معذوری کی حالت میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معمولات کی تکمیل کیلئے ایک اور راہ نکال لی، جس کی تفصیل جناب الحاج منیر حسین مجددی صاحب نے اپنی ڈائری اور پھر اپنی تالیف ''ذکر صادق'' میں یوں بیان کی:

''۵ ستمبر ۱۹۹۰ء آج تین بجے بندہ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ استاد محمد حسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) دلائل الخیرات کی بدھ کی منزل پڑھ رہے ہیں اور قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساتھ ساتھ دہرا رہے ہیں، کیوں کہ چند دن سے نزول الماء کی وجہ سے نظر کام نہیں کر رہی معاملہ آپریشن کیلئے تیار ہے، اللہ جانے کیا مصلحت اور حکمت حائل ہے، یہ دیکھ کر سخت دکھ ہوا۔'' (۱)

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز عزیمت کا کوہِ گراں تھے، بڑے سے بڑے مشکل وقت میں بھی رخصت پر عمل آپ کی طبیعت کو قبول نہ ہوتا، یہی وجہ تھی کہ مشن ہسپتال ٹیکسلا میں ۲۹ نومبر ۱۹۹۰ء کو بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات 2:30 بجے آنکھ کے آپریشن کیلئے آپ آپریشن تھیٹر میں گئے، ادھر آپ کا آپریشن جاری تھا اور درود شریف تُنْجِینَا کا ورد زبان پر جاری تھا۔

آپ اپنے احبابِ طریقت کو بھی کثرت سے درود شریف کی تلقین فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپ کے دامن سے وابستہ حضرات کی ایک کثیر تعداد گیارہ سو مرتبہ درود خضری شریف کا روزانہ ورد کرتی ہے۔

حضرت قبلہء عالم قدس سرہ العزیز کے عرس شریف ۹ مئی کو آپ تمام حاضرین کو ہدایات

---

(۱) ذکر صادق صفحہ ۷۶،۷۷

جاری فرمایا کرتے تھے جو بالعموم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پڑھ کر سنایا کرتے تھے، آپ کی ایک ہدایت یہ ہوتی:

"جتنا عرصہ قیام کریں ذکر و فکر، قرآنِ مجید کی تلاوت، درود شریف کی کثرت کی کوشش کریں، قرآن مجید پڑھنے والے احاطہ دربار شریف میں خاموشی سے تلاوت کریں۔"

۱۲ ربیع الاوّل عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق آپ کے زیر انتظام تمام مدارس میں سنگی جمع ہو کر باوضو سوا لاکھ بار درود پاک پڑھا کرتے تھے، جو اب بھی جاری ہے۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو عید میلاد کا دن تھا فقیر راقم الحروف گلہار شریف کوٹلی میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، فقیر راقم الحروف عفی عنہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادِ گرامی کے مطابق نمازِ فجر اور ختم خواجگان کے درمیان آپ کے چند فرمودات حاضرین کو سنائے جن میں ایک یوں تھا۔

"اس روز (عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حضرت قبلہء عالم قدس سرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق سنگی جمع ہو کر باوضو اور باادب بیٹھ کر سوا لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھتے، دربارِ عالیہ میں اہتمام سے کھانا تیار کیا جاتا، اور تقسیم کیا جاتا، بعض احباب طریقت آپ کے ارشاد کے مطابق پوری دلائل الخیرات اس روز پڑھا کرتے صلوۃ التسبیح ادا کرتے اور قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے، اس روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے ذکر و فکر کرنے کی تلقین فرماتے، دنیا کی فضول باتوں سے منع فرماتے، اظہارِ شکر کیلئے کئی احباب کو روزہ رکھنے کی تلقین فرماتے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج یہاں حضرت قبلہء عالم قدس سرہ العزیز کے طریقہ شریفہ کے مطابق عید میلاد شریف کی تقریب ہوگی، مدارس میں درود شریف پڑھا جاتا ہے، قرآن خوانی ہوتی ہے اور اہتمام کے ساتھ کھانا تقسیم ہوتا ہے"۔

وہ امورِ خیر جو آپ کے زمانہ مبارک میں جاری تھے آج بھی ان پر عمل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ایک عقیدت مند نے عرض کی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا خواہاں ہوں، آپ نے اسے یوں جواب دیا۔

''درود شریف کی کثرت رکھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع کی کوشش کریں، یہی اصل زیارت ہے۔'' (۱)

ایک بی بی نے بوریوالہ سے عریضہ میں گزارش کی کہ خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے، میرے دو بچے ہیں، دعا فرمائیں اور کوئی وظیفہ بتائیں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت بخشے اور بوڑھے والدین کو صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ دے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب میں لکھا:

''درود شریف کی کثرت رکھیں، درود شریف ہر دکھ کا درمان ہے، یہ تصور کر کے پڑھیں کہ آپ روضہ شریف کے سامنے کھڑی پڑھ رہی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سن رہے ہیں، اپنی حاجات بھی پیشِ نظر رکھیں۔ (۲)

درود شریف پڑھنے کا یہ طریقہ آپ قدس سرہ العزیز درودِ پاک کی اجازت کے وقت تلقین فرمایا کرتے تھے، مکتوباتِ مبارکہ میں بھی متعدد مقامات پر اس طریقہ کی تلقین کی گئی ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۴۱، ۵۷۔

آپ اکثر احباب کو درودِ خضری شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے، بعض احباب کیلئے یہ طریقہ ارشاد فرماتے کہ نمازِ عشاء کے بعد پہلے روز ایک سو مرتبہ پڑھیں ہر روز

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۴ (۲) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۳۴

ایک سو مرتبہ کا اضافہ کرتے رہیں، یہاں تک کہ یہ تعداد ۱۱۰۰ مرتبہ ہو جائے پھر ہمیشہ ۱۱۰۰ مرتبہ کا ورد رکھیں۔

فیصل آباد جامع مسجد پولیس لائن کے مولانا دوست محمد صاحب کو درود شریف پڑھنے کا یہ طریقہ تلقین فرمایا:

''اگر وقت فرصت دے تو درود شریف ''صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلَّمْ'' کامل توجہ سے تنہائی میں بیٹھ کر دل کی طرف دھیان دے کر ۱۱ سو بار پڑھیں، دل کی طرف دھیان سے مراد یہ ہے کہ آپ خیال کریں کہ دل کی تختی سیاہ ہے اور اس پر سفید رنگ سے یہ درود شریف لکھ رہے ہیں، اگر آپ نے حسبِ ہدایت محنت کی تو ان شاء اللہ فائدہ ہوگا''۔ (۱)

صاحبزادہ اقصد صاحب مدظلہ العالی بیان کرتے ہیں کہ درودِ خضری شریف کے بارے آپ فرمایا کرتے تھے کہ مشائخ کرام سے ''صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلَّمْ'' کے الفاظ منقول ہیں اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی مناسب نہیں۔

ضلع سرگودھا چک نمبر ۱۶ شمالی کے جناب غلام نبی ولد خوشی محمد صاحب نے تلاشِ شیخِ کامل کے سلسلہ میں حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے رہنمائی کی درخواست کی تو اُنہوں نے حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ دیا، انہوں نے بذریعہ خط آپ سے رابطہ کیا تو آپ نے جواب میں لکھا:

''بزرگ محض رہنمائی کیلئے ہوتے ہیں، کام عمل سے بنتا ہے، اور عمل خود کرنا پڑتا ہے، یہ رہنمائی ہر بزرگ سے یکساں میسر آسکتی ہے، نعیمی صاحب خود بھی آپ کی

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۳۳

راہنمائی کر سکتے ہیں یا اپنے پیرو مرشد کی سرپرستی میں دے سکتے ہیں، بندہ دعا گو ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا قرب عطا کرے، اور عملِ صالح کا ذوق وشوق افزونی ہو۔"

اس کے بعد آپ قدس سرہ العزیز نے درودِ پاک کی برکات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

""بزرگوں کا قول ہے کہ جس کا بظاہر راہنما نہ ہو درود شریف اس کا رہنما ہے، آپ درود شریف کی کثرت رکھیں خود گرہیں کھلتی جائیں گی اور ضروری راہنمائی ان شاء اللہ تعالیٰ ہوتی رہے گی۔ (۱)

ایک مولوی صاحب نے آپ کی خدمت میں بذریعہ مکتوب عرض کی کہ منصب ارشاد عطا فرمائیں یا ولی را ولی می شناسد کے تحت نشان دہی فرما کر ممنون فرمائیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو یوں جواب دیا:

""بندہ کے متعلق آپ نے جس نیک گمان کا اظہار کیا ہے یہ آپ کی اپنی صالح فطرت کا نتیجہ ہے، نیک انسان دوسروں کو بھی نیک ہی گمان کرتا ہے، رہی بندہ کی اپنی حالت تو بندہ اپنے انجام کی فکر میں ہے، کیوں کہ اچھا وہ ہے جس کا انجام اچھا ہو"۔

آگے چل کر فرمایا:

""بزرگوں کے عطا کردہ فرمودات پر مواظبت سے بھی روحانی ارتقا اور شرحِ صدر میسر آتا ہے، پھر درود شریف سے بھی بعض بزرگوں کے نزدیک یہ مرحلہ حل ہوتا ہے جن کی شیخ طریقت تک رسائی نہ ہو، بندہ آپ کیلئے دعا گو ہے اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کے مطابق اپنے فضل سے اسباب پیدا کریں"۔ (۲)

جی۔ پی۔ او، لاہور سے جناب محمد امجد صاحب نے اپنی مشکل پیش کی اور دعا کی

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۶۱ (۲) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۱۹۶

درخواست کی آپ نے جواب میں بذریعہ مکتوب ان کو ارشاد فرمایا:

''آپ پاک کپڑا بچھا کر وضو کر کے خود بھی اور بیوی بچے یا وہ بچے جو پڑھنے کا شعور رکھتے ہوں گرد بٹھائیں، خیال رکھیں کپڑے پر پاؤں نہ پڑے، ایک سو گیارہ شمارے سامنے رکھ لیں اگر معقول شمارے دستیاب نہ ہوں تو بادام رکھ لیں، درود شریف کا پتہ ارسال ہے یاد کر لیں گیارہ صد مرتبہ صحیح تلفظ اور تعداد کے ساتھ پڑھیں۔ ①

انگلینڈ سے عارف راہی صاحب کو آپ نے یوں بذریعہ مکتوب ارشاد فرمایا:

''درود شریف کی کثرت رکھیں، جمعہ کے دن چار سنتوں کے بعد قیامِ صلوٰۃ تک یہی (خضری) درود شریف مسجد میں بیٹھے پڑھتے رہیں''۔ ②

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کے مریدِ باصفا اور خلیفہء مُجاز مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ العالی نے درود شریف کے فضائل و برکات پر ایک نہایت جامع کتاب ''آبِ کوثر'' مرتب فرمائی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کے بارے میں راولاکوٹ کے قاضی محمد الیاس صاحب کو لکھا:

''آبِ کوثر'' آپ کے پاس موجود ہے یہ بیش بہا خزینہ ہے، اس کا مطالعہ کرتے رہا کریں، اس کی گھر میں موجودگی بڑی خیر و برکت کا باعث ہے، اس کے توسط سے اللہ تعالیٰ آپ کو نیک مقاصد میں کامیاب کریں گے۔ ③

چھترو ہ کے مولوی فضل حسین صاحب نے ازراہِ شکایت تحریر کیا:

کیا وجہ ہے کہ آپ اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی اجازت نہیں

---

① مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۲۹۸ ② مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۹۵

③ مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب نمبر ۱۶۱

دیتے اس کے سبب وہابیوں کو تقویت مل رہی ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ کی مساجد میں بھی درود شریف نہیں پڑھا جاتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں یہ جواب ارسال فرمایا:

''اس میں شک نہیں کہ ہم اہلِ سنت ہیں اور فقہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو ہیں، ہماری مساجد میں اذان سے پہلے درود شریف کا رواج نہیں، حالاں کہ ہمارے سنگی وظائف میں درود شریف کثرت سے پڑھتے ہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارا تعمّل سلف صالحین پر ہے، اس کی اصل وہاں نظر نہیں آتی ورنہ ہم سے یہ کوتاہی نہ ہوتی''۔

ہمارا ناقص خیال ہے کہ جب سے وہابیت اور اس کی ہم خیال جماعتوں کی سرزمینِ ہند میں نمود ہوئی اور ان کے متعلق یہ تاثر بڑھا کہ وہ درود شریف سے اہلِ سنت و جماعت کی طرح عقیدت نہیں رکھتیں اہلِ سنت و جماعت کے بعض حضرات نے اپنی شناخت اور پہچان کیلئے اس کو رواج دیا، ہم اس طرزِ فکر و عمل کے معترض نہیں نہ نکتہ چینی کرتے ہیں، ہم ان کے اس عمل کو حسنِ عقیدت پر محمول کرتے ہیں، اور اسے وجہ اختلاف نہیں بناتے۔ (۱)

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز کا معمول تھا کہ جب کوئی بات بھول جاتی تو درودِ پاک پڑھا کرتے تھے، اسی طرح کسی کتاب سے کوئی حوالہ تلاش کرنا ہوتا اور اس کا صفحہ، باب اور فصل وغیرہ یاد نہ ہوتی تو درود پاک پڑھا کرتے تھے، اس کی برکت سے وہ بھولی ہوئی بات، یا مطلوبہ حوالہ عموماً مل جایا کرتا تھا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قبلۂ عالم خواجہ محمد سلطانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول مبارک بھی اسی طرح تھا۔

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۴۲

مہمان نوازی

مہمان نوازی مشرقی تہذیب وتمدن کا ایک اہم عنصر ہے، عرب جہاں سے اسلام کا سرچشمہ پھوٹا وہاں مہمان نوازی ایک بہت بڑی اخلاقی قدر کے طور پر متعارف تھی، اسلام آیا تو اس نے جہاں اور اخلاقی اقدار میں حسن پیدا کیا اس فرض کی ادائیگی کی اہمیت کو اور بڑھا دیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِّ امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مہمان نوازی شہرہ آفاق تھی، خود قرآنِ مجید میں آپ کی اس صفت کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرَاهِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ. فَرَاغَ اِلٰۤی اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ. فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْکُلُوْنَ. فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلَامٍ عَلِیْمٍ. (1)

ترجمہ: ”اے محبوب! کیا ابراہیم (خلیل اللہ علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی بات آپ تک پہنچی، جب وہ آپ کے پاس آئے تو (انہوں نے آپ کو) سلام کہا آپ نے بھی سلام کا جواب دیا، اور کہا تم اجنبی لوگ ہو، پھر چپکے سے جلدی جلدی اپنے اہلِ خانہ کی طرف گئے، اور موٹا تازہ بچھڑا بھون کر لے آئے اور ان کے قریب اسے رکھا، فرمایا کیا تم نہیں کھاؤ گے پھر دل ہی دل میں ان سے خوف محسوس فرمایا تو ان مہمان فرشتوں نے کہا آپ خوفزدہ نہ ہوں اور انہوں نے آپ کو علم والے فرزند کی خوش خبری دی“۔

---

(1) الذاریات، ۲۴ تا ۲۸

قرآنِ مجید میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آنے والے مہمان فرشتوں کا ذکر آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان داری کے آداب میں جس طرح ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا ضروری ہے اسی طرح میزبان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مہمان کی عزت و آبرو کا خیال رکھے، کسی شخص کو ان کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کی اجازت نہ دے، جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے مہمان فرشتوں کے ساتھ توہین آمیز سلوک کرنا چاہا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنَ. وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَاتُخْزُوْنِ. ①

ترجمہ: ''یہ میرے مہمان ہیں (ان سے بدسلوکی کرکے) مجھے رسوا نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو''۔

ان کے علاوہ اور بہت سی آیاتِ مبارکہ ہیں جو اسلامی معاشرہ میں مہمان کی عزت و توقیر پر دلالت کرتی ہیں۔

ادلہء شرعیہ میں قرآنِ مجید کے بعد حدیثِ نبوی کا مقام ہے، نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہمان کے اکرام و اعزاز کو کامل ایمان کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ قَالَهَا ثَلَاثًا. قَالَ رَجُلٌ وَّمَا کَرَامَةُ الضَّیْفِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ فَمَازَادَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَهُوَ صَدَقَةٌ. ②

ترجمہ: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے

① الحجر. ۶۸، ۶۹ ② الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۳۷۱. بحوالہ احمد. بزار ابویعلی

مہمان کی عزت کرے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد تین دفعہ دہرایا، ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مہمان کی عزت کیا ہے تو فرمایا تین دن تک اس کی مہمان نوازی کرے اس سے زائد دن صدقہ ہے"۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَّ لَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ فَمَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَّلَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَّثْوِىَ عِنْدَهُ حَتّٰى يُحْرِجَهُ. ①

ترجمہ: "جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے مہمان کی عزت کرنی چاہئے، اس کا اعزاز ایک دن رات ہے، اور مہمان نوازی تین دن تک ہے، اس کے بعد جو ہو وہ صدقہ ہے اور مہمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ میزبان کے پاس پڑا رہے اور نوبت یہ آجائے کہ وہ اسے تنگی میں ڈال دے"۔

نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَلَائِكَةُ تُصَلِّىْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَادَامَتْ مَائِدَتُهُ مَوْضُوْعَةً. ②

ترجمہ: "تم مسلمانوں میں اس شخص کیلئے فرشتے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک اس کا دستر خوان (مہمانوں کے کھانے کیلئے) بچھا رہتا ہے"۔

نیز فرمایا:

اَلْخَيْرُ اَسْرَعُ اِلَى الْبَيْتِ الَّذِىْ يُؤْكَلُ فِيْهِ مِنَ الشَّفْرَةِ اِلٰى سَنَامِ الْبَعِيْرِ. ③

---

① الترغیب الترھیب ج۳ ص ۳۷۰ بحوالہ مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ
② الترغیب والترھیب. ج۳ ص ۳۷۲ بحوالہ اصبہانی
③ الترغیب والترھیب ج۳ ص ۳۷۲ بحوالہ ابن ماجہ

ترجمہ: ''جس گھر میں (مہمانوں کو) کھانا کھلایا جاتا ہے اس میں رحمت و برکت اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے نازل ہوتی ہے جتنی تیز رفتاری سے چھری اونٹ کی کوہان میں اثر کرتی ہے''۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کو مہمان نوازی کی اخلاقی عظمت اللہ تعالیٰ نے موروثی طور پر عطا فرما رکھی تھی، چنانچہ آپ نے فرمایا:

''ہم مسکین لوگ ہیں، حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ خود مہمانوں کے ہاتھ دھلاتے، کھانا پیش کرتے، ان کے ساتھ ہی خود بھی کھایا کرتے تھے، ہم مسکینوں کو مہمانوں کی خدمت اور عزت افزائی ورثہ میں ملی ہے''۔

جس دور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صحت کی خرابی کے باعث عام مجلس میں بیٹھنا ترک فرما دیا تھا اس زمانہ میں آپ فرمایا کرتے تھے:

''مہمانوں بالخصوص علماء کی آمد سے خوشی ہوتی ہے لیکن اپنی صحت کی بنا پر ملاقات سے مجبور ہوں، ورنہ جی چاہتا ہے کہ علمائے کرام سے ملوں اور ان سے گفتگو کروں''۔

مہمانوں کو رخصت فرمانے کے لئے ایک مقرر حد تک جاتے وہاں سے رخصت فرمایا کرتے۔

مہمانوں کو الوداع فرماتے وقت مختلف النوع اور حسبِ مراتب تحائف اور تبرکات عنایت کرنے کا حکم دیتے، بسا اوقات خود چارپائی سے اٹھا کر دیتے۔

عرس شریف پر آئے ہوئے مہمانانِ گرامی کی بنفس نفیس نگرانی فرماتے۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی امتیاز کے بغیر تمام مہمانوں کی خدمت کرنے کی تاکید خدامِ دربار شریف کو فرما رکھی تھی، اس سلسلہ میں اپنے پرائے کی کوئی تخصیص

آپ روا نہ رکھتے تھے، چنانچہ آپ نے خدام سے فرما رکھا تھا:

"خانقاہِ فتحیہ ایک چوراہے پر واقع ہے، یہاں قسم قسم کے لوگ آتے ہیں، وہ مختلف مشائخ کرام سے نسبت رکھنے والے ہوتے ہیں، بلا امتیاز سب کا خیال رکھنا ضروری ہے، جو ما حضر ہو کھانے کیلئے پیش کرنا چاہئے، اور رات گزارنے کے لئے موسم کے مطابق جگہ دینی چاہئے، سب بزرگوں کا نام احترام سے لینا چاہئے، درویش کے سایہ کا احترام بھی ضروری ہے"۔

اگر خود آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار شریف میں تشریف فرما ہوتے تو مہمانوں کی خبر گیری خود فرماتے اور اس کیلئے خود ہدایات موقعہ کے مناسب جاری فرماتے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ پوٹھ (ڈڈیال) سے ایک شخص کی اہلیہ ناراض ہو کر دربارِ عالیہ گلہار شریف حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس آگئی، اس کا خاوند اسے لینے کیلئے دربار شریف حاضر ہوا، لیکن وہ مسجد میں داخل نہ ہوا، شاید اسے نماز کی عادت نہ تھی، خُدّام نے کھانے یا چائے کا پوچھا اس نے انکار کر دیا، انہوں نے آپ قدس سرہ کی ہدایات کے مطابق بہت کوشش کی کہ کچھ کھا پی لے لیکن وہ نہ مانا اور مسلسل انکار کرتا رہا، اس کی روانگی پر آپ نے خدام سے فرمایا اسے تانگہ پر ہی چائے پیش کر دو، اس پر کسی نے عرض کی کہ شاید وہ قبول نہ کرے، اور وہ کچھ کھائے پیئے بغیر ہی چلا گیا، آپ قدس سرہ کو اس پر افسوس ہوا۔

اسی طرح سید فیاض حسین شاہ صاحب جو سرگودھا کے رہنے والے اور فوج کے محکمہ سگنل میں ملازم ہیں اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ ایک دفعہ رات کو گلہار شریف دربارِ عالیہ میں آئے، انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع ڈیوٹی پر موجود خدام کو نہ دی اور

چپکے سے لیٹ گئے، صبح کو حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ کو بڑا قلق ہوا کہ رات کو انہوں نے کھانا کھایا پیا نہیں، کیوں کہ دور سے آنے والے چار مہمان شاہ صاحب کی سادگی کے باعث بے توجہگی کا شکار رہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مہمانوں کا حال احوال پوچھنے کیلئے خادم کو مقرر فرمایا اور اپنے احساسات ان تک پہنچائے کہ نہ معلوم آپ نے رات کس حال میں بسر کی، آپ مہمان تھے اور آپ کی عزت کرنا ہمارا فرض تھا۔

دل بڑا نازک آبگینہ ہوتا ہے بعض اوقات ذرا سی ٹھیس سے وہ ٹوٹ جاتا ہے، بالخصوص جب کوئی کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور اس سے نجات کی کوئی راہ دکھائی نہ دیتی ہو، حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی شفقتیں ایسے لوگوں پر خصوصی انداز کی ہوا کرتی تھیں، چنانچہ ۲۰ اگست ۱۹۹۲ء کا واقعہ ہے کہ:

ایک صاحب خانقاہِ فتحیہ آئے خادم کی وساطت سے اپنی تحریری عرضداشت حضرت خواجہء عالم قدس سرہ تک پہنچائی، جس میں لکھا تھا کہ میں ایک طویل عرصہ سے علیل ہوں، بہت علاج کرایا لیکن بے سود، وقت اور دولت ضائع ہوئے، اب علاج سے دست کش ہو چکا ہوں، اب صحت سے مایوسی ہے، اور بقیہ زندگی کے ایام مسجد الفردوس میں گزارنا چاہتا ہوں، اس کیلئے اجازت کا خواستگار ہوں۔

جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مسجد خانہء خدا ہے یہاں رہنے پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں، لیکن آپ بیمار ہیں، والدین آپ کے زندہ ہیں، جو وقت پر کھانا اور دیگر ضروریات بروقت مہیا کر سکتے ہیں، آپ کو آرام کی ضرورت ہے، آپ کی سہولت کی خاطر آپ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ

آپ گھر رہیں والدین سے دعائیں کرائیں، یہاں سے تعویذ لے جائیں اور یقین کے ساتھ استعمال کریں، پروفیسر اکبر داد صاحب پیغام رسانی پر مامور تھے، حضرت خواجہ ء عالم قدس سرہ العزیز بار باران سے فرما رہے تھے کہ پیغام نرمی سے پہنچائیں، وہ بیمار ہیں، کہیں محسوس نہ کریں اور رنجیدہ نہ ہو جائیں، دل بڑا نازک آبگینہ ہوتا ہے۔

صوفی احمد ضیاء صاحب ساکن اسلام آباد سرہند شریف کے قریب بَسّینا می قصبہ سے ہجرت کر کے پاکستان میں آئے تھے، چند دفعہ وہ گلہار شریف آئے تھے، ۱۹ اگست ۱۹۹۳ء کو انہوں نے دینہ سے چھ بجے فون کیا کہ گلہار شریف آ رہا ہوں، اکیلا ہوں اور کار پر آؤں گا، دینہ اور گلہار شریف کے درمیان تقریباً نوے میل کی مسافت ہے، دشوار گزار پہاڑی رستہ ہے، ایسے رستہ پر گاڑی چلانا آسان نہیں ہوتا، تھوڑی دیر کے بعد موسلا دھار بارش اور ساتھ تیز ہوا شروع ہوگئی، رستہ میں ناڑ کے مقام پر برساتی نالہ بھی پڑتا تھا جس پر پل نہ بنا تھا، ان کے گلہار شریف پہنچنے تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سخت تشویش رہی، بنگال کے جناب عبدالقیوم صاحب آپ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد باہر نکل کر موسم، بارش اور ہوا کے بارے میں دیکھنے کا ارشاد فرماتے اور ان کی آمد تک ان کے منتظر رہے، آخر کار پونے بارہ بجے وہ بخیریت پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اطمینان ہوا۔

آخر عمر میں جب صحت کی ناسازگاری کے باعث عام مجلس میں تشریف فرما ہونا موقوف ہوا اس حالت میں بھی آپ خدام کے ذریعہ خدام کی خبر گیری فرما رہے تھے، ایک ایک کا حال دریافت فرماتے، اس کی گزارشات آپ تک پہنچائی جاتیں اور آپ ان کا تسلی بخش جواب مرحمت فرماتے، آپ نے مہمانوں کی خبر گیری کا نظام اس حالت

میں بھی اتنا منظم رکھا کہ مہمانوں کی آمد میں کمی نہ ہوئی بلکہ اضافہ ہی ہوتا رہا، اور ہر مہمان پوری طرح مطمئن ہو کر واپس جاتا، ایسی حالت میں اگر کوئی نو وارد مہمان آپ کے پاس حاضری کی خواہش کا اظہار کرتا تو آپ صورتِ حال اس کے سامنے واضح انداز میں لکھوا بھیجتے کہ ملاقات صرف نماز کے اوقات میں صرف دیکھ لینے تک محدود ہوگی، ایسا نہ ہو کہ آپ کو آنے کے بعد مایوسی ہو، اگر یہ منظور ہو تو آئیں، بعض کو تحریر فرماتے کہ میں آپ کیلئے دعا گو ہوں، آنے کی زحمت گوارا نہ کریں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ بابرکات میں ایسی کشش رکھی ہوئی تھی کہ لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کیلئے حاضر ہوتا آپ اس کی بے حد قدر فرماتے خصوصی نوازشوں سے اسے نوازتے، اور جو صرف گھومنے پھرنے کیلئے آتے آپ ان پر مہربانی فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات اپنی ناپسند کا اظہار یوں فرما دیا کرتے:

''زیادہ گھومنے پھرنے والے لوگ ہمیں پسند نہیں''۔

کبھی یوں فرماتے کہ:۔

''سیر کے شوقین حضرات ہمارے پاس نہ آیا کریں''۔

تبلیغی جماعت والوں کے بارے میں آپ نے اپنے نظام کے تحت چلنے والی مساجد میں یہ ہدایات جاری کر رکھی تھیں:

''اگر تبلیغی جماعت والے آئیں تو ازراہِ انسانی ہمدردی ان کو مساجد سے نہ نکالیں، ان کو جگہ دیں، کھانا چائے پیش کریں، مگر تبلیغ کرنے سے منع کر دیں اور ان کو کہہ دیں کہ اچھی بھلی ہم روز تبلیغ کرتے رہتے ہیں''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسنِ سلوک کی بدولت تبلیغی جماعت کے کئی افراد راہِ راست پر آ گئے۔

حاجی فتح محمد صاحب ساکن راجہ بازار علاقہ ڈڈیال گلہار شریف حاضر ہوتے اپنی تنگ مزاجی اور زود رنجی کے باعث اہلِ خانہ، خاندان کے افراد اور دوست واحباب سے ان کی ان بن رہتی تھی، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادہ محمد معروف صاحب کو ان کی مزاج پرسی کیلئے مقرر فرمایا، ان کو فرمایا کہ حال احوال پوچھو اور دریافت کرو کیا کھائیں گے، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں موجود ہیں، جو پسند ہو بتاؤ، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کیلئے چُوری تیار کرنے کا حکم دیا، دربار شریف میں اپنی پذیرائی اور صاحبزادہ محمد معروف صاحب کے طرزِ عمل سے وہ بے حد خوش ہوئے، اور ان کو کہنے لگے میں اپنی زمین تمہارے نام منتقل کرا دوں گا۔

قیامِ پاکستان کے بعد رہتک کا صدیقی خاندان جو صدیوں سے وہاں رہ رہا تھا، ہجرت پر مجبور ہو گیا اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں بکھر گیا، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا، جو رہتک سے میر پور آ کر آباد ہو گئے تھے، رہتک کے صدیقی خاندان کے ایک فرد ۳۰ نومبر ۱۹۹۴ء کو بہاول پور سے گلہار شریف آپ قدس سرہ العزیز کی ملاقات کو آئے، وہ نمازِ عصر سے متصل بعد گلہار شریف خانقاہِ عالیہ میں پہنچے، ان کی یہ پہلی آمد تھی، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ مبارکہ کا دروازہ بند تھا، آنے والے اس نو وارد مہمان کا نام محمد اقبال صدیقی تھا، انہوں نے آتے ہی ملاقات کا تقاضا شروع کر دیا اور رقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے لکھا، دروازہ بند ہونے کے باعث حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ تک یہ رقعہ نمازِ مغرب کے بعد پہنچ سکا، آپ نے خدام سے ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھنے کو کہا، ملاقات کے تقاضا پر

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عذر پیش کیئے، یہ صورتِ حال ان کیلئے نئی تھی، وہ مطمئن نہ ہوئے، انہوں نے مغرب کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز کے بعد دو مرتبہ واپس جانے کی کوشش کی، خدام دونوں بار انہیں منت سماجت کے ساتھ واپس لے آئے، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے پیغام بھیجا کہ جمعہ تک رہیں اگر ممکن نہ ہو تو صبح نمازِ اشراق کے بعد آپ کو روانہ کیا جائے گا، یکم دسمبر کی نمازِ صبح کے بعد اُنہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا، سنگی نے عرض کی کہ اشراق کے نوافل کے بعد چائے پیش کی جائے گی پی کر جائیں لیکن وہ اس پر رضا مند نہ ہوئے، انہیں ملاقات نہ ہونے پر غصہ تھا، اور روانہ ہو گئے۔

نمازِ اشراق کے بعد حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی روانگی کا علم ہوا تو آپ کو بڑا افسوس ہوا، فرمایا ان کو اطلاع دے کر جانا چاہیئے تھا، بندہ ان کی خدمت میں اپنی دُرویشانہ حیثیت کے مطابق کچھ تحائف پیش کرتا، ان کے ذریعہ شاید خاندان کی کچھ باتیں معلوم ہوتیں، افسوس اس بات پر ہے کہ وہ بہاولپور کے دور دراز مقام سے آئے اور واپسی کی اطلاع دینا بھی گوارا نہ کی، ان کے رویہ پر افسوس نہیں بلکہ ہمیں افسوس اس بات پر ہے کہ ان کی خدمت کا موقعہ نہ مل سکا، بعد میں کچھ اشیاء بطورِ تحفہ جناب منیر احمد صدیقی صاحب کے ہاتھ روانہ فرمائیں۔

صاحبزادہ محمد معروف صاحب کا بیان ہے کہ جب کبھی میں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو بعض اوقات آپ مجھے ارشاد فرماتے کہ نئے آنے والے مہمانوں کے پاس جاؤ دو دو منٹ ان کے پاس بیٹھو ان سے حال احوال دریافت کرو، ہم ہر کسی کے ساتھ تو نہیں بیٹھ سکتے تم جا کر ان کی دل جوئی کرو۔

صاحبزادہ محمد معروف صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۱۹۷۶ء میں حضرت خواجہء عالم قدس

سرہ العزیز اصحاب رڈہ کی مسجد میں قیام پذیر تھے، ایک روز دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوزہ اپنے ہاتھ میں لیا اور موجود مہمانوں کے ہاتھ خود دھلائے۔

ایک دفعہ ایک سنگی دربارِ عالیہ میں حاضری کیلئے آئے، ان کی برادری کے افراد دربار شریف کے قریب ہی رہتے تھے، ان میں ایک اسے اپنے ہاں بطورِ مہمان دربار شریف سے لے جانا چاہتے تھے، انہوں نے اس کی اجازت حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے چاہی، آپ نے فرمایا مہمان جو یہاں آیا ہے اسے یہیں رہنا چاہیے، لنگر کی روٹی اور مسجد میں قیام اسے منظور کرنا چاہیے، جو ہمارے پاس آئے ہم تو اس کو جانے کیلئے نہیں کہیں گے، ہاں ان سے دریافت کرلو اگر وہ خود جانا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، بخوشی جاسکتے ہیں، اس پر اس نے کہا میں یہاں آیا ہوں یہیں رہوں گا اور جانے سے انکار کردیا۔

شرع شریف کی پابندی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ. ①

ترجمہ: ''اے محبوب! فرمادیجئے کہ اگرتم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوتو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی متبعین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوبیت کی خلعت سے سرفراز ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ. ②

ترجمہ: 'اور ہم نے ہر ایک رسول اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ. ③

ترجمہ: ''تم پر میری اور ہدایت یافتہ راہِ راست پر چلنے والے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے، تم اسے مضبوطی سے تھام لو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑلو''۔

---

① آلِ عمران آیت ۳۱ ② النساء آیت ۶۴ ③ مشکوۃ المصابیح ص ۳۰

نیز فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَاجِئْتُ بِهٖ. ⑴

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی کامل مومن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائے''۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ. ⑵

ترجمہ: ''جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سے مومن اور کافر کے درمیان وجہِ فرق ہیں''۔

ان آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ طیبہ سے اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعتِ مطہرہ کی اطاعت اور پیروی کی اہمیت اور ضرورت کا علم ہوتا ہے، ایک کامل مومن کیلئے اس کی اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

ولی کامل مشہور صوفی بزرگ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

مِنْ عَلَامَاتِ الْمُحِبِّ لِلّٰهِ عزوجل مُتَابَعَةُ حَبِیْبِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِیْ اَخْلَاقِهٖ وَاَفْعَالِهٖ وَاَوَامِرِهٖ وَسُنَّتِهٖ. ⑶

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کی ایک علامت اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق، آپ کے افعال، احکام اور سنتوں پر عمل پیرا ہونا ہے''۔

⑴ مشکوۃ المصابیح ص ۳۰ ⑵ مشکوۃ المصابیح ص ۲۸

⑶ الرسالۃ القشیریہ مع الشرح جزو اوّل صفحہ ۱۱۳

حضرت خواجہ ابوالحسین احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا بِغَيْرِ اتِّبَاعِ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَبَاطِلٌ عَمَلُهٗ. ①

ترجمہ: ''جس نے کوئی عمل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کے بغیر کیا تو اس کا عمل باطل ہے''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ارشاد ہے:

اَفْضَلُ الْبُكَاءِ بُكَاءُ الْعَبْدِ عَلٰى مَافَاتَهٗ مِنْ اَوْقَاتِهٖ عَلٰى غَيْرِ الْمُوَافَقَةِ. ②

ترجمہ: ''سب سے افضل آنسو وہ ہیں جو بندے کی آنکھوں سے اس بنا پر ٹپکیں کہ اس کے اوقات میں کچھ وقت شریعتِ مطہرہ کی موافقت میں نہیں گزرا''۔

سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

اَلطُّرُقُ كُلُّهَا مُسَدَّدَةٌ عَلَى الْخَلْقِ اِلَّا عَلٰى مَنِ اقْتَضٰى اَثَرَ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. ③

ترجمہ: مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی جانب جانے والا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ہر رستہ بند ہے۔

شیخ المشائخ خواجۂ عالم حضرت شیخ محمد صادق قدس سرہ العزیز کی پوری زندگی شریعتِ مطہرہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، آپ کی ہر حرکت ہر سکون، ہر قول ہر فعل، سونا جاگنا الغرض زندگی کا ہر شعبہ اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار تھا، خود ساری عمر شریعتِ مطہرہ کا عملی نمونہ بنے اور اس کی تلقین اپنے متعلقین کو فرمائی، آپ کی سیرت و اخلاق کو دیکھ کر بے اختیار

---

① الرسالۃ القشیریہ جزو اوّل ص ۱۹۴ ② الرسالۃ القشیریہ جزو اوّل ص ۱۹۴

③ الرسالۃ القشیریہ جزو اوّل ص ۲۱۹

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ یاد آجایا کرتی تھی۔

صاحبزادہ اقصد صاحب مدظلہ العالی بیان کرتے ہیں جماعتِ اسلامی کی قیادت دورہ کشمیر پر آئی تو کوٹلی کے ضلعی امیدوار انہیں آپ کی مجلس میں لے آئے اس وقت آپ عصر سے پہلے مجلس میں تشریف رکھتے تھے، ان حضرات نے مختصر مجلس کی عصر کی نماز پڑھ کر جب واپس جانے لگے تو مرکزی قیادت نے ان الفاظ کے ساتھ تبصرہ کیا:

یہی کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کی ہوا کرتی، باہر سے آنے والے حضرات پوچھتے:

اَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''انسانی زندگی کے مقصد کا حصول شریعتِ مطہرہ کی پابندی میں پنہاں ہے، صحابہ کرام اس کی جیتی جاگتی اور عملی تصویر تھے، انہوں نے اس انقلابی پروگرام پر عمل کیا تو سب کچھ راہِ خدا میں لٹا دیا اور خود مال و دولت سے اور وسائل سے بقدرِ ضرورت استفادہ کیا۔''

انسان کی جب شامت آتی ہے تو وہ نفس و شیطان کے آمادہ کرنے پر اللہ تعالیٰ سے بغاوت پر اُتر آتا ہے۔

حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شیطان اور نفس کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ رہنے کا سب سے مضبوط حصار شریعتِ اسلامیہ ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

''شیطان پروپیگنڈہ کا امام ہے، وہ کوئی لمحہ ضائع نہیں کرتا، ہر آن وسوسہ اندازی میں مصروف رہتا ہے، گناہوں اور نافرمانیوں کو خوش نما اور خوش رنگ کر کے پیش کرتا ہے، اس کا کام انسان کو گناہ کا شوق دلانا اور راغب کرنا ہے، عاقبت نااندیش انسان لپک لپک کر اس کی اتباع کرتا ہے اور گناہوں میں آلودہ ہوتا جاتا ہے، لہٰذا ہر آن اس

کے مکروفریب سے بچنے کی فکر کرتے رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس سے بچنے کیلئے شریعتِ مطہرہ کا مضبوط حصار ہمیں عطا فرما رکھا ہے اس حصار کی حفاظت ہم پر لازم ہے، انسان اگر اس حصار کی مضبوطی کی فکر کرتا رہے تو شیطان کا مکروفریب اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

صوفیہء کرام کا کہنا ہے کہ:

''دنیا سانپ کی مانند ہے اس کا ظاہر خوبصورت اور نقش ونگار سے مزین ہے لیکن اس کے باطن میں مہلک زہر ہے، انسان کو اس دنیا میں رہنا ہے، بعض اوقات انسان اپنے رزق اور اسبابِ رزق کی ترقی میں منہمک ہو کر اپنے مقصدِ حیات سے غافل ہو جاتا ہے''۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی صورتِ حالات سے بچنے کیلئے جو نسخہ تجویز فرمایا وہ شریعتِ مطہرہ پر کامل پابندی ہی ہے آپ نے فرمایا:

''روزی کمانا منع نہیں، شریعت کا واضح حکم ہے کہ حلال روزی تلاش کرو، حلال روزی کی تلاش بھی ایک عبادت ہے، مگر اس بات کا دھیان رہے کہ کہیں روزی کی تلاش میں دین اور اس کے تقاضوں سے غافل نہ ہوں، نماز جاتی رہے یا روزہ کا دھیان نہ رہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے بے پرواہ نہ ہوں، اگر دین سے غافل ہو کر ساری دنیا بھی حاصل کرلیں تو بے کار محض ہے، دائمی خسران کے مقابل دنیا کی کوئی حیثیت نہیں، لہٰذا روزی کمانے کے ساتھ ساتھ نماز، روزہ اور دیگر شرعی احکام کا خیال رکھیں۔''

نیز فرمایا:

''انسان کی عافیت اتباعِ شریعت میں ہے، جب تک انسان احکامِ شرعیہ کی

پیروی کرتا رہتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے، جونہی یہ توازن بگڑا اور دنیا طلبی اور زر پرستی کا میلان غالب ہوا انسان خطرہ میں پڑ جاتا ہے، پھر نفسِ امّارہ اور شیطان گھٹیا مقاصد کیلئے طرح طرح کے ناجائز کام انسان سے کراتے ہیں جس کا مشاہدہ آج معاشرہ میں ہو رہا ہے، اس فساد سے بچنا چاہو جو چاروں طرف رونما ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو"۔

اولاد کی بہبود کی خاطر شریعتِ مطہرہ کو پس پشت ڈالنے کے خوفناک انجام کے بارے میں متنبہ فرماتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

"اولاد جس کیلئے انسان دین فراموش ہو جاتا ہے اسی اولاد کی طرف سے آخر مایوسی ہوتی ہے آئے دن اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، کتنے ہی والدین اپنی اولاد کی بے وفائی اور سرد مہری کی شکایت کرتے نظر آتے ہیں۔"

صاحبزادہ محمد اقصد صاحب مدظلہ العالی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بیرون ملک جانے والے سنگیوں کو فرماتے حلال رزق کی تلاش اچھی ہے مگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام نہ چھوٹنے چاہیں، ورنہ حیوانی زندگی کی ضرورت جانوروں کو بھی معلوم ہے کہ سرسبز چارہ کہاں ملتا ہے؟۔

زندگی کی حقیقی بہاریں اس شخص کو نصیب ہوتی ہیں جو زندگی بھر احکامِ شرعیہ کی پابندی کرے، ورنہ زندگی لغویات کا مجموعہ بن کر رہ جاتی ہے۔

اس حقیقت کو آپ نے یوں واضح فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے احکام کی بجا آوری ہمیشہ مدِ نظر رہنی چاہیے، اس مختصر سی زندگی کی درست منہاج شریعت کا حصہ ہے اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے اور زندگی

فضولیات اور لغویات میں گزار دی جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی اور بد نصیبی نہیں۔"

زندگی بھر شریعتِ مطہرہ کی پابندی کے خوش گوار ثمرہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"تجربہ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور قرآنی تعلیمات کو وظیفہء حیات بنایا انہوں نے روحانی معراج حاصل کر لی اور کشف و کرامات کے اعزاز سے نوازے گئے۔"

نیز ارشاد فرمایا:

"بزرگوں کے وصول الی اللہ کے اپنے اپنے تجربے اور طریقے ہیں، جن بزرگوں نے جس راہ سے فائدہ اٹھایا اسی کا رواج طالبانِ حق میں جاری فرمایا، حضرت قبلہء عالم خواجہ محمد سلطانِ عالم قدس سرہ کی ساری کوشش شریعتِ مطہرہ کی پابندی پر منحصر تھی، آپ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی تعلیم دیتے، ذکر و فکر کی تلقین فرماتے، توجہ الی اللہ کا درس دیتے، آپ کے سلوک میں افراط و تفریط کا کوئی عنصر نہ تھا بلکہ شاہراہِ اعتدال پر چلنے کی تلقین تھی، آپ طالبوں کو یہی مشورہ دیتے کہ دل کا زنگ دور کرنے والی چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی تابعداری ہے، محبت اور اخلاص میں استقامت ہو تو سالوں کا کام گھڑیوں میں انجام پا جاتا ہے"۔

نیز فرمایا:

"ہر موقع پر شریعت کے تقاضے ملحوظ رہنے چاہیں، اسی میں ہماری بہتری ہے، نام و نمود کی خاطر شریعت کے حدود سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے، معاشرے کے رسم و رواج میں بہت سی ناجائز چیزیں داخل ہو گئی ہیں ایسی رسموں اور ایسے رواجوں سے بچنا چاہئے اور شریعت کی سادگی کو اپنانا چاہئے"۔

ایک مجلس میں یوں فرمایا:

"جہالت اور بے علمی کے باعث کچھ ہندوانہ رسم ورواج کی وجہ سے بہت سی بدعات اور رسوم مسلمانوں میں داخل ہو چکی ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمہ گیر اصلاحی پروگرام سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے اور بزرگانِ دین کی تعلیمات سے متعارف کرایا جائے"۔

طریقت کے طالبان کو نصیحت فرماتے ہوئے سلوک کے کمال کی حقیقت سے یوں نقاب کشائی فرمائی آپ قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"سلوک کا کمال کشف اور تعویذات کے مؤثر ہونے یا دُعا کے قبول ہونے میں نہیں بلکہ شریعتِ مطہرہ کی کامل اتباع اور سلسلہ شریفہ سے محبت میں ہے، بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو قرب عطا فرماتا ہے تو کشف وکرامات کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے"۔

ایک بار یوں فرمایا:

"باطن کی ترقی کا انحصار سچ بولنے اور حلال کھانے میں ہے، ان کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل اتباع اور احکامِ شریعت پر پابندی بھی ضروری ہے، شریعتِ مطہرہ کی پابندی کے بغیر گوناگوں احوال اور مشاہدات سب بے کار اور بے سود ہیں، ان کا ذرہ بھر اعتبار نہیں"۔

سطور بالا میں آپ کے وہ چند ارشادات درج ہیں جو آپ نے اپنی مختلف نورانی مجالس میں ارشاد فرمائے، علاوہ ازیں آپ نے مختلف سنگیوں کی جانب مکتوبات میں بھی شریعتِ مطہرہ کی پابندی کا درس دیا ہے، آپ کے مکتوبات شریفہ کی تا حال

دو جلدیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہیں، ان میں سے اس موضوع کے متعلق آپ کے چند ارشادات ذیل میں درج ہیں:

باغ آزاد کشمیر کے ملک محمد مظفر صاحب کو یوں نصیحت فرمائی:

''ہر وقت مرضیاتِ الٰہی کو مدِّ نظر رکھیں اور نا مرضیات سے بچیں، یہی تعلیم اپنے متعلقین کو دیں اور خیال رکھیں کہ وہ ان پر عمل کریں''۔ (۱)

کوئٹہ میں متعین کرنل اسرار احمد گھمن کو تحریر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتے رہیں، اوامر و نواہی کا خیال رکھیں، دارین کی سعادت شریعت کی اتباع میں ہے''۔ (۲)

ایک سنگی محمد فیاض ولد محمد حسین نقشبندی صاحب نے بذریعہ خط عرض کی کہ ایف۔اے، میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہو گیا ہوں، ایک اچھے کالج میں داخلہ کیلئے درخواست جمع کرادی ہے، تو آپ نے ان کو جواب میں لکھا۔

''دنیا کی کوشش کے ساتھ ساتھ دین کی محبت رکھیں۔ اصل مقصد تو احکامِ شریعت کی اتباع ہے، اگر یہ دھیان رہے تو دنیا کے کام بھی عبادت بن جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی تائید شاملِ حال رہتی ہے''۔ (۳)

ڈیرہ اسماعیل خان کے صوفی ایاز خان صاحب کو یوں نصیحت فرمائی:

دنیا کے مقابلے میں آخرت کی فکر زیادہ ہونی چاہیے، آخرت کی فکر نام ہے مرضیاتِ الٰہی کے مطابق زندگی گزارنے کا، بس ہماری نصیحت ہے کہ دنیا میں اس

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۵ (۲) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب نمبر ۲۳

(۳) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۶۳

طرح جیو کہ آپ کی ہر حرکت آخرت کا نیک توشہ بنتی رہے تاکہ وہاں مایوسی نہ ہو۔ (۱)

بی۔پی۔او، چھتر نمبر ۲ تحصیل و ضلع باغ کے ایک طالب علم کو یوں ناصحانہ انداز میں تحریر کرایا:

''اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی پسند و ناپسند سے آگاہ کر دیا ہے، اس کی پسند کے کام خیر ہیں اور ناپسند کے کام شر، اور یہ بندوں کی صواب دید پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ جونسا کام چاہیں اختیار کریں''۔ (۲)

زراعت علی نمبردار ساکن ڈنڈہام نے اپنے خط میں اپنی علالت کا ذکر کیا اور لکھا تمام درباروں پر جا چکا ہوں مگر ٹھیک نہیں ہوا، اب آپ کو واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ پر کرم کریں، آپ نے انہیں جواب میں یوں تحریر فرمایا:

''یہ بندہ آپ کو یہی مشورہ دے گا کہ آپ ہر طرف سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے ہو جائیں اور اس سے رابطہ قائم کریں رابطہ سے مراد احکامِ شریعت کی پابندی اور دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا ہے''۔ (۳)

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز نے مولانا حافظ محمد انور طاہر خطیب فیصل آباد کی وساطت سے ان کے ایک مہربان دوست کو یوں نصیحت فرمائی:

''یہ امر ذہن نشین رہے کہ اصل شریعت ہے اور طریقت اس کی فرع ہے شریعت کا دامن کسی حال میں ہاتھ سے نہ چھوٹے، شریعت کے احکام بجا لانے میں پوری پوری کوشش اور کاوش سے کام لیا جائے''۔ (۴)

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۶۵
(۲) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۰۵
(۳) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۲۳
(۴) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۴۷

ایک اور طالبِ طریقت کو یوں نصیحت فرمائی:

''اصل چیز حال، کشف وشہود اور مواجید نہیں، شریعتِ حقہ ہے، خیال رہے کہ کہیں ان کی طلب وتلاش میں شریعت کا دامن ہاتھ سے نہ نکل جائے، یہ سب کچھ شریعت ہی کے ثمرات ہیں، شریعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامیں رکھیں''۔ (۱)

کراچی کے تھرڈ ائیر کے ایک طالب علم اسجد عمران بٹ صاحب نے اپنے ایک خط میں بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب میں تحریر فرمایا:

''یہ بندہ عاجز ہر ملنے والے کو احکامِ شریعت کی درخواست کرتا ہے، نماز پنجگانہ باجماعت کی ہدایت کرتا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا دھیان رکھنے کی تلقین کرتا ہے، اگر آپ ان باتوں پر عمل کریں تو یہی بیعت ہے، رسمی بیعت کی اتنی ضرورت نہیں جتنی عملی بیعت کی ضرورت ہے، ان امور میں اپنے آپ کو پختہ کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا کے کاموں پر عمل کا ذوق وشوق عطا کرے، بس یادِ الٰہی کو اپنا شعار بنائیں اور متوجہ الی اللہ رہیں''۔ (۲)

جناب سید فرید الحسن گیلانی صاحب نے روحانی فیض حاصل کرنے کی خواہش کی، جو حضور سیدنا غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی ستائیسویں پشت سے ہیں، آپ نے انہیں جواب میں فرمایا:

''آپ خود بزرگوں کی اولاد ہیں، اور ارفع واعلیٰ نسبت رکھتے ہیں، اس نسبت کے حوالہ سے آپ بندہ کیلئے بھی دعا کریں، یہ بندہ عاجز اپنی موت کی فکر میں ہے اور حسنِ انجام کیلئے احباب سے دعا کا خواستگار ہے۔۔۔ آگے فرمایا۔۔۔ طریقت چوں

---

(۱) مکاتب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۳۱ (۲) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۳

کہ شریعت کے تابع ہے اس لئے اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ احکامِ شریعت پر اخلاص سے عمل کیا جائے۔ (۱)

اوکاڑہ کے حاجی ظہور احمد صاحب کو حج کی مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا:

''حج بیت اللہ آسان ہے اگر مالی استطاعت ہو، مگر سنبھالنا مشکل ہے، اس لئے احتیاط سے کام لیں، اور وہ نورانی فضا اپنے ماحول میں قائم رکھیں، معمولات پر مواظبت کریں اور احکامِ شریعت کی پابندی لازم جانیں، وقت کی قدر پہچانیں اور اسے رائیگاں اور ضائع نہ کریں بلکہ یادِ خدا میں گزاریں''۔ (۲)

مولانا محمد کریم سلطانی فیصل آبادی صاحب کے ایک مرید نے کاروبار میں بہتر اسباب کیلئے دُعا کی درخواست کی، تو آپ نے اسے یوں جواب دیا:

''طریقت میں عزیمت کو بڑا دخل ہے، مرشد کی ہر بات کو حکم جانیں اور بجالائیں نماز باجماعت کا اہتمام رکھیں، اوامر ونواہی بجالانے کی کوشش کریں، ظاہر کو شریعت سے آراستہ کریں اور باطن کی صفائی میں مصروف رہیں تاکہ ظاہر و باطن ایک ہو جائے''۔ (۳)

انگلینڈ کے جناب سید محمد رفیق صاحب نے بذریعہ خط حضرت خواجہء عالم قدس سرہ کی خدمت میں عرض کی: پہلے ایک پیر صاحب سے بیعت کی جن کے دیئے ہوئے وظائف پابندی سے پڑھتا رہا، کچھ عرصہ بعد وہ ایک الزام میں پولیس کو مطلوب ہو گئے، پھر ایک اور شیخ سے بیعت کی انہوں نے جھٹ مجھے اپنی خلافت سے نواز دیا، لیکن مجھے قلبی اطمینان نہیں، اب میں روحانی رہنمائی کیلئے آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۵۲ (۲) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۵۴

(۳) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۵۷

آپ نے انہیں جواب میں یوں تحریر فرمایا:

''بیعت اصل میں احکامِ شریعت پر عمل کا نام ہے، اور تجدیدِ عہد ہے، آپ احکامِ شریعت پر جو واضح ہیں اور ہر ایک کے علم میں ہیں، اپنی بساط کے مطابق خلوص سے عمل کریں، طریقت شریعت ہی کا ایک جزو ہے، جس کا منشا ظاہری شرعی اعمال میں خلوص اور احسان کا رنگ بھرنا ہے، بندہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جذبہء شوق کو پورا کرے''۔ (۱)

سیالکوٹ کے حکیم محمد یحییٰ رضا خان صاحب نے بذریعہ خط روح کی بالیدگی کیلئے دعا کی درخواست کی، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں یوں ارشاد فرمایا:

''روح کی بالیدگی کا انحصار نفس کی مخالفت پر ہے، اور روح کی تقویت کا انحصار احکامِ شریعت کی تابعداری پر ہے، اہلِ سنت و جماعت کے اعتقاد کے مطابق عمل کرنے سے روح بالیدہ ہوتی ہے''۔ (۲)

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ سلوک اور طریقت کی سنگلاخ اور پر خار وادی میں وصول الی اللہ کے راہی کیلئے سامانِ سفر کا اولین اور سب سے ضروری جز واحکامِ شرعیہ کی پابندی ہے، اس زادِراہ کے بغیر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ بارگاہوں میں رسائی ناممکن ہے۔

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۱۹۱ (۲) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۲۴۳

حقوق العباد کی تاکید

ہر مسلمان دو طرح کے حقوق کی ادائیگی کا مکلف ہے۔

۱...... اللہ تعالیٰ کے حقوق۔

۲......اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق۔

پہلی قسم کو حقوق اللہ کہتے ہیں جب کہ دوسری قسم کو حقوق العباد کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہے۔

اس کی رحمتوں کا دروازہ ہر آن ہر نیک و بد پر کھلا ہوا ہے، اس نے شرک اور کفر کے سوا ہر گناہ کو اپنے ارادہ اور مشیت کے تحت قابلِ معافی قرار دیا ہے۔

مگر حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی اور تقصیر کی معافی ان بندوں کے ہاتھ میں رکھی ہے جن کے ساتھ وہ ظلم اور ناانصافی ہوئی۔

اور ظاہر بات ہے کہ ان سے اتنے رحم و کرم کی اُمید نہیں کی جاسکتی جو اللہ تعالیٰ کی بے نیاز ذات سے ہوسکتی ہے، اس اعتبار سے حقوق العباد کی اہمیت شریعتِ مطہرہ میں حقوق اللہ سے بڑھ کر ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا فَإِنَّهُ لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ. (۱)

---

(۱) صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۴۴۹، ۲۵۳۴

ترجمہ: ''جس شخص نے کسی مسلمان بھائی پر ظلم ڈھایا ہو تو اسے چاہئے کہ آج اس سے پاک ہو لے کیوں کہ وہاں میدانِ قیامت میں اپنے مظلوم بھائی کو راضی کرنے کیلئے نہ دینار ہوگا اور نہ درہم، قبل اس کے کہ اس کی نیکیاں اس کے مظلوم بھائی کیلئے لے لی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کے مظلوم بھائی کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ. (۱)

ترجمہ: ''مظلوم کی بددعا سے بچو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے''۔

نیز فرمایا:

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۲)

ترجمہ: ''ظلم قیامت کے دن ظلمات (اندھیرے) بن جائے گا''۔

یعنی آج آدمی دنیا کے اندر اپنے مفاد کو حاصل کرنے کیلئے یا اپنے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے انجام سے اندھا اور بے پرواہ ہو کر دوسروں پر ظلم کرتا ہے اس کا یہ اندھا پن قیامت کے دن تاریکیاں بن کر اس کے سامنے آئے گا۔

حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے نوشیروان بادشاہ کا مقولہ یوں نقل فرمایا ہے:

بنیادِ ظلم درجہاں اندک بود، ہر کس کہ آمد براں مزید کرد تابایں جا غایت رسید۔

---

(۱) صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۳۲۸ (۲) بخاری حدیث ۲۴۴۷

ترجمہ: ”ظلم کی بنیاد دنیا میں تھوڑی سی تھی، جو آتا رہا اس میں اضافہ کرتا رہا تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی“۔

ظلم کی روک تھام کا پہلا قدم یہ ہے کہ مظلوم کا یہ حق تسلیم کیا جائے کہ وہ ظالم سے اپنا بدلہ لے لے تاکہ ظالم ظلم کرنے سے پہلے سوچ لے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

مگر اسے صرف اتنی تکلیف دی جانی چاہئے جتنی اس نے مظلوم کو پہنچائی ہو ورنہ یہ ظلم پر ظلم ہوگا لیکن اگر مظلوم اپنے بھائی کو معاف کردے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر پالے گا، اس کا ظلم برداشت کرنا اکارت نہ جائے گا۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز ان حقائق سے بخوبی آگاہ تھے، آپ حقوق العباد کی نزاکتوں اور ان کی اہمیت کو جانتے تھے، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

”شریعت کے دو شعبے ہیں: ۱......عبادات ۲......معاملات۔

دونوں ہی درست ہونے چاہئیں واضح رہے کہ عبادات کا دوسرا نام حقوق اللہ ہے اور معاملات کا دوسرا نام حقوق العباد“۔

آپ قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

”کسی کا ایک پیسہ بھی ناحق نہیں رکھنا چاہئے، ہوسکتا ہے کہ انسان پیسے کو معمولی سمجھے اور وہی پیسہ سب کچھ برباد کردے“۔

اسی لئے صوفیہء کرام نے فرمایا کہ:

”کسی گناہ کو حقیر نہ سمجھو بعض اوقات ایک چنگاری پوری بستی کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے، اور کسی نیکی کو حقیر سمجھ کر نہ چھوڑو کیوں کہ بعض اوقات پانی کے معمولی گھونٹ سے جان جیسی قیمتی شے بچ جاتی ہے“۔

بعض لوگ دو آدمیوں کی باہمی گفتگو کو چوری چھپے سننے کو ایک معمولی اور جائز حرکت خیال کرتے ہیں جب کہ اس کا افشا بعض اوقات بڑے نقصانات کا باعث ہوتا ہے اسی لئے اسلام نے اس کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔

اور اسی طرح خط مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے درمیان ایک نجی تحریری گفتگو ہوتی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے احبابِ طریقت کو اس سے بچنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے، آپ فرماتے تھے:

دو کام نہیں کرنے چاہیں:

۱...... کسی کا خط اس کی اجازت کے بغیر نہ کھولنا چاہئے اور نہ ہی پڑھنا چاہئے۔

۲...... کسی جگہ دو آدمی باتیں کر رہے ہوں وہاں کان نہیں لگانے چاہیں۔

ہم نے کبھی حاجی پیر صاحب کا خط بھی نہیں کھولا اور نہ ہی اسے پڑھا۔

حقوق العباد میں والدین کے حقوق کو اور بہت سے حقوق سے تقدّم اور تفوّق حاصل ہے، حتی کہ ان کی دنیا سے رحلت کے بعد ان کے حقوق اولاد کے ذمہ باقی رہتے ہیں، احبابِ طریقت کو والدین کے حقوق کی جانب توجہ دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''والدین اگر وفات پا چکے ہوں تو ان کے ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ وخیرات اور نیک اعمال کرتے رہیں، انہوں نے بڑی مشکل سے تمہاری پرورش کی ہے، دعا کے وقت بھی ان کو یاد رکھا کریں''۔

اس بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو، آپ نے فرمایا:

''والدین کی خوب خدمت کرو والدین اولاد کو دعائیں دیتے رہتے ہیں، مگر اولاد کو مزید دعائیں حاصل کرنے کے ڈھنگ اختیار کرنے چاہئیں، ان کی خدمت

کریں ان کو دبائیں ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھیں تا کہ وہ مزید دعائیں دیں"۔

میاں بیوی ایک خاندان کی بنیادی اکائیاں ہوتی ہیں، ان دونوں کے درمیان صلح وآشتی خاندانی امن وسکون کیلئے ضروری ہے اور یہ صلح وآشتی صرف اس صورت میں باقی رہ سکتی ہے جب کہ طرفین ایک دوسرے کے حقوق خوش اسلوبی سے ادا کرتے رہیں، کسی ایک طرف سے کوتاہی پورے خاندان کے امن وچین کو تہہ وبالا کر سکتی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بی بی کو اس سلسلہ میں یوں نصیحت فرمائی:

خاوند عورت کا مجازی خدا ہوتا ہے۔

حضرت مائی صاحبہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہا مستورات کو ہمیشہ تلقین فرمایا کرتی تھیں کہ:

"عورت کی روحانی معراج اور دنیوی سکون خاوند کی اطاعت اور خدمت میں ہے، بشرطیکہ کسی غیر شرعی کام کا حکم نہ دے، عورت پر لازم ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر مکان کی چار دیواری سے باہر قدم نہ رکھے، خواہ اس کا ارادہ کسی بزرگ سے ملنے کا ہو، اس کا بزرگ اس کا خاوند ہوتا ہے، اس کی جائز اطاعت اس کی زندگی کا وظیفہ ہونا چاہیئے، عورتوں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ خانقاہوں اور درگاہوں میں بے مقصد گھومتی پھریں، اگر کوئی غلطی ہو جائے تو خاوند سے معافی مانگ لینی چاہیئے، اس کی اطاعت گزاری سے گھر کے ماحول کو جنتی بنانا چاہیئے"۔

حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عملی زندگی اس طرح سے بسر کی کہ ہر کسی کے حق کا لحاظ رکھا اور اس بارے میں عمر بھر کامل احتیاط ملحوظ خاطر رہی۔

چنانچہ ایک دفعہ سیمنٹ کم یاب ہو گیا، آپ کی للہیت اور تعمیر مساجد کے خیال سے متعلقہ آفیسرز آپ کے حسب دل خواہ مقدار میں آپ کو سیمنٹ مہیا کرنے کے

لئے آمادہ تھے، اس سلسہ میں آپ کا صرف ایک اشارہ ہی کافی تھا، جناب حاجی زمان علی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ڈی۔سی صاحب سے کتنا سیمنٹ لیا جائے، جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کوٹلی جو سیمنٹ آرہا ہے اس میں عام لوگوں کا بھی حصہ ہے، ہمارے لئے مناسب نہیں کہ سارے کا سارا یا پوری کی پوری گاڑی لے لیں، مساجد اور لوگ بھی بنوا رہے ہیں، ان کا بھی حق ہے، لہٰذا ڈی۔سی صاحب سے کہہ دو کہ ہر ماہ ایک سو بوری ہمیں دے دیا کریں یا ان سے پوچھ لو کہ وہ آسانی سے کتنا دے سکتے ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جس تیز رفتاری سے مساجد تعمیر کرائیں اس لحاظ سے یہ مقدار آپ کے ایک دن کے خرچہ کیلئے بھی ناکافی تھی۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ دو دفعہ سرہند شریف عرس حضرت امامِ ربانی مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریب میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے۔

ایک دفعہ حضرت حاجی پیر صاحب مدظلہ العالی بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے، انہوں نے سرہند شریف سے کچھ کتابیں خریدیں دکان دار سے غلطی ہوئی اس نے کتابیں زیادہ دیں اور رقم کم وصول کی، قافلہ کے پاکستان واپس آجانے کے بعد اس دکان دار نے حضرت حاجی پیر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو خط لکھ کر بقیہ رقم کا مطالبہ کیا، حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کو صورتِ حالات کا پتہ چلا، تو فرمایا اچھا ایسا ہوا ہے، ہم ان کو ان کی قیمت وہیں پہنچا دیں گے، یہ تو بڑی رقم ہے کسی کا ایک پیسہ بھی نہیں دبانا چاہئے ہو سکتا ہے کہ انسان ایک پیسے کو معمولی سمجھے اور یہی پیسہ سب کچھ برباد کردے۔

ملک عبدالحمید صاحب امداد باہمی اٹھ مقام کو ایک خط کے جواب میں اولاد کے حقوق کی یاددہانی کراتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھوایا:

اہل وعیال کو بھی دین کی تعلیمات سے آراستہ رکھیں یہ آپ پر ذمہ داری ہے جہاں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دینا پڑے گا۔ ①

اسی سلسلہ میں جناب عبدالغنی صاحب وہاڑی کو تحریر کروایا:

دینی امور میں خود بھی اور اہل وعیال کو بھی پابند کریں، قیامت کو سوال ہوگا۔ ②

---

① مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۷ ② مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۸۷

احسان شناسی

اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انسان کی نیکی کے بدلے میں اس کے ساتھ جواب میں نیکی کرنے اور شکر گزاری کے جذبے کو اللہ تعالیٰ کے احسانات کی شکر گزاری کا معیار قرار دیا ہے، ارشاد فرمایا:

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ. ①

ترجمہ: جو شخص لوگوں کے احسانوں کا شکر ادا نہ کرے گا وہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے گا۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے اپنے احسانات پر ادا کیا ہوا شکر قبول نہیں فرماتا جو لوگوں کے اس پر احسانات کے بدلے میں ان کا شکریہ ادا نہ کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ وَمَنْ سَاَلَكُمْ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ وَمَنْ اَتٰى عَلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَاتُكَافِئُوْهُ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تَعْلَمُوْا اَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ. ②

ترجمہ: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے پناہ طلب کرے اسے پناہ دو، جو اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے مانگے اسے دیا کرو، جو تمہاری دعوت کرے اسے قبول کرو، جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اس کا بدلہ دو، اگر بدلہ میں دینے کیلئے کچھ نہ مل سکے تو اس کیلئے دعا مانگا کرو یہاں تک کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا بدلہ ادا کر دیا ہے“۔

---

① ترمذی حدیث رقم ۱۹۵۵ ② مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۸۰، مطبوعہ دار احیاء التراث، کتاب الحدائق جلد ۲ صفحہ ۳۸۶ امام ابن جوزی

۹ھ کو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بیس روز بیمار رہ کر ذیقعدہ کے مہینہ میں فوت ہوا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لے گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قمیصیں زیب تن فرما رکھی تھیں، اس کے بیٹے بااخلاص صحابی تھے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی قمیص مبارک پہنانا چاہی تو بیٹے نے عرض کی:

وَلَبِّسْ اَبِیْ قَمِیْصَکَ الَّذِیْ یَلِیْ جِلْدَکَ۔ [1]

ترجمہ: ''یارسول اللہ! میرے باپ کو وہ قمیص پہنائیں جو آپ کے جسم مبارک سے ملی ہوئی ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے یہ قمیص اس لئے پہنائی کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی قمیص پہنائی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل اس منافق کے احسان کے بدلے میں تھا، جو اس نے آپ کے چچا پر کیا تھا، آپ کے اس عمل سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوگئی کہ منافق اور کافر کے حق میں شفاعت ہرگز قبول نہیں ہوگی۔

اگرچہ وہ کتنی بار ہی کیوں نہ ہو، اس پر قرآن مجید کی سورت توبہ کی آیت نمبر ۸۴ واضح ثبوت ہے۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ احسان شناسی اور نیکی کا بدلہ بہتر سے بہتر انداز میں دینے میں اپنی مثال آپ تھے، اگر کسی نے ذرہ سی بھلائی کردی تو اس کے بدلہ میں اسے احسانات سے لاد دیا کرتے تھے، اس پر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تسلی نہ ہوتی، پے بہ پے اور متواتر اس پر احسان کئے جاتے۔ یہاں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

جناب الحاج محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ قدس سرہ کے خادمِ خاص تھے، بڑے ہی جانثار اور اخلاص کے پتلے تھے، انہوں نے عمر بھر دربارِ عالیہ کی بیش بہا خدمات سرانجام

[1] صحیح بخاری حدیث رقم ۱۳۵۰

دیں، نومبر ۱۹۷۶ء میں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ مسجد شریف اصحابِ رڈہ میں مقیم تھے، حضرت حاجی پیر صاحب دامت برکاتہم العالیہ آپ کے ساتھ تھے، حاجی محمد اشرف صاحب کو وصال فرمائے چند ماہ ہو چکے تھے، حاجی صاحب موصوف کے بیٹے جناب محمد سعید صاحب آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے، نمازِ ظہر کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اوراد و وظائف سے فراغت کے بعد باہر سنگیوں کے پاس آنے کے لئے تیار تھے، خادم اندر آیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا سنگی کیا کر رہے ہیں؟ اس نے جواب میں عرض کی کہ وہ برآمدے میں بیٹھے آپ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کر رہے ہیں، پھر پوچھا کیا بھائی محمد سعید صاحب یہیں ہیں؟ تو خادم نے عرض کی جی ہاں یہیں موجود ہیں، آپ نے دریافت فرمایا کہاں بیٹھے ہیں؟ تو اس نے عرض کی برآمدے میں مشرق کی جانب بیٹھے ہیں، ان کا رخ بھی آپ کے حجرہ مبارک کی طرف ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا، پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، فرمایا جب سے حاجی صاحب دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں، ہم نے محمد سعید صاحب کو سامنے آنے نہیں دیا، حاجی صاحب مرحوم ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہوتے، جب بھی وہ آئے میں نے حجرے میں بیٹھے بیٹھے انہیں فارغ کر دیا، اس کے بعد حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی چھنگلی انگشت مبارک سے گنتی شروع کی اور فرمایا حاجی صاحب مرحوم نے ہمارے والد ماجد حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی، ہماری خدمت کی، ہماری اولاد کی خدمت کی، ہمارے پوتوں کی خدمت کی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چار انگلیوں پر باری باری گنتی فرمائی، آپ نے دوبارہ اسی طرح چار انگلیوں پر گنتی کر کے حاجی صاحب مرحوم کی خدمات کا ذکر فرمایا، پھر ارشاد فرمایا، انہوں نے اپنی اولاد کیلئے کچھ نہ مانگا، انہوں نے دنیا طلب نہ کی، آخرت کے طالب بھی نہ ہوئے، ساری خدمات اللہ تعالیٰ کی رضا

کیلئے انجام دیتے رہے، اس کے بعد پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، تھوڑی دیر بعد جب طبیعت سنبھلی تو باہر تشریف لائے، سنگیوں کے درمیان تشریف فرما ہوئے، اس دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محمد سعید صاحب کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا، سنگیوں سے باری باری خیریت دریافت فرمائی اور دعا فرما کر اندر حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔

الحاج غلام جیلانی صاحب انب ڈڈیال کے علاقہ کے رہائشی ہیں ان کے والد اپنے گاؤں کے نمبردار تھے، انہوں نے عارفِ کھڑی حضرت میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر سیّد نیک عالم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کر رکھی تھی، جناب غلام جیلانی صاحب روزگار کے سلسلہ میں انگلینڈ میں مقیم ہیں، حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی حیاتِ مبارکہ میں ان کا معمول تھا کہ جب کبھی واپس وطن آتے تو اپنے آپ کو اور اپنی گاڑی کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا کرتے، آپ جہاں چاہتے وہ آپ کو بخوشی لے جایا کرتے تھے، جناب غلام جیلانی صاحب کی گاڑی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی، پشاور، سیالکوٹ وغیرہ متعدد علاقوں کے سفر کئے، وہ ایک دفعہ وطن واپس آئے تو اتفاق سے ان کے پاس گاڑی نہ تھی، حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کو اس صورتِ حال کا پتہ چلا، تو آپ نے ان کو پاس بلا کر فرمایا اب آپ کے پاس گاڑی نہیں ہے، اگر کہیں جانا ہو تو ہمارے پاس گاڑی موجود ہے، وہ حاضر ہے آپ اسے استعمال کریں، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں باولی شریف، تتہ پانی اور دوسرے مقامات پر اس گاڑی پر بھیجا۔

غیبت سے اجتناب

شیخ الاسلام حضرت زکریا انصاری مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اَحۡکَامُ الدِّلَالَةِ عَلٰی تَحۡرِیۡرِ الرِّسَالَةِ میں غیبت کی تعریف ان الفاظ میں لکھی ہے:

هِیَ ذِکۡرُ الۡاِنۡسَانِ بِمَافِیۡهِ مِمَّایَکۡرَهُ سَوَاءً کَانَ فِیۡ بَدَنِهٖ اَمۡ دِیۡنِهٖ اَمۡ دُنۡیَاهُ کَمَالِهٖ وَمَمَاتِهٖ وَوَلَدِهٖ وَزَوۡجَتِهٖ وَخَادِمِهٖ وَحَرۡکَتِهٖ وَبَشَاشَتِهٖ وَعَبُوۡسَتِهٖ سَوَاءٌ ذَکَرۡتَهٗ بِلَفۡظِکَ اَمۡ بِکِتَابِکَ اَمۡ رَمَزۡتَ بِهٖ اَمۡ اَشَرۡتَ اِلَیۡهِ بِعَیۡنِکَ اَمۡ بِغَیۡرِهَا۔ (۱)

ترجمہ: ''کسی انسان کی قابلِ نفرت صفت کو بیان کرنا خواہ وہ برائی اس کے بدن میں ہو یا دین میں ہو یا دنیوی معاملات میں ہو، مثلاً اس کے مال میں ہو، اس کے مرنے میں ہو، اس کی اولاد، بیوی اور خادم میں ہو، یا اس کی کسی حرکت میں ہو یا خندہ روئی یا ناک بھوں چڑھانے میں ہو غیبت کہلاتا ہے خواہ تم اسے زبان سے کرو یا تحریر سے یا کسی کنایہ سے یا آنکھ کے اشارہ سے یا اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے سب غیبت میں داخل ہے''۔

اس سے پتہ چلا کہ غیبت صرف زبان تک محدود نہیں بلکہ ہاتھ پاؤں اور آنکھ سے بھی غیبت ہوسکتی ہے جیسے کوئی شخص لنگڑا ہو تو اس کے عیب کو ظاہر کرنے کیلئے لنگڑا کر چلنا بھی غیبت میں شامل ہے، اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان کی عزت

---

(۱) شرح رسالہ قشیریہ مع نتائج الافکار جزو ۳ صفحہ ۶۳

وآبرو کی حفاظت ہر دوسرے مسلمان پر فرض ہے، اس کی پردہ دری اور استخفاف ممنوع ہے، اگر یہ استخفاف اور پردہ دری اس کی عدم موجودگی میں ہو تو غیبت ہے اگر سامنے ہو تو سب وشتم کہلاتا ہے، بعض استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر ان کی حرمت میں کثرت سے نصوص وارد ہیں، اس کی قباحت اور شناعت اس حقیقت سے عیاں ہے کہ اس کے باعث عبادات اور طاعاتِ ثمرہ جو انسان کیلئے آخرت کی بیش قیمت پونجی ہے تلف ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس فعل کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی مانند قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

مَنْ مَّاتَ تَائِبًا مِنَ الْغِيْبَةِ فَهُوَ آخِرُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَّاتَ مُصِرًّا عَلَيْهَا فَهُوَ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ النَّارَ. (۱)

ترجمہ: جو شخص غیبت کرنے کے بعد اس سے توبہ کرنے کے بعد مراوہ سب سے آخر میں جنت کے اندر داخل ہوگا اور جو اس پر اصرار کرتے ہوئے مراوہ سب سے پہلے دوزخ میں داخل ہوگا۔

حضرت عوف بن ابی جمیلہ عبدی تابعی المتوفی ۱۴۶ھ نے بیان فرمایا کہ میں اپنے استاد حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا، اور حجاج بن یوسف کی غیبت کی، حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عادل حکمران ہے، جس طرح وہ مظلوم لوگوں کے حقوق حجاج سے وصول کرے گا اسی طرح حجاج کے حقوق بھی (غیبت کرنے والوں سے) وصول فرمائے گا، جب تم کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو گے تو تمہارا

---

(۱) رسالہ قشیریہ مع شرح جزو ۳ صفحہ ۶۴، ۶۵

سب سے چھوٹا گناہ جو تم نے دنیا میں کیا ہوگا تمہارے حق میں حجاج کے بڑے سے بڑے گناہ سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔

نَتَائِجُ الْاَفْکَارِ الْقُدْسِیَّۃِ میں ہے کہ اگرچہ حجاج بن یوسف ایک ظالم شخص تھا، اُس نے آلِ بیتِ نبوی اور آپ کے صحابہ کرام کو اذیتیں دیں اور اس کی برائی بیان کرنا شرعاً غیبت شمار نہیں ہوتا لیکن حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تقویٰ اور ورع کے باعث اس کی غیبت سننا بھی گوارا نہ فرمایا، اولیائے کاملین کا یہی طرزِ حیات ہوتا ہے۔

بعض اولیائے کرام نے غیبت کے عادی شخص کی حالت کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا:

مَثَلُ الَّذِیْ یَغْتَابُ النَّاسَ کَمَثَلِ مَنْ نَّصَبَ مِنْجَنِیْقًا یَرْمِیْ بِہٖ حَسَنَاتِہٗ شَرْقًا وَّغَرْبًا یَغْتَابُ وَاحِدًا خَرَاسَانِیًا وَآخَرَ شَامِیًا وَآخَرَ حِجَازِیًا وَّآخَرَ تُرْکِیًا فَیُفَرِّقُ حَسْنَاتِہٗ فَیَقُوْمُ وَلَاشَیْئَ مَعَہٗ. (۱)

ترجمہ: ”جو دوسروں کی غیبت کرتا رہتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے منجنیق نصب کر رکھی ہو جس کے ذریعہ وہ مشرق و مغرب میں اپنی نیکیوں کو (توپ کے گولوں کی طرح) پھینک رہا ہوتا ہے، کبھی کسی خراسان کے باشندے کی غیبت کرتا ہے کبھی شامی کی کبھی حجازی کی اور کبھی ترکی کی، اس طرح وہ اپنی نیکیاں بانٹ رہا ہوتا ہے، جب اس منجنیق کے پاس سے اٹھتا ہے تو وہ خالی ہاتھ ہوتا ہے“۔

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں غیبت اور غیبت گو کا کوئی گزر نہ تھا، آپ کی مجلس مبارک اس سے بالکل خالی ہوا کرتی تھی، جب کبھی کوئی شخص گفتگو کے دوران کسی کی غیبت کرنا شروع کرتا تو آپ فوراً بات کا رُخ بدل دیا کرتے تھے، یا غیر موجود شخص کی طرف سے کوئی عذر بیان فرما دیا کرتے اور اس کی بظاہر خامی کو خوبی

---

(۱) رسالۃ قشیریہ مع الشرح جزو ۳ صفحہ ۶۵، ۶۶

اور نیکی کے رنگ میں بیان فرما دیا کرتے تھے۔

ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس شریف میں کسی نے ایک پیر صاحب اور ان کے مرید کے درمیان اختلاف کا ذکر کیا، پھر وہ کہنے لگا جناب! وہ پیر صاحب ذکر بالجہر بھی کرتے ہیں اس نے ذکر بالجہر کو نادانی کے باعث برائی کے انداز میں بیان کیا، یہ سن کر آپ نے فوراً اسے ٹوک دیا اور فرمایا:

''خدا کا نام ہی تو لینا ہے کوئی آہستہ لیتا ہے اور کوئی بلند آواز سے دونوں طریقے درست ہیں''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ تمام لوگوں پر مادرِ مہربان کی مانند شفیق تھے، سب کی عیب پوشی فرمایا کرتے تھے، ہر آدمی کا احترام فرمایا کرتے چاہے جتنا بھی گناہ گار کیوں نہ ہو، بے نماز ہی کیوں نہ ہو آپ اس کا ذکر کسی اچھی عادت کو بیان کر کے کیا کرتے تھے۔

آپ قدس سرہ العزیز کے ذاتی معالج جناب ڈاکٹر محمد اکرم صاحب نے بیان فرمایا کہ ایک مشہور پیر طریقت کے مرید ہمارے گاؤں میں رہتے تھے، انہوں نے پیر صاحب کو اپنے ہاں دعوت دی، اس دعوت میں انہوں نے مجھے شامل کر لیا، میں نے حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے صورتِ حال کا ذکر کیا تو آپ نے تاکید کے ساتھ مجھے وہاں حاضر ہونے کی اجازت فرمائی، چنانچہ میں ان کی ملاقات کیلئے گیا، دوبارہ حاضری پر آپ کے سامنے پیر صاحب کی آمد کا ذکر ہوا تو میری رائے پیر صاحب کے حق میں اچھی نہ تھی، میں اس کا اظہار کرنے ہی والا تھا کہ آپ یوں گویا ہوئے:

''وہ جیسے بھی ہیں نیک لوگوں کی اولاد سے ہیں اس طرح میرا منہ آپ نے بند کر دیا اور میں کچھ مزید کہنے کی جسارت نہ کر سکا''۔

ایک شخص نے آپ کو خط لکھا جس میں اس نے اپنی علالت اور قرض کا ذکر کیا تھا، اور لکھا کہ باقی پیر تو کوٹھیاں اور ہوٹل بناتے ہیں، لیکن آپ تو خدا کا گھر بناتے ہیں اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔

آپ نے اس کے جواب میں یوں تحریر کرنے کا حکم دیا:

''آپ نے جو بعض گدیوں کے متعلق لکھا ہے کہ گھر بناتے ہیں، ہوٹل اور کوٹھیاں بناتے ہیں، کرائے وصول کرتے ہیں، بندہ کے مسلک میں دوسروں کو ہدفِ تنقید بنانا پسندیدہ شمار نہیں ہوتا، کیوں کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے بارہ میں حسنِ ظن رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اعمال کا دارومدار نیت پر ہے: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ حدیثِ شریف اس پر دال ہے، انسان کے باطن کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، ہوسکتا ہے ان کی نیتیں نیک ہوں اور ان مدات کی آمدن کسی کارِ خیر میں خرچ کرتے ہوں''۔ (۱)

خانقاہِ سلطانیہ میں ایک دفعہ آپ کی مجلس جمی ہوئی تھی، آپ ایک ایک شخص سے حال اور آمد کا مقصد دریافت فرما رہے تھے، ایک شخص کی جب باری آئی تو اس نے اپنی مسجد کے امام صاحب کے بارے میں فردِ جرم کھول دی طرح طرح کے عیب گنوانے شروع کر دیئے، آپ نے امام صاحب کی طرف سے تاویلات کا سہارا لیا، لیکن وہ کب چپ کرنے والا تھا، اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ موجودہ امام صاحب کو نکال دینا ہے لہٰذا آپ دربار شریف کی طرف سے کوئی امام ہمیں دیں، آپ نے اس کی باتیں سن کر بیزاری سے فرمایا ہمارے پاس فی الحال آپ کیلئے مناسب امام نہیں ہے، جب کبھی ایسا آدمی مل گیا تو آپ کو مہیا کر دیا جائے گا، آئندہ آپ اس کام کیلئے تشریف نہ لائیں۔

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۲۴

دنیاداروں سے بے نیازی

غوثِ صمدانی، قطبِ ربانی حضرت شیخ عبدالقادر غوث اعظم جیلانی قدس سرہ السامی سالکین کو نصیحت کے طور پر فرماتے ہیں:

اِذَارَاَیْتَ الدُّنْیَافِی اَیْدِیْ اَرْبَابِھا بِزِیْنَتِھَاوَاَبَاطِیْلِھَا وَخِدَعِھا وَمَصَائِدِھَا وَسُمُوْمِھَا الْقَاتِلَةِ مَعَ لِیْنِ مَسِّ ظَاھِرِھَاوَضَرَارَةِ بَاطِنِھَا وَسُرْعَةِ اِھْلَاکِھَا وَقَتْلِھَالِمَنْ مَسَّھَا وَاغْتَرَّبِھَا وَغَفَلَ عَنْ رَاھِیَتِھَا وَغَیْرِھَا بِاَھْلِھَا وَنَقْضِ عَھْدِھَا فَکُنْ کَمَنْ رَاٰی اِنْسَانًا عَلَی الْغَائِطِ بِالْبَرَازِ بَادِیَةً سَوْاٰتِہٖ وَفَائِحَةً رَائِحَتِہٖ فَاِنَّکَ تَغُضُّ بَصَرَکَ عَنْ سَوْاٰتِہٖ وَتَسُدُّ عَلٰی اَنْفِکَ مِنْ رَّائِحَتِہٖ وَنَتْنِہٖ فَھٰکَذَا کُنْ فِی الدُّنْیَا اِذَارَاَیْتَھَا غُضَّ بَصَرَکَ عَنْ زِیْنَتِھَا وَسُدَّ عَلٰی اَنْفِکَ بِمَا یَفُوْحُ مِنْ رَوَائِحِ شَھَوَاتِھَا وَلَذَّاتِھَا لِتَنْجُوْ مِنْھَا وَمِنْ اٰفَاتِھَا وَیَصِلُ اِلَیْکَ قِسْمُکَ مِنْھَا وَاَنْتَ مُھَنَّابِھَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِنَبِیِّہِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَاتَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَامَتَّعْنَابِہٖ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ زَھْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا لِنَفْتِنَھُمْ فِیْہِ وَرِزْقُ رَبِّکَ خَیْرٌوَّاَبْقٰی۔ [1]

ترجمہ: ”جب تو دنیا کو دنیاداروں کے ہاتھوں میں دیکھے، جس کا ظاہر مزین، سازوسامان باطل، جس کی سرشت میں دھوکا، جس کے اسباب لوگوں کے دلوں کی شکارگاہ، جس کی لذات زہر ہائے قاتل، ظاہر چھونے میں نرم و گداز لیکن باطن میں شدید اور کرخت، جس نے اسے چھوا اس پر فریفتہ ہوا، اور اس کی درشتی سے غافل ہوا،

---

[1] فتوح الغیب المقالة الخامسة۔ مع شرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۲۵، ۲۶

اسے یہ نہایت سرعت کے ساتھ قتل اور ہلاک کرتی ہے، جو اپنے حاملوں کو حادثات سے دوچار کرتی ہے اور عہد شکنی کی مرتکب ہوتی ہے، تو اس شخص کی مانند ہو جا جو قضائے حاجت کے مقام پر نجاست کے اوپر بیٹھے ایسے شخص کو دیکھے جس کا ستر کھلا ہو اور اس کی بدبو فضا میں پھیل رہی ہو تو اس کی شرم گاہ دیکھنے سے اپنی آنکھ بند کرلے گا، اس کی بدبو کے باعث ناک ڈھانپ لے گا، تو جب تو دنیا کو دیکھے تو اس کے ساتھ اسی طرح کا طرزِ عمل اختیار کر، اس کی زیب وزینت سے اپنی آنکھ بند کرلے، اس کی لذات وشہوات سے اٹھنے والی بدبو کے باعث اپنی ناک ڈھانپ لے، اس طرح تو اس کی آفات سے نجات پا جائے گا، اس کا وہ حصہ جو تیری قسمت میں ہے وہ تجھے مل کر رہے گا اور تیرے لئے گوارا بھی ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ محبوب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ. ﴿۱﴾

ترجمہ: ”آپ (خواہش اور آرزو کے جذبہ سے) ان چیزوں کی طرف اپنی نظریں دراز نہ فرمائیں جو ہم نے دنیوی زندگی کی آرائش کیلئے کفار کے مختلف گروہوں کو عطا کر رکھی ہیں، یہ سب کچھ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالنے کیلئے دے رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ہدایت ونبوت عطا فرما رکھی ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے“۔

حضور سیدنا غوث الثقلین قدس سرہ العزیز نے اپنے اس الہامی ارشاد میں دنیا اور اربابِ دنیا کی حقیقی تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے، اور راہِ خدا کے راہی کیلئے ایسی راہ کی نشاندہی کر دی

﴿۱﴾ سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۱

ہے جس کو اختیار کر کے وہ صحیح سلامت اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہے، تاریخ اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ اہل اللہ نے ہر دور میں اسی راہِ مستقیم کو اپنائے رکھا، ان کی روح کی آزادی، دل کے غنا اور فقر کی غیرت نے انہیں دنیا اور اہلِ دنیا کی چوکھٹوں پر جبیں سائی سے محفوظ رکھا، انہوں نے بوریہ نشینی کو اپنایا اور دنیا کی صدر نشینی کو پائے استحقار سے روند ڈالا، انہوں نے دنیا کو پاؤں کی ٹھوکر اور اہلِ دنیا کو جوتے کی نوک پر رکھا، وہ ہمیشہ فرشِ خاک پر درویشوں کے درمیان اس طرح گھل مل کر بیٹھے کہ تمیز بندہ و آقا مٹا ڈالی، یہی ان کی انفرادیت تھی اور اس کو انہوں نے اپنا اعزاز سمجھا، خلق خدا کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا لیکن ان کی دولت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا، امراء و وزراء ان کی بارگاہ میں حاضری کو اپنی سعادت سمجھتے رہے لیکن انہوں نے کبھی کسی امیر، وزیر اور حکمران کے در پر دستک نہ دی، فقیر کی غیرت ایسے ہی نفوسِ قدسیہ سے سرفراز رہی۔

کسے کو گدائی ایں در گزید
بدریوزگی بردرِ کس نہ رفت

ترجمہ: جس نے بارگاہِ خداوندی کی گدائی اپنالی وہ کاسۂ گدائی لے کر کسی اور کے دروازے پر نہ گیا۔

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز کی سیرت، اخلاق اور حالات پر نظر ڈالی جائے تو آپ قرونِ اولیٰ کے جلیل القدر صوفیۂ کرام کی جماعت کے ایک فرد معلوم ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دورِ حاضر میں اس لئے پیدا فرمایا کہ دنیا دیکھ لے صوفیۂ کرام کے اخلاق و کردار کے اصل خدوخال کیا ہیں، اور موجودہ زمانہ کے عقابوں کے نشیمنوں میں خرقہ پوش زاغوں کو دیکھ کر حقیقی بندگانِ خدا کے بارے میں اس کی مخلوق بدگمانی کا شکار نہ ہونے پائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بجا طور پر امامِ ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور مجددِ عصرِ خویش حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایتوں کے سچے امین اور ان کے مظہر تھے، حضرت امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے گھر بار، مال و دولت، گراں قدر کتب خانہ و اثاثِ منزل لٹا دیا، گوالیار کے عقوبت خانہ کی قید و بند کو سینے سے لگایا لیکن جابر حاکم کے سامنے سجدہ ریزی تو کجا سر جھکانے سے بھی انکار فرما دیا۔

تیرھویں صدی کے مجدد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زُہد و قناعت، تسلیم و رضا، توکل و ایثار اور ترک و تجرید میں یکتائے روزگار تھے، خانقاہِ شریفہ میں جو عام درویشوں کا لباس ہوتا اسی طرح کھدر کا لباس آپ کا ہوتا اور جو کھانا سب کو ملتا وہی آپ تناول فرماتے، امراء اور بادشاہ آرزو کرتے کہ ہم خانقاہ کیلئے وظیفہ مقرر کریں آپ قبول نہ فرماتے، والی ٹونک نواب امیر محمد خان نے خانقاہ کیلئے وظیفہ مقرر کرنے کی لجاجت کے ساتھ درخواست پیش کی لیکن آپ نے اس کے جواب میں یہ شعر لکھ کر اسے ارسال کر دیا۔

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم
با میرخاں بگو که روزی مقرر است

ترجمہ: ہم اپنے فقر و قناعت کی آبرو ختم نہیں کریں گے، امیر محمد خان کو کہہ دو کہ روزی مقرر ہے جو ہمیں مل کر رہے گی تمہارے وظیفہ کی ضرورت نہیں۔

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز نے عمر بھر دنیا داروں سے کسی دنیوی غرض کے لئے کوئی راہ و رسم نہ رکھی، امراء، وزراء، صدور، وزرائے اعظم، بڑے بڑے عہدوں پر فائز افراد آپ کی بارگاہ میں حاضری کی تمنا رکھتے تھے، لیکن آپ بڑی شانِ استغناء

سے ان سے ملاقات سے انکار فرما دیتے، کئی ارب پتی، بڑے عہدوں پر فائز لوگ، وزراء وغیرہ اصحابِ اقتداء آپ کے دست گرفتہ تھے، اور وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر بھی ہوا کرتے تھے لیکن دیگر احبابِ طریقت کی طرح ان سے آپ کا سلوک ہوتا، کبھی کسی کو اپنے یا کسی اور کے دنیوی کام کیلئے آپ نے فرمائش کی اور نہ کوئی شفارش، آپ کا ان سے تعلق ان کی اصلاح کی خاطر تھا اور بس، اور یہی وجہ تھی کہ اس طبقہ میں آپ کی تربیت اور روحانی راہنمائی کی بدولت بڑے بڑے ذاکر، شب زندہ دار اور اصحابِ نسبت افراد موجود ہیں، ان میں سے بعض کے صاحبِ نسبت ہونے کا اعتراف حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اس علاقہ کے اپنے دوروں کے دوران بھی کیا تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ کبھی کسی سنگی کو آپ کے حوالہ سے ان لوگوں سے کام کہنے کی جرأت نہ تھی، اور کبھی کسی نے ایسی غلطی کردی تو آپ سخت الفاظ میں تہدید اور فہمائش کیا کرتے تھے۔

چنانچہ صاحبزادہ خادم حسین مرحوم بن صاحبزادہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ بونگہ حیات والی مسجد کے قریب بجلی کا ایک کھمبا تھا جو اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے تکلیف دہ تھا، مگر اس کی جگہ تبدیل کرانا آسان نہ تھا، حاجی حبیب الرحمٰن ان دنوں ساہیوال کے ایس، ایس، پی تھے، میں نے ان سے کہہ دیا کہ حضور خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی منشا یہ ہے کہ یہ کھمبا یہاں سے تبدیل ہوجائے، انہوں نے واپڈا والوں سے کہا انہوں نے کھمبا تبدیل کردیا، حاجی صاحب نے گلہار شریف ٹیلی فون کیا اور عرض کی کہ جناب بونگہ حیات والی مسجد کا کھمبا اپنی جگہ سے آپ کے حسبِ دل خواہ تبدیل کروا دیا گیا ہے، کوئی اور حکم ہو تو ارشاد فرمائیں، چوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں کسی

سے کچھ نہیں فرمایا تھا، اس لئے حاجی حبیب الرحمٰن صاحب کے فون پر آپ خاموش رہے، تحقیق کرانے پر پتہ چلا کہ صاحبزادہ خادم حسین صاحب نے اسے تبدیل کرانے کا کہا تھا، اب ان سے جواب طلبی ہوئی کہ آپ نے ہمارے حوالے سے یہ پیغام حاجی صاحب کو کیوں دیا؟ جب کہ ہمارا اصول ہے کہ اپنی حاجت کیلئے کبھی کسی سے سوال نہیں کرتے، ہمارا یقین ہے کہ:

''جو اللہ ہماری ضرورت پیدا فرماتا ہے وہی ہماری ضرورت بھی پوری فرماتا ہے''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سنگیوں اور ہمارے درمیان رشتہ اللہ اللہ کا ہے، جب اس تعلق پر دنیوی مفاد کا سایہ پڑ گیا تو یہ رشتہ باطل ہو گیا۔

ذیل میں حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دنیاداروں سے تعلق کی نوعیت کے بارے میں چند چشم کشا حقائق درج کئے جاتے ہیں

''وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار سکندر خان ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے آپ کی خدمت میں گلہار شریف آئے، ان کے ساتھ ان کے لڑکے سردار فاروق خان اور سفیر محمد عظیم تھے، ان ہی ایام میں مانچسٹر انگلینڈ میں ان کا ایک نازک آپریشن ہوا، اس دوران ان کے اہل خانہ نے متعدد بار آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی، یہ سردار صاحب سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بالمشافہ دوسری ملاقات تھی، اس سے قبل ان کے والد صاحب کی وفات پر ملاقات ہوئی تھی، اس دوران وہ متعدد بار خانقاہِ فتحیہ گلہار شریف حاضر ہوئے اور ملاقات کی درخواست کی آپ نے ایک دفعہ ان کو پیغام بھیجا کہ جب ہماری طبیعت ٹھیک ہوگی ملاقات کریں گے، یہ ملاقات اس وعدہ کو پورا کرنے کی صورت تھی''۔

ملاقات سے قبل حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو پیغام بھیجا کہ ہماری کچھ شرائط ہیں اگر پوری کرسکیں تو ملاقات کیلئے آنے کی اجازت ہے، ان میں سے پہلی شرط یہ ہے یہاں آپ اکیلے آئیں کسی شخص کو ساتھ نہ لائیں، دوسری شرط یہ ہے کہ کوئی تحفہ یا کوئی اور چیز ساتھ نہ لائیں، انہوں نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو اپنے بڑے بیٹے کو ساتھ لے آؤں آپ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی، وہ خانقاہِ فتحیہ میں آئے، ان کی علالت کے پیش نظر ان کی خواہش پر ان کیلئے کرسی بچھائی گئی، ان کو اکیلے اندر بلایا، خیریت دریافت کی اور چند باتیں انہوں نے کہیں، جب وہ رخصت ہونے لگے تو انہوں نے عرض کی ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں، اس کے بعد وہ روانہ ہو گئے شہر کے قریب پہنچے تو پورے پروٹوکول سے ان کو شہر کے اندر لایا گیا، اسی دوران ایک شخص نے ان کی جانب سے ایک ٹوکری مٹھائی کی پیش کی مٹھائی واپس کردی گئی۔

ان کی اس پیش کش کو ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں کا جواب دینے کیلئے حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے استاد غلام حسین صاحب کو شہر بھیجا، آپ شہر گئے سردار سکندر خان صاحب سے ملاقات کی اور حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان کو پیغام دیا کہ:

”ہمارے سارے کام اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں، ہمارا یا ہماری طرف سے کسی اور کا کوئی کام آپ کیلئے نہیں، آپ نوٹ کرلیں کہ اگر کوئی شخص ہماری نسبت یا حوالہ سے کسی غرض کیلئے آپ سے رابطہ کرے تو اسے جھوٹ جانیں اسے پذیرائی نہ بخشیں، آپ سے ملاقات کی محض ایک وعدہ تھا جو پورا کرنا مقصود تھا، نیز آئندہ جب کبھی کوٹلی شہر کا دورہ کریں تو دربارِ عالیہ سے متصل سڑک سے نہ گزریں“۔

حضرت صاحبزادہ مولانا سید فیض الحسن شاہ صاحب سجادہ نشین آلومہار شریف رحمۃ اللہ علیہ نے جناب سید منیر حسین شاہ صاحب سے بیان فرمایا کہ ۱۹۸۰ء میں صدر ضیاء الحق نے مشائخ کانفرنس کا اہتمام کیا اور مجھے اس کا کنوینر مقرر کیا، اور طریقت کے تمام آستانوں کو دعوت جاری کرنے کا کام مجھے سپرد کیا، انتظام مکمل ہونے پر صدر ضیاء الحق نے پوچھا کہ مشائخ کرام میں کوئی غیر حاضر تو نہ ہوگا، تو میں نے کہا سب کو لانا تو دشوار ہے، بہر حال اکثریت کی حاضری ہوجائے گی، صدر صاحب کہنے لگے کہ میرے حوالے سے دعوت اور آپ کا اثر ورسوخ ہے پھر بھی کوئی غیر حاضر ہوگا؟ تو میں نے کہا صدر صاحب! ندی نالوں کا رخ تبدیل ہوسکتا ہے لیکن سمندروں کے رخ تو موڑے نہیں جاسکتے، پھر میں نے بتایا کہ پچیاں شریف والے درویش پر کسی کو اختیار نہیں، صدر صاحب نے اس پر آپ سے ملاقات کرانے کی فرمائش کی مگر میں نے معذرت کرلی، اس کے بعد صاحبزادہ صاحب نے اپنے بیٹے کو مخاطب ہوکر کہا افتخار! میں ولیوں کی گود میں کھیلا ہوں بڑے بڑے عظیم انسانوں سے متعارف ہوا ہوں مگر یہ دُرویش اپنی مثال آپ ہے۔

ایک دفعہ آزاد کشمیر کے صدر جناب محمد عبدالقیوم صاحب سردیوں میں گلہار شریف خانقاہِ فتحیہ کے مغربی جانب حجرہ کے سامنے مسجد کے صحن میں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے انتظار میں بیٹھے تھے، حجرہ مبارکہ سے آپ نے پیغام بھیجا کہ جو کچھ کہنا ہے خادم کے ذریعہ کہلا بھیجیں، صدر صاحب نے عرض کی کہ بالمشافہ کچھ گزارشات کرنا چاہتا ہوں، آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ بالمشافہ ملاقات سے معذور ہوں، اس پر انہوں نے عرض کی اگر آج ممکن نہیں تو جب آپ حکم دیں حاضر

ہو جاؤں گا، آپ نے پیغام بھیجا کہ جب تک آپ صدر ہیں یہاں تشریف نہ لائیں۔

علاقہ آزاد کشمیر کی سیاست کے نامور ستون جناب محمد عبدالقیوم خان صاحب کے دورِ صدارت میں ان کی جانب سے فاروق عباسی صاحب کا خط آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا، جس کا مضمون یہ تھا کہ راجہ محمد اکرم خان صاحب کی وساطت سے آپ نے جس امام کی پریزیڈنٹ سیکرٹریٹ میں تقرری کی خواہش فرمائی تھی آپ کے ارشاد کے مطابق اس کی تقرری ہو چکی ہے، دیگر امور کے علاوہ بوقتِ فرصت حاضری کی اجازت طلب کی گئی تھی۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کیلئے یہ تعجب خیز صورت حال تھی کیوں کہ آپ نے اس امام صاحب کی تقرری کا نہ صراحتاً کہا تھا اور نہ ہی اشارتاً، آپ نے صدر صاحب کو جوابی خط میں لکھا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا۔

"ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل لوگوں تک پہنچاؤ"

اس آیتِ مبارکہ میں ذاتی پسند و ناپسند، ہر قسم کی خارجی تحریک وتحریف اور ترہیب کی جڑ کاٹ دی گئی ہے، اصحابِ اقتدار کے سامنے انتخاب کی اہلیت کے بارے میں واضح لائحہ عمل رکھ دیا گیا ہے، اسی کو صالح معاشرہ کے قیام میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔"

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیرت کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر فرمایا جس امام کی تقرری کے بارے میں آپ نے لکھا ہے وہ ہمارے حیطہء علم سے باہر ہے، نہ ہم نے کبھی اس قسم کی خواہش کی اور نہ ہی یہ ہمارا دستور ہے، ہم تو بوریہ نشین درویش ہیں،

بلند ایوانوں میں پہنچنے کی ہم نے کبھی خواہش نہیں کی۔

بیرسٹر سلطان محمود وزیر اعظم حکومت آزاد کشمیر کے والد چوہدری نور حسین صاحب اکثر آپ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے، رات دربارِ عالیہ میں بسر کیا کرتے تھے، لنگر شریف کے کھانے اور چائے پر اکتفاء کرتے، آپ نے کبھی ان سے اپنی کسی ضرورت کا اظہار نہ فرمایا، نہ کسی قسم کی فرمائش کی، بلکہ آپ نے خدام کو ہدایت فرما رکھی تھی کہ چوہدری صاحب سے دربارِ عالیہ کی حدود میں سیاست کے بارے میں گفتگو نہ کی جائے، اس ارشاد کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ یہاں آ کر پوری دل جمعی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہ سکیں۔

اوکاڑہ سے چوہدری ظہور احمد صاحب نے عریضہ لکھا جس میں تحریر تھا کہ:

ایس۔ ایس۔ پی حبیب الرحمٰن صاحب کی طرف سفارشی خط لکھوانا ہے تاکہ وہ ان کے بیٹے کو بھرتی کر لیں، آپ نے جواب یوں دیا:

''عاجز صاحبِ اقتدار حضرات کے ہاں کوئی اثر و رسوخ نہیں رکھتا اور نہ ہی کسی صاحبِ اقتدار سے روابط ہیں، یہی وجہ ہے کہ بندہ نے آج تک اس قسم کے خط لکھنے کی جسارت نہیں کی، جن صاحب کا آپ نے حوالہ دے کر خط طلب کیا ہے بندہ کی ان سے کوئی خط و کتابت نہیں ہے بلکہ ملاقات بھی شاذ ہے، وہ جس عقیدت کی بنا پر آتے ہیں اللہ انہیں اس کا اجر دے''۔ (۱)

یعنی کسی شخص کے صاحبِ اقتدار ہونے کی وجہ سے رابطہ نہیں، اگر کوئی مقتدر شخصیت طالبِ طریقت بن کر آئے تو اس کے ساتھ اس حیثیت سے رابطہ ہے نہ کے

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۹۲

صاحبِ اقتدار ہونے کی حیثیت سے، دنیوی اقتدار کا ہونا یا نہ ہونا آپ کی نظر میں کوئی وجہِ امتیاز نہ تھی۔

ایک دفعہ دو نوجوانوں نے حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے حجرہ میں ملاقات کی، دوران ملاقات انہوں نے عرض کی کہ باہر ضلع میرپور کا بہت بڑا افسر آیا ہوا ہے وہ بہت نیک ہے، یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ لاہوری ایک مشہور ولی گزرے ہیں، شاہجہاں بادشاہ ان کا ارادت مند تھا، ایک دن آپ نے اپنا کرتہ اتارا اور درویشوں کو دیا کہ اس سے جوئیں نکال دو، رات کو عبادت کے دوران یہ کاٹتی ہیں اور ہماری توجہ ہٹتی ہے، درویش جوئیں نکالنے میں مصروف تھے کہ شاہجہان آپ کی خانقاہ میں آن نکلا، خانقاہ شریف کے درویش اس کو دیکھ کر خوش ہوئے، اس سے گفتگو کے دوران ہنسنے لگے، ان کے ہنسنے کی آواز میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حجرہ میں سن کر پوچھا کیوں ہنس رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی شاہجہان آیا ہوا ہے، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے میں نے سمجھا تھا کوئی موٹی سی جوں مل گئی ہے، اس لئے ہنس رہے ہو، شاہ جہاں آئے گا ہمارا کیا سنوارے گا اور اگر نہ آئے گا ہمارا کیا بگڑے گا''۔

یہ سن کر وہ جوان کہنے لگے آپ بہت بزرگ ہیں۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا:

میں تو اپنی فکر میں ہوں، یہ بھیس بنایا ہوا ہے، نہ معلوم انجام کیا ہوگا۔

سیالکوٹ کے ایک کروڑپتی شخص نے منجوٹ کے محمد بشیر صاحب کی وساطت سے یہ استدعا کی کہ حضرت خواجہء عالم اپنا بینک اکاؤنٹ نمبر بتائیں تاکہ اپنی توفیق کے

مطابق اس میں کچھ رقم منتقل کرادوں، آپ نے ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو پروفیسر اکبر داد صاحب سے فرمایا کہ انہیں جوابی خط لکھیں اور تحریر کریں ہم آپ کے نیک جذبات پر شکریہ ادا کرتے ہیں، اس شخص سے کہہ دیں کہ ہمارا کوئی خاص پروگرام نہیں ہے جس کی تکمیل کیلئے ہمیں تگ ودو کی ضرورت ہو، آپ سیالکوٹ میں ایسی جگہ مسجد بنوادیں جہاں لوگوں کو ضرورت ہو۔

جس دوران میاں محمد نواز شریف پنجاب کے وزیراعلیٰ تھے، ان کے دو بھائی یعنی میاں محمد ادریس صاحب، میاں محمد اسلم صاحب دو بھتیجے عمر ادریس صاحب اور فرقان ادریس صاحب چار دیگر ہمراہیوں کے ساتھ گلہار شریف حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات اور دعا کیلئے حاضر ہوئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحت کی کمزوری کے باعث ملاقات سے معذوری ظاہر فرمادی، خدامِ خانقاہِ شریف کے ذریعہ سے انہوں نے اپنی معروضات پیش کیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جوابات دیئے، جمعہ کا دن تھا، انہوں نے لنگر کا کھانا کھایا نمازِ جمعہ ادا کی اور اس کے بعد لنگر کی چائے پی اور رخصت ہوئے، بوقتِ رخصت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو شیرینی مرحمت فرمائی۔

۲ مارچ ۱۹۹۲ء کو آزاد کشمیر کے وزیراعظم بیرسٹر سلطان محمود صاحب حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے گلہار شریف حاضر ہوئے، پروفیسر اکبر داد صاحب کے ذریعہ اپنی آمد کی اطلاع حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچائی اور ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا، آپ نے ملاقات سے معذوری کا اظہار فرمادیا، اور خدام کی وساطت سے ان کی گزارشات کا جواب مرحمت فرمایا، پروفیسر صاحب کی معرفت آپ نے ان کو نصیحتیں فرمائیں ان میں چند ایک یہ ہیں:

زندگی مستعار ہے۔

یہ ایک امانت ہے۔

کوئی بھروسہ نہیں کہ کب واپس طلب کرلی جائے۔

دنیا میں دوبارہ آنے کا موقعہ نہ ملے گا۔

اس لئے زندگی کا ہر لمحہ یادِ خدا میں بسر کرنا چاہیے۔

دنیا کا مال ودولت یہیں دھرا رہ جائے گا۔

صرف وہ لمحات کام آئیں گے جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر ہوئے۔

اوراس کی رضا کے کاموں میں صرف ہوئے۔

اپنے آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہیے۔

خالص دنیوی معاملات میں عدم دلچسپی

حضرت خواجہ عالم قدس سرہ العزیز کی پوری توجہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور دینی کاموں کی طرف ہوا کرتی تھی، فضول اور لایعنی امور کی جانب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی توجہ نہ دی اور نہ ہی ان کو کبھی کوئی اہمیت دی، اگر کوئی ناقابلِ توجہ معاملہ بار بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش آتا پھر بھی وہ آپ کے حافظہ کے ذخیرہ میں جگہ نہ پاسکتا، چنانچہ ایک بار ارشاد فرمایا:

میں نے ماضی میں بہت سے سفر پیادہ پا کئے ہیں، فوجیوں کے ساتھ بھی بارہا سفر کرنے کا اتفاق ہوا، جن میں ان کے مختلف عہدے داروں سے ملاقات کا موقعہ ملتا رہا، بعض سنگیوں نے بھی ان کے عہدوں کی مختلف علامات بتائیں کہ کس طرح کی پہچان کندھوں اور بازوؤں کی علامات سے کی جاتی ہے، مگر آج تک میں ان کی شناخت نہیں کرسکتا کہ ان کے عہدے کیا کیا ہیں، نہ مجھے ان عہدوں کی تفصیل یاد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے علم کا انحصار توجہ اور دلچسپی پر ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یادداشت کا یہ عالم تھا کہ اگر ایک بات سالوں کے بعد دوبارہ بیان کرنے کی نوبت آتی تو مفہوم تو کجا الفاظ میں بھی الا ماشاء اللہ تبدیلی نہ آتی تھی، اور اگر کسی شخص سے سالہا سال کے بعد ملاقات ہوتی تو اسی وقت اس کے بارے میں تمام معلومات مستحضر ہوجایا کرتی تھیں، یہ سب کرشمے توجہ کے ہیں، اگر توجہ نہ ہو تو قوتِ حافظہ معلومات کو یادداشت

کے ذخیرہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتی، آپ رحمۃ اللہ علیہ لایعنی امور کی طرف مطلقاً توجہ نہ دیتے تھے، اپنی ذات مبارکہ کے متعلق وہ معاملات جن میں توجہ دینے کی چنداں ضرورت نہ ہو آپ رحمۃ اللہ علیہ توجہ نہ دیا کرتے تھے، اس کی ایک مثال ٹیلی فون کا استعمال ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ٹیلی فون کے استعمال کرنے کے طریقہ سے بے بہرہ ہوں، اتنا بھی پتا نہیں کہ کس طرف سے سنتے ہیں اور کس جانب سے گفتگو کرتے ہیں، ماضی میں ایک صاحب نے فون پر بات کرنا چاہی میں نے درویش کے ذریعہ ان تک عذر پہنچایا کہ میں اس پر بات کرنے کے فن سے بے بہرہ ہوں۔

اسی طرح آپ فرمایا کرتے تھے کہ الیکشن کے دوران بعض سنگی دریافت کرتے ہیں کہ کس کو ووٹ دیں، میں انہیں کہتا ہوں ہر شخص کی دنیوی اغراض ہوتی ہیں جن کو مدِ نظر رکھ کر وہ ووٹ دیتا ہے، ووٹ دیتے وقت دینی مقاصد بالعموم سامنے نہیں ہوتے، کل کہیں اگر آپ کے ان اغراض کی تکمیل نہ ہوئی تو آپ میرے پاس شکایت لے کر آئیں گے کہ آپ کے کہنے پر فلاں شخص کو ووٹ دیا تھا، میرا فلاں کام اس نے نہیں کیا، ایسی صورت میں میں اسے کہاں کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔

اسی طرح ایک شخص آیا اور امیدوار کھڑا ہونے کا ارادہ ظاہر کیا اور مجھ سے اجازت اور مشورہ کا طالب ہوا، میں نے اسے صاف کہا کہ اس کا انحصار آپ کی اپنی ذات پر ہے، آپ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ یہاں ہمارے پاس آنے کے باعث آپ دربار شریف کی جانب سے امیدوار سمجھے جائیں گے، ہمارا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۶ اپریل ۱۹۸۹ء کو دربان نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ ایک برادری کے دو

فریق آئے ہوئے ہیں جن کا آپس میں اختلاف ہے، وہ اپنا اپنا موقف بیان کرتے ہیں، اور صلح کیلئے ایک دوسرے کے سامنے شرائط پیش کرتے ہیں، لیکن دونوں فریق شرائطِ صلح پر اتفاق نہیں کرتے، اس سلسلہ میں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور آپ سے فیصلہ کے طالب ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خادم کے ذریعہ ان کو کہلا بھیجا، یہ آپ کی برادری کا معاملہ ہے، برادریوں میں اکثر اختلاف ہوتے ہیں، بندہ آپ کے اختلاف اور ان کی نوعیت سے واقف نہیں، نہ ہی متعین کرسکتا ہے کہ کس فریق کا بیان کس حد تک درست یا غلط ہے، نہ ہی بندہ ایسے معاملات کو نمٹانے کا شعور رکھتا ہے، بہتر ہے آپ دونوں فریق برادری کے معززین کو درمیان میں ڈال کر اپنے مسائل حال کریں، بندہ سب کے حق میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر کرے۔

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب آف منگلا نے اپنی یاداشتوں میں تحریر کیا کہ بندہ کو متعدد بار حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اکیلے ملاقات کرنے کا شرف حاصل رہا، طویل اوقات تک آپ کی گفتگو مبارک سننے کا اتفاق ہوا، میں نے محسوس کیا کہ اگرچہ ایک جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ والا صفات کے ساتھ وابستہ تھا، بے شمار سنگی اپنے اپنے نجی اور گھریلو معاملات پیش کرتے اور ان کے بارے میں ہدایات حاصل کرتے، مساجد، مدارس، تعمیرات، آنے جانے والے مہمانوں کے معاملات وغیرہ امور ان کے علاوہ تھے، لیکن میں نے کسی معاملہ میں آپ کو بے چینی کا اظہار فرماتے نہ دیکھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ اپنے حجرہ اقدس میں رہ رہے ہیں اور باہر کی دنیا سے آپ کا کوئی تعلق نہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ احبابِ

طریقت جو آپ کے دامنِ طریقت سے وابستہ تھے وہ اپنے گھر کے چھوٹے بڑے معاملات سے لے کر کاروباری معاملات تک آپ کی خدمت میں پیش کرتے اور آپ سے ہدایات کے طالب ہوتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی دل جوئی کی خاطر انہیں کچھ نہ کچھ فرما دیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ اسی میں برکت عطا فرما دیتا، یہاں تک کہ ایک شخص نے خادم کے ذریعہ پیغام عرض کیا کہ بھینس لانی ہے کب لائی جائے آپ نے جواب میں فرمایا کہ بدھ کے دن کو لانا۔

اسی طرح ایک حافظ صاحب نے جو سلسلہ عالیہ میں داخل تھے، عرض کی کہ والد صاحب پوچھتے ہیں کہ نیاز دلانی ہے کب دلائی جائے، ان کا کہنا تھا کہ میں نے والد صاحب سے عرض کی یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، جمعرات کے دن دلا دو، لیکن ان کا اصرار ہے کہ پوچھ کر آؤ، اب میں حاضر ہوا ہوں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دن متعین فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ پوچھی ہوئی بات اچھی ہوتی ہے۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی طبیعت مبارک کا ایک پہلو یہ تھا کہ جو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ احبابِ طریقت کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں ان کی رہنمائی فرما کر ان کی دل جوئی فرمایا کرتے تھے، اور کبھی آپ کی طبیعت مبارک کا رنگ ڈھنگ اس کے برعکس ہوا کرتا، جس کی چند مثالیں ذیل میں درج ہیں۔

کسی عقیدت مند نے ایک دفعہ کسی کاروبار میں شرکت کے بارے میں آپ سے رہنمائی کی درخواست کی، تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہم صرف بہتری کی دعا کر سکتے ہیں، خدا بہتر کرے، ہمیں ان چیزوں کا شعور نہیں، کسی واقف کار سے مشورہ لے لیں، ان کاموں میں اکثر دھوکا ہوتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، بندہ کاروبار کا شعور نہیں رکھتا، لہٰذا اس کی خاطر کسی کو بیرون ملک بھیجنے یا واپس لانے میں بندہ دلچسپی نہیں رکھتا، اس سلسلہ میں بندہ سے رابطہ نہ کریں، بندہ کو اس سلسلہ میں معذور جانیں، بندہ بہتری کی دعا کرتا ہے۔

ایک روز ایک شخص نے پوچھا کاروبار کرنا چاہتا ہوں آپ مشورہ دیں کہ کون سا کاروبار شروع کروں؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

''مجھے دنیاداری کا سلیقہ نہیں آتا، عمر مسجد میں گزاری ہے، کوئی دھندہ نہیں آتا، بہتر رہے گا کہ کسی جان کار سے مشورہ کریں، بندہ دعا گو ہے''۔

ایک روز ارشاد فرمایا:

''دنیاداری کا سلیقہ نہیں آتا، مسجد میں بیٹھا ہوں، دنیا کشی کا ڈھنگ نہیں آتا''۔

نظامِ سلطانیہ سے تعلق رکھنے والے معلمین کی معاشی کفالت آپ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ اپنے فرائض منصبی سے غافل ہو کر دنیاوی معاملات میں دخل دینا شروع کر دیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ان کو واضح ہدایات تھیں، مسجد کی چاردیواری کے اندر رہ کر ہمہ وقت ذکر و فکر، تعلیم و تعلم، اور ان سے متعلق امور میں مصروف رہیں، ضرورت کے بغیر بازار یا پبلک مقامات پر آمدورفت نہ رکھیں، اور نہ ہی دوسروں کے معاملات کی ٹوہ لگائیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مقدمہ بازی میں الجھاؤ درویشوں کا کام نہیں۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی یہ نصیحت صرف اوروں کیلئے نہیں تھی، عمر بھر آپ نے اس پر خود عمل فرمایا جس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

آپ کے والد ماجد حضرت قبلہء عالم قدس سرہ العزیز کے خلاف ان کی حیاتِ مبارکہ

کے آخری ایام میں بعض حاسدوں نے محض الجھاؤ کی غرض سے مقدمہ دائر کر دیا، آپ نے مقدمہ کی پیروی کیلئے سیتارام ہندو وکیل مقرر کر رکھا تھا، مقدمہ وزیر وزارت کی عدالت میں جاری تھا کہ ۹ مئی ۱۹۳۴ء کو آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب اگلی پیشی کا دن آیا تو میں بھی وکیل کے ہمراہ عدالت میں پیش ہوا، وزیرِ وزارت ان دنوں علیل تھا، وہ چارپائی پر بیٹھا تھا اور تکیہ لگائے ہوئے تھا اس نے مقدمہ کی مثل کا ملاحظہ کیا اور فریقِ مخالف کا مقدمہ خارج کر دیا، اس پر فریقِ مخالف نے اعلیٰ کورٹ میں اپیل درج کرادی، مگر ہم نے مقدمہ کی پیروی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا، کیوں کہ مقدمات میں الجھاؤ ہماری طبیعت پر بوجھ تھا، سابق وکیل کے مسلمان ایجنٹ نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا آپ مختار نامہ مجھے ادا کر دیں میں خود وکیل کرلوں گا اور مقدمہ کی پیروی کرتا رہوں گا، ہم نے اسے مطلوبہ رقم دے دی اور مزید کاروائی کا کبھی نہ پوچھا، ایک روز سملوٹھہ علاقہ ڈڈیال کے عقیدت مند چوہدری راج ولی مرحوم اپنے مقدمہ کے سلسلہ میں جموں گئے، دربار عالیہ میں حاضری کیلئے آئے، حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے ان سے فرمایا کہ اس مقدمہ کے بارے میں پتہ کرتے آنا، واپسی پر انہوں نے ہمیں بتایا کہ مذکورہ ایجنٹ رقم خود کھا گیا ہے، اس نے مقدمہ کی پیروی کیلئے کوئی وکیل مقرر نہیں کیا، تاہم انہوں نے خود اپنے طور پر مقدمہ کی پیروی کا بندوبست کیا، لیکن ہم نے اس میں کوئی دلچسپی نہ لی، کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے ہمیں آکر بتایا کہ فریق مخالف جموں کی کورٹ میں بھی مقدمہ ہار گیا ہے۔

دنیوی مال ومتاع سے بے نیازی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱...... وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ. ﴿۱﴾

ترجمہ: ''دنیوی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے''۔

۲...... فَمَامَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ. ﴿۲﴾

ترجمہ: ''دنیوی زندگی کا سامان آخرت کے مقابل تھوڑا ہے''۔

۳...... قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَّالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی. ﴿۳﴾

ترجمہ: ''اے محبوب! آپ فرمادیں دنیا کا ساز وسامان تھوڑا اور آخرت تقوی والوں کیلئے بہتر ہے''۔

مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ میں دنیا اور اس کے مال ومتاع کے خالق جل وعلا نے ان کی حقیقت سے نقاب کشائی فرمائی ہے، کہ یہ دھوکے کا سامان ہے آخرت کی ابدی زندگی کے مقابل اس کی حیثیت بہت ہی کم ہے، مومن کیلئے دنیا اور اس کے ساز وسامان کی نسبت آخرت ہی بہتر ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی کہ مجھے ایسا عمل بتائیں جو میں کروں تو اللہ تعالیٰ اور

﴿۱﴾ آل عمران آیت ۱۸۵ ﴿۲﴾ التوبہ آیت ۳۸ ﴿۳﴾ النساء آیت ۷۷

لوگوں کا محبوب بن جاؤں، آقا علیہ السلام نے فرمایا:

وَازْهَدْ فِی الدُّنْيَا يُحِبُّکَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا اَيْدِی النَّاسِ يُحِبُّکَ النَّاسُ. ①

ترجمہ: ''دنیا سے بے رغبت بن جاؤ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے اور لوگوں کے ہاتھ میں جو مال ودولت ہے اس سے بے رغبتی اختیار کرلو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے''۔

اللہ تعالیٰ کے محبوبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَاللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَّاسَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ. ②

ترجمہ: ''اگر دنیا کی قدر وقیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس سے پانی کا ایک گھونٹ بھی عنایت نہ فرماتا''۔

حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ سے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے ضحاک! تم کیا کھاتے ہو؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ گوشت اور دودھ، دریافت فرمایا اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ کو معلوم ہی ہے، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى ضَرَبَ مَايَخْرُجُ مِنِ ابْنِ آدَمَ مَثَلًا لِلدُّنْيَا.

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اسی کی مانند قرار دیا ہے جو انسان کے پیٹ سے خارج ہوتا ہے''۔

صوفیہء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تمام گناہوں کی اصل اور بنیاد دنیا اور اس کے ساز وسامان کی محبت ہے، یہی محبت اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی پر اُکساتی ہے، اور اس کے باعث وہ گناہوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے اور کبھی تو یہ محبت اسے کفر تک پہنچا دیتی ہے، دنیا اور اس کے ساز وسامان کا پاس ہونا

---

① الترغیب والترهیب ج۴ ص ۱۵۶، ۱۵۷ ② الترغیب والترهیب جلد۴ صفحہ ۱۷۳

مضر نہیں بلکہ بقدرِ ضرورت اس کا ہونا ناگزیر ہے، اس کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا، لیکن اس کی محبت نقصان دہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

موجبِ کفر و ضلالت جز محبتِ دنیا واتباعِ ہوائے نفس واعتماد برعقل نباشد حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ کہ گفتہ اند ایں است یکے را محبتِ دنیا چناں غالب افتد کہ از دائرۂ ایمان برآرد۔ ودیگرے را از ادائے فرائض واتباع سنت واحرازِ نوافل والتزامِ استقامت باز دارد۔ بہروجہ کہ دنیا ومال ومنال وعزت وجاہ بدست آید ہماں کند وبہر راہے کہ حصولِ آں ممکن باشد بہماں راہ رود۔ ومتابعتِ نفس وشیطان کند تا رفتہ رفتہ بدانشِ خود مغرور گردد۔ وبر عقلِ خود اعتماد نماید و کردارِ خود را خوب داند اگرچہ کفر ومعصیت بود۔ (۱)

ترجمہ: ”کفر اور گمراہی کا باعث، دنیا کی محبت، خواہشِ نفس کی پیروی اور عقل پر اعتماد کے سوا کچھ اور نہیں، اولیائے کاملین نے فرمایا ہے: حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ. دنیا کی محبت تمام گناہوں کی بنیاد ہے، یہ اس طرح کہ کسی شخص پر دنیا کی محبت اتنی غالب آتی ہے کہ اسے دائرۂ ایمان سے خارج کردیتی ہے اور کسی کو اس کی محبت فرائض کی ادائیگی، سنت کی پیروی، نوافل کے ذخیرہ کرنے اور استقامت پر پابند رہنے سے روکتی ہے، جس طریقہ سے دنیا، مال ومتاع اور عزت ومرتبہ حاصل ہوتا ہو وہ اسی طریقہ کو اپناتا ہے اور جس راستہ سے ان کا حاصل کرنا ممکن ہو اسی راہ کو اختیار کرلیتا ہے، نفس اور شیطان کی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ آہستہ آہستہ وہ اپنی عقل پر اترانے

---

(۱) مرج البحرین. مطبوعہ دھلی صفحہ ۱۹

لگتا ہے، اپنی سوجھ بوجھ پر بھروسہ کرنے لگتا ہے، اپنے عمل کو اچھا سمجھتا ہے، اگرچہ وہ کفر اور گناہ ہی کیوں نہ ہو"۔

ہمارے رہبر ورہنما خواجہ خواجگان حضرت قاضی محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے اولیائے کاملین میں سے تھے، دنیا، اس کے مال و متاع، اس کی زیب و زینت، اس کے جاہ و مرتبہ کی حقیقتوں سے آگاہ تھے، اس کی بے ثباتی پر آپ کا کامل یقین تھا، اس کی محبت کے مضر اثرات سے پوری طرح باخبر تھے، چنانچہ عمر بھر اس کی محبت میں مبتلا نہ ہوئے اس کی زیب و زینت آپ کے پائے عزیمت کو ڈگمگا نہ سکی، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے سوچ کا دھارا درست رکھا، دنیا کا لالچ پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکا، اور اہل و عیال کی محبت جادۂ حق سے نہ ہٹا سکی، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اپنا نظریہ یہ ہے کہ اولاد قابل اور اللہ تعالیٰ کی مطیع ہوگی یا بالعکس، اگر مطیع اور قابل ہوگی تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جو برعکس ہوگی تو مجھے اس کی پرواہ نہیں"۔

نیز فرمایا کرتے تھے:

"درویش کا سرمایہ سادگی ہوتا ہے، وہ کم پر گزارہ کرتا ہے، زیادہ کی خواہش نہیں کرتا، دنیا کی آلودگی سے اپنے دامن کو تر ہونے سے بچاتا ہے، ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہی تعلیم دی، خود حضرت قبلۂ عالم خواجہ محمد سلطانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لباس سہ پارچہ بدنی ہی تھا"۔

دنیا میں کبھی انسان کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے کبھی وہ نان شبینہ کا

محتاج ہوتا ہے، یسر و عسر کا چولی دامن کا ساتھ ہے، سکھ اور دکھ ساتھ ساتھ ہیں۔

آپ دنیا اس کے مال و متاع اور رنگینیوں کو نگاہِ عبرت سے دیکھا کرتے تھے، بادشاہ جنہوں نے اپنی سلطنتوں کی وسعت کیلئے مخلوقِ خدا کے سروں کے مینار بنائے، وزراء اور ارکانِ حکومت جنہوں نے اپنی ظاہری شان و شوکت کو بڑھانے کیلئے ظالم حکمرانوں کا ساتھ دیا، قارون صفت امراء جنہوں نے اپنی تجوریوں کو بھرنے کیلئے غرباء کا خون چوسا سب کا خوفناک انجام آپ کی نظروں میں تھا، یہ سارا ظلم و ستم اس لئے ہوا کہ ان ظالموں کی آنکھوں پر حبِ دنیا، حبِ جاہ اور حبِ مال کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز اپنی مجالس میں ان حقائق کو برملا بیان فرمایا کرتے تھے، آپ فرماتے:

''یہ دنیا جس سے ہمیں اتنی محبت ہے کتنی تغیر پذیر ہے، کتنے رنگ دکھاتی ہے، اس کی یہ بے ثباتی اس امر کی متقاضی ہے کہ اس سے ضرورت سے زیادہ دل نہ لگایا جائے، اس کے حصول کیلئے جو کوشش کی جائے گی اس کا انجام حسرت کے سوا کچھ اور نہ ہوگا، اس سے بقدرِ ضرورت فائدہ اٹھایا جائے، محبت کا رشتہ اس ذات سے استوار کیا جائے جو باقی رہنے والی ہے تا کہ یہاں سے رخصت کے وقت حسرت اور قلق نہ ہو''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بڑے بڑے بادشاہ جن کی روئے زمین پر بادشاہت تھی چلے گئے، ان کے نام و نشان بھی اب باقی نہیں، چند روزہ زندگی پر بھروسہ کر کے آخرت سے غافل نہ ہونا چاہیے، دنیا کے دھوکہ میں نہ آئیں، اس کی پرواہ آخرت سے غافل کرنے والی ہے، عقل مند وہ ہے جس کی نظر انجام پر ہو''۔

کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ حب دنیا کے خوف ناک انجام سے اپنے سنگیوں کو یوں متنبہ فرمایا کرتے تھے:

"دنیا فانی ہے، بڑے بڑے سلاطین جن کی ساری دنیا پر حکومت تھی، چل بسے اب ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں، عقل مند انجام پر نظر رکھتا ہے، وہ اس سے بقدرِ ضرورت استفادہ کرتا ہے، آخرت کی فکر اسے دامن گیر رہتی ہے، دنیا کو آخرت کی سوکن کہا گیا ہے، ایک کی خوشنودی دوسری کی ناراضگی کا باعث ہے، دنیا کمائیں لیکن اس کی محبت میں دین کو نہ چھوڑیں، بعد میں پچھتاوے سے فائدہ نہ ہوگا"۔

انبیائے کرام علیہم السلام دنیا کے سرچشمۂ ہدایت تھے، ان کا طرزِ زندگی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے، حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے محبت کرنے والوں کے خوفناک انجام سے اپنے سنگیوں کو آگاہ فرماتے تو ساتھ ہی انبیائے کرام علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ کا ذکر اپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے:

"اس دارِ فانی میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام گزرے ان کے بارے میں کبھی نہیں سنا کہ انہوں نے بطورِ یادگار کوئی محل یا مکان چھوڑا ہو، ان کی یادگار مساجد ہیں جیسے مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور مسجدِ نبوی، ان نفوسِ قدسیہ نے محلات نہیں بنوائے تو ہم کیا ہیں"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ناصحانہ انداز میں اپنے ارادت مندوں کو فرمایا کرتے تھے:

"اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا فانی اور عارضی ہے، اس کا حصول مقصدِ حیات نہیں یہاں نجات کی فکر کرنی چاہئے مگر ترکِ دنیا کی راہ سے نہیں، انسان کی جسمانی ضروریات ہیں، ان کا پورا کرنا انسان پر لازم ہے، دولت کماؤ لیکن اسے زندگی کا

مقصد نہ بنالو بلکہ اصل مقصد کے حصول کی خاطر اسے خرچ کرو"۔

حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی طرزِ بود و باش، خوراک، لباس اور رہائش بالکل سادہ تھی، دنیوی زیبائش اور لذائذ کا دروازہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذات پر بند کر رکھا تھا، آپ کا یہ فقر اختیاری تھا اضطراری بالکل نہ تھا، دنیا کی ہر نعمت موجود تھی لیکن وہ مخلوقِ خدا کیلئے وقف تھی، آپ قرونِ اولیٰ کے اولیائے کرام کی مانند سادگی، تواضع اور انکساری کا مجسمہ تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ دیسی کھدر کا ہاتھ سے کاتا ہوا اور کھڈی پر بنا ہوا کھلے بازوؤں والا کرتا اور تہ بند پہنا کرتے، کبھی بنگالی لنگی اور کبھی شلوار بھی پہن لیتے، غذا بالکل قلیل اور سادہ استعمال فرماتے، زیادہ تر مکئی کی روٹی، دال مونگ، کریلا، توری، مکو اور سرسوں کا ساگ، مولی کا ساگ ہوتا، گندم کی روٹی کبھی کبھی، بیکری کے سامان اور پراٹھے وغیرہ کی رغبت نہ تھی، بان یا پٹھے یا بکری کے بالوں کی بنی ہوئی کھردری چارپائی آرام کرنے کیلئے تھی، اور بیٹھنے کیلئے سادہ سا مصلا یا کم قیمت قالین کا ٹکڑا"۔

ان حقائق کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ روزانہ نذرانوں کی مالیت لاکھوں میں ہوتی، ان میں سے کبھی ہزاروں کو شرفِ قبولیت عطا ہوتا اور کبھی لاکھوں کے نذرانے واپس فرما دیا کرتے تھے، یہ سب رقوم مساجد و مدارس کی تعمیر اور رفاہی کاموں میں وقف ہوتے اور عصر کی نماز سے پہلے ان سب سے فراغت حاصل کر لی جاتی۔

یہ حالت دیکھ کر ذہن میں بے اختیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک آ جاتا ہے جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَنْ کَانَتْ نِیَّتُهُ الْاٰخِرَةَ جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِیْ قَلْبِهٖ وَاَتَتْهُ

الدُّنيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَّمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ فِي الدُّنيَا فَرَّقَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَمْرَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَاتِهِ مِنَ الدُّنيَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ. ①

ترجمہ: ''جس شخص کی نیت آخرت کی ہو اللہ تعالیٰ اسے متفرق تفکرات سے دل جمعی نصیب فرما دیتا ہے، غنا اس کے سینہ میں ودیعت فرما دیتا ہے، اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے، اور جس کی نیت حصولِ دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کا معاملہ پراگندہ فرما دیتا ہے، فقر واحتیاج اس کی نظروں کے سامنے ہوتی ہے، اور دنیا اتنی ہی اسے پہنچتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ رکھی ہوتی ہے''۔

دنیا اور اسبابِ دنیا سے بے رغبتی کے بارے میں چند حقائق ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، جو چشم کشا بھی ہیں اور عبرت افزاء بھی۔

حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے سنگیوں سے فرمایا کرتے تھے:

''یہ سچ ہے کہ بزرگوں کی خدمت میں کچھ نذر و نیاز پیش کرنا ادب کے قرینوں میں داخل ہے، مگر زمانہ میں تغیر آ چکا ہے، حالات یکساں نہیں رہتے، ہو سکتا ہے کہ کسی وقت حالات آپ کا ساتھ نہ دیں اور یہ عادت باہمی ملاقات میں حائل ہو جائے جو کسی طرح مناسب نہیں، لہٰذا عقیدت منداور سنگی یہاں خالی ہاتھ آیا کریں، یہاں اپنے گھر کی طرح رہیں، کسی قسم کا تکلف نہ کیا کریں''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رخصت کے وقت ایک صاحب کو پچاس روپے اور بچوں کیلئے مٹھائی کا ایک ڈبہ عطا فرمایا اور فرمایا یہ چیزیں دینے سے آپ کو اس امر کی تحریک دلانا مقصود نہیں کہ جب آئیں تو ان سے بڑھ کر نذرانہ لائیں، ہم اس کی حوصلہ افزائی نہیں

---

① تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۱۳

کرتے بلکہ جب آپ آئیں خالی ہاتھ آئیں۔

مولانا سخی محمد چشتی پیامی مرحوم اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی نے نذر پیش کی ہو اور آپ نے اپنے ہاتھ سے وصول کی ہو۔

موجودہ مغربی جمہوری سیاست سے عدمِ دلچسپی

موجودہ جمہوری نظام، سیاست، استحصال اور انتشار کی پیداوار ہے، اس میں لوگوں کو تولا نہیں گنا جاتا ہے، خوفِ خدار کھنے والے افراد کیلئے یہ نظام سازگار نہیں، اس نظام کے ذریعہ اسلامی انقلاب کے حصول کا مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب کہ اس میں عملی حصہ لینے سے پہلے معاشرہ کے افراد کی صحیح خطوط پر تربیت نہ کر لی جائے، جب افراد میں دینی اقدار سے محبت استوار ہو جائے گی تو پورا معاشرہ خود بخود دینی ماحول میں ڈھل جائے گا، کیوں کہ معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہوتا ہے۔

تجربہ اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ بعض برگزیدہ ہستیاں قومی سیاست میں عملی طور پر اس جذبہ کو لے کر شریک ہوئیں کہ اس طرح اسلامی نظام کی منزل کا حصول آسان اور قریب ہو جائے گا، اُنہوں نے نظامِ سیاست میں اصلاح کی کوشش اس کا حصہ بن کر کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ اس کا الٹا نقصان ہوا، یہ نقصان ان کا ذاتی بھی تھا اور قومی بھی، عملی سیاست میں قدم رکھنے سے پہلے ان کا مقام و مرتبہ غیر متنازعہ تھا، وہ عوام و خواص میں احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، دینی معاملات میں ان کی باتوں کا ایک وزن ہر کوئی محسوس کرتا تھا، لیکن اس نظام میں عملی شرکت کے بعد نظام میں اصلاح تو دور کی بات ہے عوام کی اکثریت ان سے برگشتہ ہو گئی، دین کی وہ خدمت جو اس میں حصہ لینے سے پہلے وہ

انجام دیا کرتے تھے، اس سے بھی محروم ہو گئے، ان کو اور ان کے عقیدت مندوں کو ایسی ایسی ناگفتہ بہ سننا پڑیں کہ اس سے توبہ ہی بھلی۔

حضرت خواجہ عالم قدس سرہ العزیز اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے، مزید برآں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اسلافِ کرام کا اسوۂ حسنہ بھی آپ کے پیشِ نظر تھا، جنہوں نے عملی سیاست سے کنارہ کش رہ کر لوگوں میں دینی شعور کو زندہ رکھنے کا فریضہ انجام دیا، اسی لئے آپ عمر بھر عملی سیاست سے کنارہ کش رہے، لیکن اس امر کیلئے ہمیشہ دعا گو رہے کہ اللہ تعالیٰ ملتِ اسلامیہ کو قرونِ اولیٰ جیسی عظمت عطاء فرمائے، اور انہیں صالح قیادت نصیب فرمائے۔

قیم جماعتِ اسلامی جناب میاں مقصود احمد کو ان کے خط کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

''عالمِ اسلام کے حالات سے متأثر تو ضرور ہوں، مگر اپنے ہی اعمال کی صدائے بازگشت ہے، ان کوتاہیوں کی تلافی احساسِ ندامت، توبہ واستغفار اور اعمال سے ہو سکتی ہے، کیوں کہ وہ ذات غفور اور رحیم ہے، مگر ہم ہیں کہ احساسِ زیاں سے ہی محروم ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قرونِ اولیٰ کی عظمت اور شان دوبارہ عطا کریں''۔ (۱)

دورِ حاضر میں ووٹ لینے والوں اور ووٹ دینے والوں کے سامنے اپنا اپنا دنیوی مفاد ہوتا ہے، امیدوار اس سلسلہ میں اپنا لائحہ عمل پیش کرتے ہیں اور عوام کے اپنے مطالبات ہوتے ہیں، دینی مفاد یا اس کیلئے کچھ کرنے کا داعیہ الا ماشاء اللہ دونوں طرف مفقود ہوتا ہے، الیکشن کے زمانہ میں بعض احبابِ طریقت اس سلسلہ میں آپ سے مشورہ طلب کرتے تو آپ ان کو فرما دیتے:

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اول مکتوب ۳۰۹

"ہمیں ووٹوں سے کوئی دلچسپی نہیں، جہاں چاہے اپنا ووٹ دو، ہمارا تمہارا تعلق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے"۔

آپ قدس سرہ العزیز بعض اوقات یوں ارشاد فرمایا کرتے:

تمام سیاسی جماعتیں اور ان کے قائدین ہمارے لئے قابلِ احترام ہیں ہم کسی جماعت کی کاروائی میں ہم حصہ نہیں لیتے اور نہ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی ہے۔

۲۶ اپریل ۱۹۸۹ء/۱۹ رمضان ۱۴۰۹ھ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"الیکشن کے دنوں میں بعض سنگی دریافت کرتے تھے کہ کس کو ووٹ دیں؟ میں نے کہا یہ دنیوی معاملہ ہے (دینی مفاد کسی کے پیش نظر نہیں الا ماشاء اللہ) ہر آدمی کی اپنی دنیوی غرض ہوتی ہے، وہ اس کو مدِ نظر رکھ کر فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو ووٹ دیا جائے، اگر تم نے میرے کہنے پر ووٹ دیا تو کل جب تمہاری اغراض پوری نہ ہوں گی تو آ کر شکایت کرو گے کہ آپ کے کہنے پر ووٹ دیا تھا، میرا فلاں کام نہیں ہوا، آپ خود بتائیں میں اس ممبر کو کہاں تلاش کروں گا، بہتر ہے کہ آپ اپنی اغراض کی روشنی میں اپنی صواب دید سے کام لیں اور جس کو مناسب جانیں ووٹ دیں"۔

فرمایا اسی طرح ایک آدمی آیا اور کہا میں ممبر کھڑا ہونا چاہتا ہوں میں نے کہا اس فیصلے کا انحصار آپ کی صواب دید پر ہے، آپ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ آپ دربار شریف کی طرف سے امیدوار ہوں گے ہم اس قسم کا شعور نہیں رکھتے۔

مولانا محمد سعید اسعد صاحب اور مولانا محمد کریم سلطانی صاحب سے آپ نے فرمایا:

"ملک کی سیاسی تحریکات میں نہ تو ہمارے بزرگ کوئی نمایاں اور قابلِ ذکر کردار ادا کر سکے اور نہ ہم اپنے آپ کو اس قسم کے کردار کا اہل پاتے ہیں، خاندان کا اوڑھنا

بچھونا کم آمیزی اور دُرویشی ہی رہا ہے"۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کسی طور پر بھی سیاسی لوگوں کے ممنون احسان ہونا پسند نہ فرماتے تھے کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کئے ہوئے احسان کو سامنے رکھ کر وہ الیکشن میں ووٹوں کے حصول کیلئے آپ کے پاس آئیں، چنانچہ سید منیر حسین شاہ صاحب اپنی یاداشتوں میں تحریر کرتے ہیں:

"ایک دفعہ حضور خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مساجد اور مدارس میں دروازوں اور کھڑکیوں کیلئے اعلیٰ دیار کی لکڑی منگوائی، لکڑی لانے والے نے گزارش کی کہ یہ حکومت کے ڈپو سے ملی ہے، اور حکومت نے قیمت نہیں لی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم حکومت کا عطیہ نہیں لیں گے، اور لکڑی کی قیمت خود ادا کریں گے، دربار شریف کا نمائندہ حکم لے کر صدر اور وزیر اعظم سے ملا اور واپس آ کر صدر اور وزیر اعظم میں کسی کا نام لے کر بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم لکڑی کی رقم اپنی ذاتی جیب سے ادا کریں گے، تو حضور خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اقتدار کی کرسی پر بیٹھنے والوں کی جیب ذاتی نہیں ہوتی اور رقم دربار شریف کی طرف سے خود ادا فرمائی"۔

نسبت کا احترام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ. (۱)

ترجمہ: ''دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی جو شہر میں رہتے تھے، اس کے نیچے ان کا مدفون مال تھا، اور ان کا باپ نیک تھا، تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، یہ تیرے رب کی طرف سے مہربانی تھی''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں اکھٹے ایک سفر میں جارہے تھے، ان کا گزر ایک بستی سے ہوا، بستی والوں سے کھانا مانگا انہوں نے انکار کردیا، اور ان کی مہمان نوازی نہ کی، اسی بستی میں ایک دیوار تھی حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو درست فرمادیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ اس دیوار کے نیچے بستی میں رہنے والے دو یتیم بچوں کا خزانہ ہے اور وہ گرنے والی تھی اگر گر جاتی تو خزانہ بستی کے لوگ لوٹ کرلے جاتے، میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے درست کردیا ہے، اور میرے اس عمل کا باعث یہ ہے کہ ان یتیم بچوں کا باپ ایک صالح انسان تھا، یہ نسبت بچوں کے کام آئی اور ان کا خزانہ محفوظ رہا۔

---

(۱) الکھف آیت ۸۲

علمائے تفسیر نے فرمایا کہ اس باپ اور بچوں کے درمیان سات پشتوں کا فاصلہ تھا۔

تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۴۱۶ میں ہے:

قِيْلَ كَانَ بَيْنَ الْغُلَامَيْنِ وَبَيْنَ الْاَبِ الصَّالِحِ سَبْعَةُ اٰبَاءٍ .

یعنی علمائے کرام نے بیان فرمایا کہ ان یتیم بچوں کا وہ صالح مرد ساتواں دادا تھا۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۹۹ میں بھی ایسا ہی منقول ہے۔

علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیہ مبارکہ کے تحت تحریر فرمایا:

فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الرَّجُلَ الصَّالِحَ يُحْفَظُ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ وَتَشْمَلُ بَرَكَةُ عِبَادَتِهٖ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ بِشَفَاعَتِهٖ فِيْهِمْ وَرَفْعِ دَرَجَاتِهِمْ اِلٰى اَعْلٰى دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ لِتَقَرَّ عَيْنُهٗ بِهِمْ كَمَا جَاءَ فِي الْقُرْاٰنِ وَوَرَدَتْ بِهِ السُّنَّةُ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حُفِظَا بِصَلَاحِ اَبِيْهِمَا وَلَمْ يُذْكَرْ لَهُمَا صَلَاحًا وَتَقَدَّمَ اَنَّهٗ كَانَ الْاَبُ السَّابِعُ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ. (۱)

ترجمہ: ''اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ نیک انسان کی وجہ سے اس کی اولاد کی حفاظت کی جاتی ہے، اور نیک آدمی کی عبادت کی برکت اولاد کو دنیا اور آخرت میں ان کی سفارش اور جنت میں رفعتِ درجات کی صورت میں شامل حال رہتی ہے، تاکہ ان پر ان انعامات کے باعث اس کی آنکھیں اس کی اولاد کی طرف سے ٹھنڈی رہیں، جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کا ارشاد یوں نقل فرمایا کہ: ان دو بچوں کو ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے حفاظت نصیب ہوئی، یہاں ان بچوں کی نیکی کا ذکر نہیں آیا، اور پہلے بیان ہو چکا کہ وہ صالح انسان ان یتیم بچوں کا ساتواں دادا تھا''۔

---

(۱) جلد ۲ صفحہ ۴۳۲ مطبوعہ بیروت

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

''سورۂ کہف میں دو یتیم بچوں کا واقعہ درج ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی منفعت کی حفاظت محض اس لئے فرمائی کہ ان کے ایک جدِّ امجد صالح تھے، حالاں کہ اس بستی والوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام جیسے برگزیدہ بزرگوں کو کھانا تک نہیں دیا تھا، اس بندۂ عاجز کے اسلاف نے شریعتِ مطہرہ کے مطابق زندگیاں گزارنے کی کوشش کی ہے''۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد اور دوسرے کنبے والوں کو اور اس کے محلہ داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے''۔ (۱)

اس کے علاوہ بہت سی آیات اور متعدد احادیث نسبت کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں، اختصار کے پیشِ نظر ان کو یہاں درج نہیں کیا گیا۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز اسلامی تعلیمات سے ان کی روح کے مطابق شناسائی رکھتے تھے اور ان پر پوری طرح سے عامل تھے، آپ نسبت کا بہت احترام فرمایا کرتے تھے، چنانچہ مشائخِ کرام کی اولادوں، ان کے رشتہ داروں اور ان سے نسبت رکھنے والی اشیاء کا بہت خیال رکھا کرتے تھے، احترامِ نسبت کے بارے میں آپ کی سیرت مبارکہ کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں:

ایک دفعہ آپ کے ایک خادم نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ باہر ایک شخص

---

(۱) خزائن العرفان صفحہ ٥٤٤

آیا ہوا ہے جو جھلاّ (نادان) سا ہے اور ڈھانگری شریف والوں کا مرید ہے، یہ سن کر آپ بے حد خفا ہوئے اور فرمایا:

''تم نے اس کو جھلاّ (نادان) کیوں کہا وہ ہمارے لئے اور تمہارے لئے قابلِ احترام ہے یہ تو دیکھو اس کی نسبت کہاں ہے''۔

ایک بار آپ نے بفہ شریف سے حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حضرت حاجی محمد بفوی رحمۃ اللہ علیہ کو عطاء فرمودہ خلافت نامہ مطالعہ اور زیارت کیلئے منگوایا، پھر مارچ ۱۹۷۸ء میں اسے فریم کروا کر واپس فرمایا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بوسہ دیا، پھر سر پر رکھا اور بڑے ادب سے اسے حاجی محمد صابر صاحب آف انب کے حوالہ کیا وہ بفہ شریف جانے کا ارادہ رکھتے تھے تا کہ وہ اسے واپس بفہ شریف پہنچا دیں۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کے مشائخ کرام کی اولاد سے تھے، ۲۸ مارچ ۱۹۷۸ء/ ۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۱۹ھ منگل کے دن ان کی جانب سے دو خط آئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر تشریف فرما تھے، حاجی عبدالرزاق صاحب اس وقت حاضرِ خدمت تھے، اور وہ چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے وہ خط حاجی صاحب کو تھمائے، انہوں نے ہاتھوں میں ان کو پکڑ لیا، اتفاق سے وہ خط حضرت خواجہء عالم قدس سرہ کی نشست گاہ سے ذرا سا نیچے ہوگئے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی صاحب سے فرمایا انہیں اوپر رکھو نیچے بے ادبی ہوتی ہے۔

۱۳ جنوری ۱۹۷۸ء جمعرات کو حضرت زید ابوالحسن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا انٹرویو ہندوستانی ریڈیو سے نشر ہوا، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اتفاق سے اس کو سماعت فرما لیا، اس پر آپ نے بے حد مسرت کا اظہار فرمایا، کئی ایک سنگیوں کے سامنے اپنی مسرت کو بیان

فرمایا، اگلے روز قاری محمد بشیر صاحب آپ کے حجرہ میں حاضر ہوئے تو فرمایا ہم آپ کو ایک خوش خبری سنائیں، ساتھ ہی فرمایا ہم سے بار بار نہیں سنایا جاتا، آج رات اتفاقیہ طور پر دہلی ریڈیو اسٹیشن سے ہم نے حضرت زید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سنی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

حضرت خواجہ عالم قدس سرہ العزیز نے عمر بھر نقشبندی مجددی سلسلہ کو رواج دیا، اسی میں طالبانِ حق سے بیعت لیا کرتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ دوسرے سلاسل طریقت کے بزرگوں کا نام نہایت ادب سے لیا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"بزرگوں کا نام احترام سے لینا چاہئے، دُرویش کے سایہ کا بھی احترام کرنا چاہیے"۔

نیز فرمایا:

"تمام اصحابِ طریقت نُورٌ عَلٰی نُورٌ ہیں"۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ جب بھی کسی بزرگ کا ذکر فرماتے انتہائی ادب سے فرمایا کرتے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ شاید انہی کے سلسلہ طریقت میں بیعت ہیں وہ بزرگ خواہ چشتی ہوں یا قادری وغیرہ۔

تمام سلاسلِ طریقت کے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ادب کی تلقین کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا:

"نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی تمام سلاسلِ طریقت کے اولیائے کرام ہمارے مشائخ کرام ہیں، کیوں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کو تمام سلاسل سے فیض حاصل تھا، اس طرح وہ بھی ہمارے پیرانِ کرام سے ہیں"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عملی نمونہ سے اپنے سنگیوں کو مشائخ کرام اگرچہ وہ کسی بھی

سلسلہء طریقت کے ہوں کے ادب کے ساتھ ساتھ ان سے ادنیٰ تعلق رکھنے والی اشیاء کے ادب کی بھی تعلیم دی ہے، چنانچہ ایک دفعہ ایک صاحب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے ملحق بازار سے گلاب کے پھول اور چادر لائے اور آپ کی خدمت میں پیش کی، آپ نے ان کو ادب سے چارپائی پر رکھا قاری محمد بشیر صاحب نے عرض کی جناب! کیا ان کو نیچے رکھ دوں فرمایا ہرگز نہیں یہ حضرت داتا صاحب کے قریب سے آئے ہیں، ان کا بڑا مقام ہے۔

کسی مزار شریف کے کپڑے جو لوگ درختوں پر کسی حاجت کیلئے لٹکا دیتے تھے، (واضح رہے کہ یہ عمل فضول ہے، جس کی تائید نہیں کی جاسکتی لیکن اس عمل کے باعث کوئی شخص مشرک قرار نہیں پاتا، ایسے فتوے کی تائید بھی نہیں کی جاسکتی) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کئے گئے یہ کپڑے کافی تعداد میں تھے، آپ نے انہیں مختلف مدارس میں تقسیم فرما دیا تاکہ قرآن مجید کے غلاف بنوا لئے جائیں، فرمایا ان کا تعلق بزرگوں سے ہو گیا ہے، لہٰذا ان کا ادب ضروری ہے، کیوں کہ بزرگوں سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کا ادب ضروری ہو جاتا ہے۔

اصحابِ رڈہ کی مسجد شریف کے امام صاحب نے وہاں کے مزاراتِ شریفہ کے کپڑے دو گٹھریوں میں باندھ کر حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجے، وہ گٹھریاں آپ کے حجرہ مبارکہ میں پڑی تھیں، آپ چارپائی پر تشریف فرما ہوئے تو وہ کپڑے نیچے پڑے دیکھ کر فرمایا انہیں اوپر رکھو کیوں کہ یہ بزرگوں کے مزاراتِ شریفہ کے ہیں، ان کا ادب ضروری ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد مبارک کی تعمیل کی گئی اور ان کو اٹھا کر اوپر رکھ دیا گیا۔

۲۰ دسمبر ۱۹۹۱ء کو قاری احمد بخش صاحب لاہور سے گلہار شریف پہنچے آپ مولانا محمد

سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب داتا دربار کے مدرسہ میں مدرس تھے، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خادم کے ذریعہ ان کو کہلا بھیجا آپ کی آمد پر بڑی خوشی ہوئی ہے، مہمان بالخصوص دین دار، دین دوست اور دینی خدمت گار ہمارے نزدیک قابلِ احترام ہیں، یہ لوگ ملت کا سرمایہ ہیں، آپ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتے ہیں اس لحاظ سے آپ کی آمد سے بڑی خوشی ہوئی ہے، ہماری خواہش ہے کہ آپ زیادہ عرصہ یہاں قیام کریں۔

۳۰ جون ۱۹۸۴ء بمطابق یکم شوال ۱۴۰۴ھ ہفتہ کے دن عید الفطر تھی، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ گلہار شریف سے ٹنگروٹ والی مسجد میں تشریف لے گئے، قاری محمد بشیر صاحب بھی وہاں پہنچ گئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا ہم نے خیال کیا دہلی والے حضرت زید ابوالحسن فاروقی تو یہاں نہیں ہیں، لیکن مسجد اور ان کا جبہ تو یہاں موجود ہے، ان کی زیارت کرآؤں کیوں کہ ان چیزوں میں بھی اثر ہوتا ہے، پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا اور یہ آیت مبارکہ پڑھی:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر خانوں کے خدام کا بھی بہت احترام فرمایا کرتے تھے، ان کا خاص خیال رکھتے، چنانچہ ڈھانگری شریف دربارِ عالیہ کے خادم سائیں عبدالخالق صاحب صاحبزادہ محمد عتیق الرحمٰن صاحب کا خط لے کر گلہار شریف آئے، آپ نے انہیں ملاقات کیلئے اپنے حجرے میں بلانا سوئے ادب خیال فرمایا وہ ٹیلی فون والے کمرے میں بیٹھے تھے، آپ خود چل کر ان کے پاس ٹیلی فون کے کمرے میں تشریف لائے اور ان سے ملاقات فرمائی۔

۱۲۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز منگل جماعت نظافہ کے کارکن کام سے فراغت کے بعد اجازت کیلئے کھڑے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جناب قاری محمد بشیر صاحب سے فرمایا کہ حاجی غلام مصطفیٰ صاحب (آف اٹھارہ) آئے ہوئے ہیں انہیں ان کے پاس لے کر آؤ اور بتاؤ کہ یہ حاجی صاحب اور میں دونوں ایک وقت حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے، ہم دونوں اکٹھے پڑھتے بھی رہے ہیں، اور نظافہ والوں سے کہوان سے مصافحہ کریں۔

مشائخِ کرام اوران کی اولادوں کا ادب اور خدمت

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

از خدا خواھیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب خود را نہ تنہا خوار کرد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق کے طلب گار ہیں، بے ادب اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم رہتا ہے، بے ادب صرف اپنے آپ کو ہی ذلیل وخوار نہیں کرتا بلکہ تمام دنیا میں بے ادبی کی آگ لگا دیتا ہے۔

شیخ المشائخ حضرت جلا جلی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ لَااَدَبَ لَهٗ لَاشَرِيْعَةَ لَهٗ وَلَااِيْمَانَ وَلَا تَوْحِيْدَ.(۱)

ترجمہ: ”جو ادب کی نعمت سے محروم ہے اس کا دامن شریعت، ایمان اور توحید سے خالی ہے“۔

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”مشائخِ طریقت کا ادب کرو، کیوں کہ جو شخص ان کے دلوں کی تکدر وکلفت سے حفاظت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسے کتے مسلط کرتے ہیں جو اسے تکلیف دیتے رہتے ہیں“۔ (۲)

---

(۱) رسالہ قشیریہ جزو رابع صفحہ ۲۷ (۲) ترجمہ اردو البرہان الشریف صفحہ ۷۰

طریقت میں مشائخ کرام کا ادب روحانی ترقی کیلئے بنیادی شرط ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل صرف باادب لوگوں کے حصہ میں آتا ہے، اس سلسلہ میں حضرات مشائخ کرام نے ادب وخدمت کے بے مثل نمونے اپنی یادگار چھوڑے ہیں، ان میں سے چند ایک ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں:

خواجہء خواجگان حضرت خواجہ محمد خانِ عالم قدس سرہ العزیز کے ہاں جب ان کے شیخ طریقت باولی شریف تشریف لاتے تو آپ ان کی سواریوں کو آبادی سے باہر ایک اونچی جگہ پر ٹھہراتے، ان کو چارہ وغیرہ وہیں مہیا کرتے اور خدمت بجالاتے، انہوں نے اپنی زندگی میں وصیت فرمارکھی تھی کہ مرنے کے بعد میری قبر اس جگہ بنائی جائے جہاں میرے پیر ومرشد کے گھوڑے باندھے جاتے تھے، چنانچہ ان کی وصیت پر عمل کیا گیا، آج ان کی، ان کے دونوں بیٹوں، ان کے پوتے، ان کی ازواجِ پاک اور ان کے خاندان کے چند دیگر افراد کی قبور وہیں ہیں۔

حضرت خواجہ محمد خانِ عالم قدس سرہ العزیز کے ایک مرید باصفا کا نام میاں عزیز الدین تھا وہ جلال پور جٹاں کے رہنے والے تھے، اپنے شیخ کی بارگاہ کے بے حد مؤدِب اور خدمت گزار تھے، ان کے بارے میں امیر ملت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کسی بات سے ایسے خوش نہیں ہوتے تھے جتنے کہ اپنے پیر بھائیوں کے ملنے اور دیکھنے سے ہوا کرتے تھے، جب کوئی مسافر یارِ طریقت حضرت صاحب کی خدمت میں جانے والا مل جاتا تو باوجود ضعف پیری کے اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرتے اس کے پاؤں دباتے، دو دو میل تک رخصت

کرنے کیلئے ساتھ تشریف لے جاتے اور شکرانہ کے نفل پڑھتے اور کہتے کہ: الحمدللہ آج مجھ کو یار کی زیارت نصیب ہوئی اور اگر اتفاق سے کسی دن کوئی مسافر یارِ طریقت نہ آتا تو کوٹھے پر چڑھ کر دیکھتے اگر کوئی یار نظر نہ آتا تو رویا کرتے کہ الٰہی مجھ سے کون سا ایسا گناہ سرزد ہوا کہ جس کی شامت سے آج کسی یارِ طریقت کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ (۱)

میاں عزیز الدین صاحب کا پیر بھائیوں کی خدمت کرنا اور ان کے ساتھ احترام وعزت کا برتاؤ کا باعث صرف اور صرف اپنے شیخ برحق کے ادب اور احترام کے باعث تھا، کیوں کہ محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر شے محب کے ہاں محبوب ہو جاتی ہے۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

ایک دن حضرت (سید) میراں بھیکھ صاحب اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ ابوالمعالی کے ہمراہ انبیٹھ سے سہارنپور میں تشریف لائے، حضرت خواجہ ابوالمعالی قدس سرہ کا ایک صاحبزادہ محمد باقر نامی تھا جن کے ساتھ آپ کو کمال درجہ کی محبت تھی، اس کو بمعہ اس کی والدہ اور درویشوں کے انبیٹھ چھوڑ آئے، اور ایک دکاندار کے سپرد کر آئے کہ جس چیز کی ضرورت ہو ان کو دے دیا کرنا، ہم آکر تمہارا قرضہ ادا کر دیں گے، جب رات کو آپ نے کھانا کھایا تو فرمایا معلوم نہیں محمد باقر نے کھانا کھایا ہے یا نہیں؟ حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سن کر جس شخص نے دعوت کی تھی اس کو کہہ دیا کہ دو تین آدمیوں کے واسطے کھانا رکھ لینا۔

حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ وضو کرانے کی خدمت تھی، حضرت کو عشاء کا وضو کرایا آپ نماز پڑھ کر سو گئے تو حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھانا

---

(۱) یاران طریقت صفحہ ۲۳

لے کر دوڑے اور انبیٹھ میں جا کر وہ کھانا پہنچا کر پھر دوڑتے ہوئے سہارنپور اسی وقت آن پہنچے کہ ابھی تہجد کی نماز کے واسطے حضرت نہیں اٹھے تھے، آپ اٹھے حسبِ معمول وضو کرایا، اسی طرح حضرت خواجہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مہینہ سہارنپور میں قیام کیا، اور آپ ہر روز اسی طرح انبیٹھ میں برابر کھانا پہنچاتے رہے۔

اب یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انبیٹھ سہارنپور سے سولہ میل کے فاصلہ پر ہے، جس کی آمد و رفت کی مسافت ۳۲ میل ہوتے ہیں، گویا آپ روزمرہ عشا سے تہجد تک ۳۲ میل کا سفر پاپیادہ کرتے رہے، اور اپنے پیر و مرشد پر ہرگز اس بات کو ظاہر نہیں ہونے دیا، کیوں کہ یہ کام خالصاً لوجہ اللہ تھا، ان کی یہ نیت تھی کہ میرے پیر و مرشد کے صاحبزادے صاحب یعنی پیر بھائی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

جب ایک مہینہ کے بعد انبیٹھے آپ تشریف لائے تو دوکاندار کو بلایا اور کہا گھر والوں نے جو کچھ برداشت کیا ہے اس کا حساب کرو، دوکاندار نے عرض کی کہ مجھ سے کوئی چیز نہیں لی گئی، کیا حساب کروں؟ یہ بات سن کر آپ بہت متعجب ہوئے پھر اپنے فرزند محمد باقر کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے برخوردار مجھ کو تو خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نعمت ہائے گوناگوں اور مختلف اقسام کے لذیذ کھانے دیتا رہا، معلوم نہیں تم نے یہ مہینہ کس تکلیف سے گزارا ہوگا؟ محمد باقر نے عرض کی کہ وہی کھاتا رہا ہوں جو آپ بھیجتے رہے ہیں، آپ نے فرمایا میں نے تو تمہارے واسطے کبھی کھانا نہیں بھیجا، بچے نے کہا ہم کو تو ہر روز پہنچتا رہا ہے، اس کی یہ بات سن کر آپ بہت حیران ہوئے کہ کیا راز ہے؟ ادھر محمد باقر کا یہ کہنا کہ آپ بھیجتے رہے ہیں اور ادھر پیر صاحب دل میں خیال کرتے رہے تھے کہ الٰہی کھانا کون لاتا رہا ہے، میرے ساتھ تو صرف ایک درویش

میراں بھیکھ تھا، جو ہمیشہ عشاء اور تہجد کا وضو کرا تا رہا ہے، بتیس میل کا فاصلہ روز مرہ طے کرنا انسانی طاقت سے بعید ہے، حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سامنے کھڑے تھے، پیر صاحب نے فرمایا کہ یہ کام ہو نہ ہو میراں بھیکھ کا معلوم ہوتا ہے، دریائے رحمت جوش میں آیا اسی وقت آپ نے اٹھ کر ان کو گلے لگا کر نور علی نور بنا دیا۔(۱)

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز تمام اولیائے کاملین کی بارگاہوں میں سراپا ادب تھے، اپنے دست گرفتہ افراد کو بھی ان بارگاہوں میں ادب کی تلقین فرمایا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''تمام سلاسلِ طریقت کے مشائخ کرام قابلِ احترام ہیں، ان کا تعلق کسی بھی سلسلہ سے ہو، نقشبندیہ سے ہو یا چشتیہ سے، قادریہ سے ہو یا سہروردیہ سے، کیوں کہ سب کا مقصود خدا تعالیٰ تک رسائی ہے، یہ سلاسل خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے ذرائع ہیں، آدمی جس سلسلہ میں بھی داخل ہو خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے گا، جیسے ایک مکان ہو اور اس کے چار دروازے ہوں جس دروازہ سے بھی داخل ہوں مکان کے اندر آجائے گا''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے:

سہروردی اور چشتی، نقشبندی، قادری
فقر سے منسوب یہ خدا کے ہیں ولی
مدعیٔ فقر ہو اور امت میں ڈالے تفرقہ
یہ ولی ہرگز نہیں ملت کا ہے دشمن جلی

اپنے سلسلہ کے مشائخ کرام کا ادب تو آپ از حد زیادہ فرمایا کرتے تھے، خلق

(۱) یارانِ طریقت صفحہ ۲۴، ۲۵

خدا کے رجوع، مساجد کی تعمیر، مدارس کی کثرت اور دیگر دینی امور میں اپنے کارہائے نمایاں کو صرف اور صرف اپنے والدین کریمین اور حضرات مشائخِ کرام کے فیوض وبرکات کی طرف منسوب فرمایا کرتے تھے، ان پاک بارگاہوں کے پاس ادب واحترام کے باعث اپنی ذات کی بالکل نفی فرمایا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے:

''مساجد کا اس کثرت اور اس حسنِ تناسب سے تعمیر ہونا ہمارا کمال نہیں، ہمارے بزرگ ان علاقوں میں آیا کرتے تھے، کچھ لوگ ان کے حلقہ بگوش تھے، کچھ ان کی سیرت اور کردار سے متاثر تھے، یہ سب ان کے فیضانِ نظر اور روحانیت کا نتیجہ ہے کہ لوگ خود ان کاموں کی تحریک کرتے ہیں اور پھر تعاون بھی، ورنہ ہمارے کوئی مستقل وسائل نہیں کہ ایسے کارنامے سرانجام دے سکیں، البتہ عقیدت کی بنا پر لوگ انہیں ہماری طرف منسوب کر دیتے ہیں''۔

اپنے ایک مکتوب مبارک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

''بندہ تک لوگوں کی آمد کسی بزرگی کا نتیجہ نہیں بلکہ بندہ کے بزرگوں نے اپنے اپنے وقت میں لوگوں کی بھلائی کی خاطر کچھ اچھے کام کیے، ان کی یاد انہیں بندہ تک لے آتی ہے، اور بندہ بھی بزرگانِ سلسلہ کے طفیل اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی بہتری کیلئے دعا کر دیتا ہے''۔ (۱)

نیز فرمایا کرتے تھے:

''یہ نظام (نظام سلطانیہ) اللہ تعالیٰ کے فضل اور بزرگوں کی دعاؤں سے چل رہا ہے، اس میں اگر رکاوٹ پڑی تو ہماری شامتِ اعمال اور نقص وقصور کا نتیجہ ہوگا''۔

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۸۷

شیخ المشائخ حضرت شاہ ابوالخیر فاروقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے صاحبزادہ آغا عبدالرحمٰن صاحب کا کوئٹہ میں انتقال ہوگیا، حضرت خواجہء عالم قدس سرہ نے حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو تعزیت کا مکتوب ارسال فرمایا اس میں سلسلہ شریفہ کے شیخ کی اولاد کے بارے میں جو ادب کا اسلوب اپنایا وہ قابلِ مطالعہ ہے، آپ نے فرمایا:

”طریقت میں ہم اس خاندانِ رشد و ہدایت کے خوشہ چین ہیں، اس خاندان کا ہر فرد ہمارے لئے روشنی کا مینار ہے، ان کی وفات سے ایک اور شمع بجھ گئی“۔

آگے چل کر حضرت زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت دیتے ہوئے یوں ادب کا انداز اختیار فرماتے ہیں:

موسم کھلنے پر اگر تعزیت کیلئے کوئٹہ آنے کا قصد فرمائیں تو ہم عاجزوں کو بھی پروگرام مرتب کرتے وقت ذہن مبارک میں رکھیں، ہم اصرار کی جسارت تو نہیں کرسکتے البتہ نیازمندی کے اظہار کے طور پر درخواست کرتے ہیں۔ (۱)

ادب و احترام کا یہ تعلق صرف شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے مخصوص نہ تھا بلکہ سلسلہ شریفہ کے تمام مشائخِ کرام کی اولادوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلوک ایسا ہی تھا۔

برادرِ طریقت جناب الحاج منیر حسین مجددی یوں تحریر کرتے ہیں:

جہاں جہاں قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگوں کی بالواسطہ یا بلاواسطہ روحانی نسبت ہے قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان آستانوں کی عزت و عظمت اور احترام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، درگاہ ابوالخیر دہلی، بفہ شریف، ڈھانگری شریف، باولی شریف یا سنگوٹ شریف ہو آپ کی محبت اور عقیدت کے مراکز ہیں۔ (۲)

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اول مکتوب ۱۰ (۲) ذکر صادق صفحہ ۱۹

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشائخ کرام کا ذکر بڑے ادب سے فرمایا کرتے تھے، شریعت وطریقت کی اشاعت کے سلسلہ میں ان کی خدمات کا تذکرہ بڑے اہتمام سے فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ ۹ جنوری ۲۰۰۶ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدِ ماجد اور مرشد ومربی حضرت قبلہء عالم خواجہ محمد سلطانِ عالم قدس سرہ کا ذکر فرما رہے تھے، اس وقت آپ کی نظروں میں چھپیاں شریف میں طریقت کی بہاریں تھیں جو منگلا ڈیم کی تعمیر کے باعث قصہ پارینہ بن چکی تھیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بہت آزردہ تھے، چھپیاں شریف کی بہارِ رفتہ کا ذکر کرتے کرتے آپ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، آواز کانپنے لگی، آپ اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے یہ وہ جگہ ہے جہاں بزرگوں نے لوگوں کو اللہ اللہ کا ذکر سکھایا اب یہ ذکر پاکستان کے چپے چپے (بلکہ دنیا کے کونے کونے) میں پہنچ گیا ہے۔

بہاری شریف آزاد کشمیر کے سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵ ذی الحجۃ ۱۴۰۱ھ/۱۶ اکتوبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات راقم الحروف عفی عنہ سے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ابتدائی دور میں کئی سفر کیے ہیں، اور متعدد بار چھپیاں شریف سے گوڑھا سیداں میں حضرت پیر سید نیک عالم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک تک آپ کے ساتھ ننگے پاؤں سفر کیا ہے، سخت گرمیوں کے موسم میں جب کہ رستہ میں ریت بہت گرم ہوتی اور اس پر چلنے سے پاؤں جلتے تھے تو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ بپاسِ ادب پاپوش مبارک استعمال نہ فرماتے بلکہ سارا سفر آمد ورفت کا پابرہنہ طے فرمایا کرتے تھے۔

۸،۷ جون ۱۹۸۹ء کو باولی شریف میں حضرت خواجہء خواجگان حضرت خواجہ محمد خانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر باولی شریف کے آستانہ عالیہ کی طرف سے اشتہارات چھاپے گئے، جس میں اس بابرکت محفل میں شرکت فرمانے والے مشائخ

کرام کے اسمائے گرامی درج تھے، ان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی بھی درج تھا، پاسِ ادب کے باعث آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ صورتِ حال گوارہ نہ تھی کہ آپ کا نام مشائخ کرام کی صف میں شامل ہو آپ نے جناب حافظ فضل کریم صاحب خادمِ خاص کو ہدایت فرمائی کہ وہ عرس شریف میں شرکت کریں کیوں کہ یہ مقام ہمارے بزرگوں کا مامن و مسکن رہا ہے، انہوں نے سلوکِ طریقت کی ابجد کا آغاز یہیں سے فرمایا، اور وہاں خانقاہ شریف کے ناظمینِ عرس سے گزارش کریں کہ ہماری حیثیت خادمانہ ہے، ہمارا اعزاز اسی میں ہے کہ ہم اس پاک دربار شریف کے خادم بن کر رہیں، ہمیں اشتہار میں اپنا نام مشائخ کرام کی صف میں دیکھ کر شرمندگی کا احساس ہوا، ہم اپنی خادمانہ حیثیت سے باہر نہیں آنا چاہتے اور نہ اشتہار کی زینت بننا پسند کرتے ہیں، حافظ فضل کریم صاحب نے وہاں حاضر ہو کر آپ کے احساسات سجادہ نشین جناب غلام سرور صاحب تک پہنچا دیئے۔

اسی ادب اور خدمت کے جذبہ کی بدولت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بخارا شریف میں حضرت خواجہ میر کلال قدس سرہ، بفہ شریف ضلع ہزارہ میں حضرت شیخِ طریقت حاجی محمد بغوی رحمۃ اللہ علیہ، دہلی (انڈیا) میں واقع حضرت شیخ المشائخ مرزا مظہرِ جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ و غیر ھم مشائخِ کرام، باولی شریف ضلع گجرات میں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ محمد خانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی قبور پر عالی شان گنبد تعمیر کرائے۔

سلسلہ شریفہ کے مشائخِ کرام کی اولادوں کی خدمت اور ان کے ادب کے بارے میں چند حقائق ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:۔

ڈھنگروٹ شریف کے خواجہ حافظ محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ

اللہ علیہ کے دادا مرشد ہیں، آپ ان کی اولادوں کا بے حد ادب فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ اس سلسلہ میں یوں ارشاد فرمایا:

ان صاحبزادگان کے جسموں میں ان بزرگوں کا خون ہے لہٰذا ان کا ادب ضروری ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف ان کی اولاد کو بھی ہے، چنانچہ بیرسٹر محمد عبدالقیوم چوہدری صاحب مقیم انگلینڈ جو حضرت خواجہ محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے ہیں اپنی خود نوشت سوانح مسمی بہ ''آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری'' میں یوں رقم طراز ہیں:

میں نے جن لوگوں کو قریب سے دیکھا اور جن سے متاثر تھا ان (حضرت حافظ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ) جیسا کوئی اور نہیں مل سکا، البتہ حضرت قاضی محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی سے بہت متاثر رہا ہوں جب وہ ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تو شرفِ ملاقات حاصل ہو جایا کرتا تھا، میں نے حضرت ثالث (حضرت مولانا محمد فاضل) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد ان کی وفات سے بہت خلا محسوس کیا چوں کہ حضرت (خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ) ہمارے خاندان کے چھوٹے سے چھوٹے فرد کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے بلکہ ہمارے خاندان کے کسی فرد کی طرف پشت نہیں کرتے تھے، اسی طرح والد صاحب کیلئے اہتمام فرماتے، ان دونوں بزرگوں کے درمیان خط و کتابت بھی میرے ذریعہ ہوتی رہی ہے، اس طرح حضرت کی دعائیں ہمیشہ ساتھ رہی ہیں، میں نے جب بھی ان سے ملنے کا ارادہ کیا تو شرم محسوس ہوتی کہ جاؤں گا تو حضرت کو نہ جانے کتنی تکلیف ہوگی، آج جب حضرت کا وصال ہو چکا ہے تو سمجھتا ہوں کہ شاید صدیوں میں کوئی ایسی شخصیت نہ پیدا ہو سکے۔ (۱)

---

(۱) آثار بیرسٹر عبدالقیوم چوہدری صفحہ ۴۶۱، ۴۶۲

جناب بیرسٹر صاحب موصوف گلہار شریف حاضر ہوئے اور وہاں ایک رات گزاری، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی لیکن وہاں اپنا تعارف نہ کرایا۔

حضرت صاحبزادہ حافظ عبدالمجید صاحب منگلا میں رہتے ہیں، جو حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں آپ حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی خدمت میں بغرض ملاقات حاضر ہوئے، خادم سے فرمایا کہ حضرت صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، خادم نے ان کی خواہش بیان کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان کے اندر تشریف لانے سے قبل ان کے تشریف رکھنے کیلئے کچھ بچھانے دو، پھر آپ نے اپنے ہاتھ مبارک میں ایک نیا مصلیٰ لیا اسے فرش پر بچھایا اور فرمایا اب انہیں بلا لاؤ، جب صاحبزادہ صاحب سامنے آئے تو حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے اور صاحبزادہ صاحب نے آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہا، آپ ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کیلئے جھکے، دونوں میں ملاقات ہوئی اور دیر تک باہمی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔

صاحبزادہ محمد معروف صاحب حرمین شریفین حاضر ہوئے، مکہ مکرمہ سے خوبصورت اور قیمتی عقیق پتھر کے شمارے ختمات شریفہ پڑھنے کیلئے حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ارسال کئے، جہاں یہ شمارے ختم خواجگان شریف اور دیگر مشائخ کرام کے ختمات پڑھنے کے موقعہ پر استعمال ہوتے رہے، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ جب آنکھ کے آپریشن کیلئے ٹیکسلا تشریف لے گئے تو وہاں قیام کے دوران ان شماروں پر ختمات شریفہ پڑھے جاتے تھے، ان کی کل تعداد ایک سو گیارہ تھی، ڈھانگری شریف کے صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی صاحب جب آپ کی ملاقات کیلئے آئے تو

شمارے بمع وہ کپڑا جو ختمات شریفہ پڑھنے کیلئے بچھایا جاتا تھا اور تھیلی جس میں یہ شمارے محفوظ رکھے جاتے تھے جناب صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں آپ نے پیش کئے، اس پرانہوں نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور بے ساختہ کہنے لگے حقیقی تحفہ تو یہ ہے۔

حضرت خواجہ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے پڑپوتے حضرت صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی صاحب فیض آبادی کوٹلی بلیاہ والی مسجد میں جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لائے آپ کی گاڑی سیڑھیوں کے قریب آ کر رکی قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت شدید علیل تھے، علالت کے باوجود آپ بنفس نفیس ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور ان کو کمرے تک پہنچایا، ادب واحترام میں کوئی کوتاہی گوارا نہ فرمائی، احترام کے ساتھ ان کو کمرے میں بٹھایا خود وہاں پہنچے، ملاقات فرمائی آداب بجالائے، علالت کی شدت کا یہ عالم تھا کہ ملاقات کے بعد وہاں بیٹھنے کی طاقت نہ رہی اور وہیں لیٹ گئے، عام حالات میں بھی جب کبھی وہ تشریف لاتے احترام کے ساتھ ان کو کمرے میں ٹھہرانے کا حکم دیتے اور خود ان کے پاس حاضر ہو کر ملاقات کیا کرتے اور آداب بجالایا کرتے تھے۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے تھے، اور دہلی کی خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے، پانچ مرتبہ خانقاہِ سلطانیہ جہلم اور خانقاہِ فتحیہ گلہار شریف تشریف لائے، ہر مرتبہ آپ نے ان کا استقبال بہتر سے بہتر انداز میں فرمایا، انہیں بے حد احترام سے ٹھہرایا، اور بڑے اعزاز واکرام سے رخصت فرمایا۔

آپ جولائی ۱۹۸۹ء میں دورہ پر کوٹلی تشریف لائے۔ دورہ کے آخر میں حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے استاد غلام حسین صاحب کے ذریعہ ان کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا:

ہم علمی اور عملی اعتبار سے کمزور ہیں، ہم سے قصور اور غلطیاں ہوتی رہتی ہیں، آپ کی طرف سے زجر و توبیخ بھی ہوتی رہتی ہے، مگر اتنی نہیں جتنی کے ہم سزاوار ہیں، آپ کو پورا اختیار ہے جس طرح چاہیں ہم سے سلوک کریں، ہم حاضر ہیں، یہ سب کچھ ہماری اصلاح کیلئے ہے، دعا کریں کہ شیطان ہمیں وسوسہ میں مبتلا نہ کردے، آپ نے گزارشات سن کر فرمایا ہم راضی ہیں۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید رحمۃ اللہ علیہ کی دو صاحبزادیاں لاہور میں اپنی پھوپھی صاحبہ کے گھر آئیں، حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز نے الحاج عبدالشکور خالد صاحب کو پیغام بھجوایا کہ آپ اپنی والدہ صاحبہ، یا ہمشیرہ صاحبہ کے ذریعہ ان صاحبزادیوں تک میری درخواست پہنچائیں کہ اگر پروگرام اجازت دے اور کسی طرح کی پابندی نہ ہو تو دربارِ عالیہ گلہار شریف تک آنے کی زحمت گوارا کریں، لیکن قیام چار سے سات دنوں پر محیط ہونا چاہئے اگر وہ معذوری ظاہر کریں تو جہلم خانقاہِ سلطانیہ آنے کی زحمت گوارا کریں، اور اگر ان کے پروگرام میں تبدیلی کی گنجائش نہ ہو تو دونوں صاحبزادی صاحبہ کو ہماری طرف سے تحائف پیش کریں، اگر آنے کا پروگرام بن جائے تو اطلاع دیں تاکہ گاڑی کا بندوبست کیا جاسکے، یا خالد صاحب اپنی گاڑی پر لے آئیں، انہوں نے آنے کی حامی بھرلی، چنانچہ وہ خانقاہِ عالیہ فتحیہ گلہار شریف اور خانقاہِ سلطانیہ جہلم تشریف لائیں، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خاطر خواہ ان کی پذیرائی فرمائی، خوب مہمان نوازی کی، قیمتی تحائف پیش فرمائے اور بڑے احترام و اکرام سے ان کو رخصت فرمایا۔

اُن کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت ابوالحسن زید رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے بھی تھے، جب وہ گلہار تشریف لائے آپ نے ان سے ملاقات کے وقت اپنے ہاتھ مبارک ان کے قدموں

پر لگائے اور پھر انہیں اپنے چہرے مبارک پر پھیر لیا اور بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کو کسی عقیدت مند نے ایک بریف کیس بطورِ نذرانہ پیش کیا، یہ بہت قیمتی اور غیر ملکی ساخت کا تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش ہوئی کہ کسی ایسے شخص کو دیا جائے جو اس کیلئے موزوں ہو، چنانچہ سوچ بچار کے بعد اس کیلئے حضرت زید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت انس حفظہ اللہ کا انتخاب ہوا، اور یہ بریف کیس ان تک پہنچا دیا گیا۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دل وجان سے آپ کی خدمات کے معترف تھے، پہلے سفر کے موقعہ پر جب آپ بفہ شریف گئے تو وہاں آپ فرش پر بیٹھ گئے، صاحبزادگان نے آپ کے لئے پلنگ بچھا رکھا تھا، انہوں نے حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ آپ سے درخواست کریں کہ پلنگ پر تشریف فرما ہوں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر وہ پلنگ پر تشریف فرما ہوئے، بعد میں صاحبزادہ محمد معروف صاحب سے کہنے لگے:

''معروف میاں! تمہارے ماموں کی مرضی ہے کہ میں پلنگ پر بیٹھوں اور باقی لوگ نیچے سرنگوں بیٹھیں، مگر مجھے یہ پسند نہیں''۔

حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے یہ کلمات درحقیقت حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جذبہء خدمت کا ایک اعتراف تھا۔

ساداتِ کرام کا احترام

حضور نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہر ایمان والے پر فرض ہے، یہ محبت جس درجہ کی کامل ہوگی اس کا ایمان اسی درجہ کا کامل ہوگا، اور اس محبت میں جتنا نقصان اور کمی ہوگی اس کا ایمان اسی قدر کمزور ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے بغیر کسی کا دعوائے ایمان شرعاً مسموع نہیں، وہ کذاب اور لاف زن ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبی تعلق رکھنے والے افراد سے محبت بھی درحقیقت آپ سے محبت ہے، خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبائے کرام رضوان اللہ علیہم سے ہوں یا آپ کی اولادِ اطہار سے۔

اَفْضَلُ الْخَلْقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیتِ کرام سے محبت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِرْقَبُوْا مُحَمَّدًا صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ. (۱)

ترجمہ: ''اے لوگو! اہلِ بیت کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ کیا کرو''۔

الفاظِ حدیث کی وضاحت فرماتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ نے فرمایا:

اِحْفَظُوْا مُحَمَّدًا فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ فَلَا تُؤْذُوْهُمْ وَلَا تَسُبُّوْهُمْ. (۲)

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کے معاملہ میں آپ کی حفاظت کیا کرو، نہ انہیں ایذا دو اور نہ ہی ان کو برا بھلا کہو''۔

---

(۱) صحیح بخاری حدیث رقم ۳۷۱۳ (۲) عمدۃ القاری جلد ۱۶ صفحہ ۳۰۷

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں اپنا طرزِ عمل بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَحَبُّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ۔ (۱)

ترجمہ: ''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے''۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا:

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ ۔۔۔ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْآنِ اَنْزَلَہٗ

کَفَاکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اَنَّکُمْ ۔۔۔ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ

ترجمہ: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیتِ کرام، اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل فرمودہ قرآنِ مجید میں تمہاری محبت کو فرض قرار دیا ہے، تمہاری قدر و منزلت میں اتنا ہی کافی ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ان کے (اہلِ بیت کرام میں سے) فاسق کی عزت اس لئے مطلوب ہے کہ اس کی عزت اس کے فسق کی بنا پر نہیں بلکہ اس کی پاک اصل اور مبارک نسب کی بنا پر ہے، اور یہ ان کے صالح کی طرح فاسق میں بھی موجود ہے، کسی کا فاسق ہونا اسے بیتِ نبوت سے خارج نہیں کرتا، وہ ایسے انسان ہیں جو معصوم نہیں ہیں، لہٰذا یہ فسق ان کے نسب میں خلل انداز نہ ہوگا''۔ (۲)

---

(۱) صحیح بخاری حدیث رقم ۳۷۱۲ (۲) برکاتِ آلِ رسول صفحہ ۱۰۳

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی نے فرمایا:

بنصِ قطعی محبت اھلِ قرابت آں سرور علیہ وعلیھم الصلوات والتسلیمات ثابت شدہ است۔ واجرتِ دعوت را محبتِ ایشاں ساختہ کما قال اللہ تعالیٰ
قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا۔ ①

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے محبت نص قطعی سے ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت کی اجرت ان سے محبت قرار دی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا۔

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرمادیں کہ میں تم سے اس دعوت الی اللہ پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا سوا اس کے کہ تم قرابت داروں سے محبت کرو، اور جو شخص نیکی کرے گا ہم اس کی نیکی میں اضافہ فرمادیں گے''۔

حضرت سیدی ومرشدی خواجۂ عالم حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز نے عمر بھر ساداتِ کرام کے احترام واکرام کو وظیفۂ حیات بنائے رکھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

بندہ تک بزرگوں سے یہی تعلیم ہے کہ اہلِ بیت حضرات اور علمائے کرام کا بہ دل وجان احترام کریں، کیوں کہ احترامِ آدمیت شرفِ انسانیت ہے، بندہ اسی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ②

ایک سید صاحب کو آپ نے تحریر کرایا:

''آپ اس اصل سے تعلق رکھتے ہیں جن کے طفیل یہ کائنات وجود میں آئی، اور

---

① مکتوب امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۶

② مکاتیب الفردوس جلد اول مکتوب ۲۷۲

آخرت میں بھی بے سہاروں کی سہارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، بالواسطہ یا بلاواسطہ سب اُس در کے خوشہ چین ہیں"۔ (۱)

شاد باغ لاہور کے جناب سید امین الدین احمد مرحوم طبابت کا شغل کیا کرتے تھے، انہوں نے حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعا کے لئے خط تحریر کیا آپ نے اس کے جواب میں دعا کے بعد فرمایا:

"آپ کی سیادت اور بزرگی نے تقاضا کیا کہ آپ کی بہجتِ قلبی کی خاطر آپ کی خدمت میں کچھ پیش کیا جائے، چنانچہ یہ بندہ عاجز ایک سوٹ کپڑا اور سو روپے پیش کر رہا ہے"۔ (۲)

عباس پور کے سید زید الحسن گیلانی حضرت سیدنا غوث پاک کی اولاد سے ستائیسویں پشت سے ہیں انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حصولِ فیض کی درخواست پیش کی تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

"آپ خود بزرگوں کی اولاد سے ہیں اور ارفع واعلیٰ نسبت رکھتے ہیں، اس نسبت کے حوالہ سے آپ بندہ کیلئے بھی دعا کریں، بندہ عاجز اپنی موت کی فکر میں ہے اور حسنِ انجام کیلئے احباب سے دعا کا خواستگار ہے"۔ (۳)

انگلینڈ سے سید محمد رفیق صاحب نے روحانی رہنمائی کیلئے آپ قدس سرہ العزیز کی جانب بذریعہ خط رجوع کیا، آپ نے ان کو جو جواب دیا اس میں آپ نے تحریر فرمایا:

"آپ سادات خاندان کے چشم وچراغ ہیں، اور خاندانی نسبت بھی بزرگوں

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۹۷ (۲) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۶۶)
(۳) مکاتیب الفردوس جلد ثانی مکتوب ۵۲

سے ملتی ہے، آپ کیلئے خاندانی روایات اور نمونہ ہی کافی ہے، آپ بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلیں حق طلبی اور حق شناسی کیلئے ان کا عمل ہی بہتر ہوگا"۔ ①

ایک دفعہ قاری محمد بشیر صاحب کو آپ نے جواب نویسی کیلئے چند خط عطا فرمائے، ان میں سے ایک خط پکی ٹھٹھی کے شاہ صاحب کا بھی تھا، اس کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جناب قاری صاحب کو خصوصی طور پر فرمایا کہ جواب میں پہلے "مودّبانہ سلام" کے الفاظ تحریر کریں کیوں کہ وہ ساداتِ کرام سے ہیں اور ان کا ادب ضروری ہے، پھر فرمایا حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ کہیں کرسی پر بیٹھ کر تقریر فرمارہے تھے، دورانِ تقریر علی پور شریف کے پیر سید نور حسین صاحب مرحوم سٹیج پر آئے، مولانا ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے وہ سید جو ہوئے۔

ایک دن ایک سیدزادی صاحبہ خانقاہِ عالیہ گلہار شریف تشریف لائیں اور اپنے ساتھ ایک کم سن بچہ لائیں، وہ حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ انتظام جاری مدارس میں سے کسی کے اندر اس کے داخلہ کی خواہاں تھیں تاکہ قرآن مجید حفظ کر سکے، وہ بچہ عمر اور تعلیم کے سلسلہ میں مقرر کردہ شرائط میں سے کسی شرط کو پورا نہ کرتا تھا، اور اس پر مستزاد یہ کہ مدارس میں داخلے کا وقت بھی ختم ہو چکا تھا، یہ صورتِ حال بڑی کٹھن تھی، نہ مدارس کیلئے وضع کردہ قوانین وضوابط کی خلاف ورزی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گوارا تھی اور دوسری جانب ایک سیدزادی صاحبہ کا ایک خواہش لے کر آپ کے ہاں تشریف لانا، آپ کو اس سیدزادی صاحبہ کی دل جوئی بھی مطلوب تھی۔

حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے احترامِ سادات کے پیشِ نظر اس مسئلہ کا حل یہ نکالا

---

① مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۱۹۱

کہ اس بچے کو فی الحال مسجد سے منسلک کر دیا جائے وہ وہاں رہے اور ساتھ ہی سکول میں داخل کرا دیا جائے، جب وہ سکول کی تعلیم کی شرط پر پورا اترے تو اس کے بعد اسے درس میں داخلہ دے دیا جائے، اس صورت پر وہ سیدزادی صاحبہ راضی ہو گئیں، دربارِ عالیہ کی طرف سے ان کی دل جوئی اور خوشنودی کیلئے رخصت کے وقت ایک جوڑا کپڑے اور پچیس روپے، پیش کئے گئے اور بڑے احترام سے انہیں رخصت کیا گیا۔

درس شریف رولی نکہ کے استاد محمد اسلم صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں میں بنگلہ کڑتی کی مسجد میں قیام پذیر تھے، اس زمانے کا واقعہ ہے کہ نمازِ عصر کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سنگیوں کو رخصت فرمایا اور خود اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے، میں بھی واپس جا رہا تھا لیکن از راہِ ادب آپ کے حجرہ مبارکہ کی طرف پہلو تھا، میری پیٹھ نہ تھی، اچانک چوکیدار فتح محمد مرحوم کی اونچی آواز آپ نے سنی تو اشارہ فرما کر مجھے واپس بلایا، مجھے معلوم ہوا کہ چوکیدار فتح محمد مرحوم نے مسجد کا کوڑا کرکٹ مسجد سے باہر پھینکا تو وہ قبرستان میں سید لیاقت حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کے مزارات پر پڑا، شاہ صاحب موصوف کے چچا نے اس کا برا منایا، اور انہیں ایسا کرنے سے منع کیا، لیکن جواب میں چوکیدار صاحب کا کہنا تھا کہ یہ مسجد کا گرد و غبار ہے، اس پر دونوں میں تکرار ہوئی تو چوکیدار صاحب نے شاہ صاحب کو سختی سے جواب میں کہا تو ان قبروں کو یہاں سے اٹھا لے، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں حضرات کی باہمی گفتگو کو سن لیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا کہ چوکیدار فتح محمد سے پوچھو کہ تم کس سے سخت کلامی کر رہے ہو، اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے مخاطب اہل بیت کرام کے ایک فرد ہیں، جن کا احترام ہمارے لئے ضروری ہے، اور

اس سے کہہ دو کہ آئندہ ایسی حرکت برداشت نہ کی جائے گی۔

وزیر امور کشمیر جنرل جمالدار صاحب خانقاہِ فتحیہ گلہار شریف میں پہلے دن اپنے پروٹوکول کے ساتھ حاضر ہوئے تو آپ نے ملاقات سے معذوری کا اظہار کیا، دوسری دفعہ بغیر پروٹوکول کے آئے اور ملاقات کی خواہش کا اظہار فرمایا، اس پر انہوں نے اپنے سیکرٹری سے کہا کہ عرض کردیں یہاں ایک وزیر کی حیثیت سے حاضر نہیں ہوا بلکہ سادات کرام کے خاندان کا ایک فرد ہونے کے ناطے آپ سے ملاقات کی گزارش کررہا ہوں، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو انہیں ملاقات کیلئے اندر بلایا، کچھ دیر باہمی گفتگو ہوئی، پھر وزیر موصوف نے مساجد کیلئے بیس ہزار روپیہ پیش کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رقم واپس فرمادی اور فرمایا ہمارا کوئی منصوبہ نہیں ہوتا کہ فلاں عمارت کو ضرور مکمل کرنا ہے، ہماری نیت یہ ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اس کا نامکمل رکھنا منظور ہے تو ہم بھی راضی برضا ہیں، رخصت کے وقت انہیں ایک تسبیح، اورادِ فتحیہ اور سی وسہ آیات عطا فرمائیں۔

وزیر موصوف نے دعا کی درخواست کی تو آپ نے بھی ان سے انجام بالخیر کی دعا کی درخواست کی، اور انہیں رخصت فرمایا۔

علماء، حفاظ اور طلبہ کی قدر ومنزلت

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد سب سے پہلی جو نعمت انہیں عطا فرمائی وہ علم ہے، اور اسی کی بدولت آپ کو ملائکہ کی سجدہ گاہ بنایا، سلسلہء نبوت کے آخری تاجدار ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غارِ حرا میں اترنے والی وحی کا تعلق بھی تعلیم و تعلّم سے ہے، قرآنِ مجید کی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات علمائے کرام، حفاظِ کرام اور طلبہء علم کی شان میں اس کثرت سے ہیں کہ ان تمام کو اگر جمع کیا جائے تو خاصی ضخیم تالیف مرتب ہو جائے، یہاں صرف چند آیات اور احادیث کو بطورِ تبرک درج کیا جاتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ. (۱)

ترجمہ: ''اے محبوب! آپ فرمادیں کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں، نصیحت صرف عقل والے قبول کرتے ہیں''۔

آیتِ مبارکہ میں عالم اور بے علم کے درمیان مساوات کی صریح نفی فرما کر اہلِ علم کی عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے، لیکن یاد رہے کہ علم کا تقاضا عمل ہے، بے عمل عالم اپنے نادان ہونے پر مہر تصدیق خود ثبت کرتا ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا. (۲)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کا خوف اس کے بندوں سے صرف علم والے ہی رکھتے ہیں''۔

---

(۱) الزمر آیت ۹ (۲) فاطر آیت ۲۸

یہاں بندوں سے مراد ساری مخلوق ہے، ساری مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی خشیت اور خوف کو اہلِ علم میں منحصر فرمادیا، ان کے علاوہ جس کسی کو خوفِ خداوندی کی نعمت ملتی ہے اس کا ذریعہ صرف اہلِ علم ہی ہوتے ہیں، جہاں علم اپنی پوری شرائط اور لوازمات کے ساتھ ہوگا خوفِ خداوندی وہاں ضرور موجود ہوگا اور اس آیت میں علماء سے مراد ایسے باعمل افراد ہی ہیں نہ کہ بے عمل لوگ۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآاِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا. (۱)

ترجمہ: ''اور اس سے بہتر کس کی گفتگو ہے جو مخلوقِ خدا کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے خود نیک عمل کرے''۔

اس بشارت میں انبیائے کرام اور ان کی پیروی کرنے والے دین کے داعیان علمائے کرام، صوفیائے عظام، نیک کاموں کی تلقین کرنے والے لوگ اور نظامِ تعلیم و تعلّم سے متعلق افراد شامل ہیں، ان تمام کی گفتگو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

مَنْ سَلَکَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِّنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ. وَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًى بِمَا يَصْنَعُ وَاِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِىْ جَوْفِ الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْکَوَاکِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِرْهَمًا وَّلَادِيْنَارًا اِنَّمَاوَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ. (۲)

---

(۱) حم السجدۃ ۳۳۔ (۲) کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۶

ترجمہ: ’’جو شخص علم کی تلاش میں کسی رستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے جنت کے رستہ پر چلائے گا، طالب علم کی کوششوں سے خوش ہو کر فرشتے اس کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق، پانی میں موجود مچھلیوں سمیت عالم کی بخشش کیلئے دعائیں کرتی ہے، عبادت کرنے والے پر اہلِ علم کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو باقی ستاروں پر برتری اور فضیلت حاصل ہوتی ہے، شک نہیں کہ علماء انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام اپنی وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے وہ اپنی وراثت میں صرف علم کو چھوڑتے ہیں، جس نے اسے حاصل کیا اس نے اس وراثت سے کثیر حصہ پالیا‘‘۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

خِيَارُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ.(1)

ترجمہ: ’’تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور لوگوں کو سکھائے‘‘۔

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز اپنے آباء واجداد اور مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریقہ پر گامزن اپنے دور کے عظیم ترین مشائخ کرام میں سے ایک تھے، آپ کی طریقت، شریعتِ مطہرہ سے متصادم اور جدا نہ تھی بلکہ اس کی خادم اور اس کا ایک جزو تھی، یہی وجہ ہے کہ عمر بھر آپ علمائے دین، طلبہ علم اور حفاظِ کرام کے قدردان بلکہ ان کی سرپرست رہے، آپ کے جاری فرمودہ نظامِ سلطانیہ کے تحت سینکڑوں دینی مدارس قائم تھے، جہاں دینی تعلیم اور قرآنِ مجید کے حفظ کا خاطر خواہ انتظام تھا، ان مدارس سے ہزاروں کی تعداد میں حفاظ اور علمائے کرام فارغ ہوئے جن کی کثیر تعداد

---

(1) جامع صغیر حدیث نمبر ۳۹۸۲ بحوالہ ابن ماجہ عن سعد بن ابی وقاص

ان ہی مدارس میں استاد، مدرس، خطیب، امام اور موذن کے فرائض انجام دے رہی ہے، اور وہ علمائے کرام جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس نظام سے منسلک نہ تھے ان کی خدمت میں بیش قیمت تحائف ارسال فرمایا کرتے تھے، وہ جب کبھی خانقاہ شریف میں تشریف لاتے تو آپ ان کی آمد پر بڑی خوشی کا اظہار فرماتے ان کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فردگزاشت نہ کرتے، آپ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے کہ بزرگ علمائے کرام کی خدمت کی جا سکے۔

اس سلسلہ میں آپ قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

ایک دن میں جہلم سے بس پر سوار ہوا جو لاہور کی سمت جا رہی تھی، جب لاری سرائے عالمگیر والے پل پر پہنچی تو صاحبزادہ مولانا فیض الحسن شاہ صاحب آلومہاروی اس میں سوار ہوئے، ایک نشست پر وہ بیٹھ گئے لیکن سیٹ مناسب نہ تھی، میں نے ان کے احترام میں انہیں اپنی سیٹ پیش کی لیکن وہ کہنے لگے میں نے اپنی جگہ پسند کر لی ہے، میرے اصرار کرنے پر وہ میری سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے، انہیں مجھ سے کوئی تعارف نہ تھا، وہ گوجرانوالہ اترے میں نے ازراہِ احترام ان کا بریف کیس اٹھا کر انہیں نیچے دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا فیض علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی میں مرکزی جامع مسجد کے خطیب تھے، بابا سائیں کملا رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر وعظ و نصیحت اور شرکت کے لئے تشریف لے گئے، مولانا عبدالغنی صاحب جو اپنے سنگی ہیں وہ بھی ان کے ہمراہ تھے، ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ کوٹلی کے رستہ سے آئے اور واپس گئے تھے، ہمیں مولانا عبدالغنی صاحب پر افسوس ہے کہ انہوں نے ہمیں مولانا فیضی صاحب کے اس پروگرام کی اطلاع نہ دی، اور نہ ہی انہوں نے ہماری مساجد میں اتار کر انہیں چائے وغیرہ پیش کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ ہماری جماعت کے آدمی ہیں، راولپنڈی خطیب ہیں کافی کام کرتے ہیں، حاجی آباد سے خضری مسجد اور گلہار شریف کی مسجد یا شہر میں وہ اپنی کسی مسجد میں اتارتے انہیں بٹھاتے تو بڑی اچھی بات تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار فرمایا کہ انہوں نے اچھا نہ کیا۔

حافظ عبدالغفور صاحب برادر حافظ فضل کریم صاحب کا بیان ہے کہ میں نے چند مواقع پر حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کو بے حد پریشان دیکھا، ان مواقع کی تفصیل ذیل میں درج ہے:۔

۱......محدثِ اعظم حضرت مولانا محمد سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر۔

آپ جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد کے بانی اور شیخ الحدیث تھے، میں ابھی چھوٹا تھا، جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت خواجہء عالم کرٹی کی مسجد میں قیام فرماتے، میں نے آپ کو پریشان دیکھا، بچپنے کے باعث مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پریشانی کا علم نہ تھا، میں نے وہاں برادرِ طریقت فتح محمد چوکیدار سے آپ کی پریشانی کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ آج فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا محمد سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

۲......استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبداللہ لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر۔

مولانا لدڑوی حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام میں شامل ہیں، بلکہ آپ نے اپنے اساتذہ کرام میں سب سے زیادہ علمی استفادہ آپ ہی سے فرمایا تھا، جب ان کا وصال ہوا تو میں نے حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بے حد پریشان دیکھا۔

۳......مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر۔

ان کے انتقال پر آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت افسردہ تھے، آپ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ

انہوں نے ہر طریقہ سے اہلِ سنت کا دفاع کیا، ایک دفعہ گوجر خان میں اہلِ سنت اور دیوبندیوں کے درمیان مناظرہ تھا، یہ مناظرہ تین روز تک جاری رہا، اہلِ سنت کے مناظر مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور صدر حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تھے جب کہ دیوبندیوں کے مناظر مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی والے تھے، دورانِ مناظرہ مولوی غلام اللہ خان نے کہا کہ سنی اور سور میں کوئی فرق نہیں، مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا حق گفتگو استعمال فرماتے ہوئے فرمایا کہ مولوی غلام اللہ خان صاحب نے ہمیں سنی تسلیم کرلیا ہے، لیکن ان کا یہ کہنا کہ سنی اور سور میں کوئی فرق نہیں غلط ہے، ان دونوں کے درمیان فرق ہے، اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ان میں کیا فرق ہے، یہ کہہ کر وہ مولوی غلام اللہ خان صاحب کے سٹیج کے پاس آئے، اس سٹیج اور اہلِ سنت کے سٹیج کے درمیان فاصلہ ناپا، اور پھر کہا سنی اور سور کے درمیان اتنا فرق ہے، اس پر اہلِ سنت کی طرف سے بہت جوش وخروش کا مظاہرہ ہوا، نازیبا گفتگو کا آغاز مولوی غلام اللہ خان صاحب کی طرف سے ہوا تھا، اس پر بہت شور شرابا ہوا اور اس شور میں مناظرہ کی بساط الٹ گئی۔

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز کا معمول تھا کہ مجلس میں اگر کوئی عالمِ دین موجود ہوتا تو سب سنگیوں کی اجمالی خیریت دریافت کرنے کے بعد اپنا روئے سخن عالمِ دین کی جانب فرمالیتے اور کسی سے ضرورت کے مطابق گفتگو فرماتے، یہ سب اپنے احبابِ طریقت کے دلوں میں علمائے کرام کی قدرومنزلت پیدا کرنے کیلئے ہوتا، سنگیوں کی تربیت کا یہ بھی ایک انداز تھا، جو علمائے کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رخصت کے وقت ان کو بیش قیمت تحائف عطا فرماتے، نقدی کی صورت میں

بھی ان کی خدمت فرمایا کرتے، بزرگ علمائے کرام کی خدمت میں ایسے بیش قیمت تحائف سنگیوں کے ہاتھ روانہ فرمایا کرتے اگرچہ ان سے بالمشافہ ملاقات نہ تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ گڑھی شاہو جامعہ نعیمیہ کی مسجد میں مولانا مفتی عزیز احمد بدیوانی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں ایک نماز ادا فرمائی، جو جامعہ نعیمیہ میں حدیثِ پاک کے استاد تھے، بعد میں آپ نے بابو دین محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ ان کو ایک کشمیری گرم لوئی بھیجی، یہ صرف ایک مثال ہے ایسی مثالیں کثرت سے ہیں۔

حفاظ اور طلبہ پر آپ خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے، انہیں نہایت عزیز رکھتے تھے کیوں کہ وہ گھر بار چھوڑ کر علومِ دین کے حصول کیلئے آئے ہوئے ہوتے ہیں، رمضان المبارک میں سینکڑوں بلکہ ہزار سے زائد مقامات پر ملک اور بیرون ملک قرآن مجید سنانے کا انتظام دربار شریف کے زیر اہتمام ہوتا تھا، ابتداء میں یہ تقسیم خود فرمایا کرتے تھے اور بعد میں یہ انتظام آپ کی زیر نگرانی ہوا کرتا تھا، کئی روز کی محنتِ شاقہ کے بعد یہ فہرست مرتب ہوتی، اس دوران سنگیوں سے ملاقات کے اوقات میں کمی ہو جاتی، ہر سال آپ ان کی خدمت کا ایک معیار مقرر فرما دیتے اگر کسی مقام سے خدمت میں کمی ہوتی تو یہ کمی دربارِ عالیہ کی طرف سے پوری کی جاتی اور اگر اس سے زیادہ خدمت ہوتی تو وہ حافظ صاحب کے پاس ہی رہتی تھی، لوگ حافظ صاحبان حاصل کرنے کیلئے بہت وقت پہلے آپ سے رابطہ کرتے تھے، ایک دفعہ قریب کی ایک بستی سے ایک صاحب شعبان کی آخری تاریخ کو حافظ صاحب لینے کیلئے حاضر ہوئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو حافظ صاحب مہیا کرنے سے انکار فرما دیا اور اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے طالبِ علم ویسے ہی

رکھے ہوئے ہیں اور جو آئے اس کے ساتھ ہانک دیتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں، یہ تو ہمارے خون پسینے کی کمائی ہیں۔

۲۶ جون ۱۹۹۲ء کو ایک طالب علم محمد عمران ولد محمد صادق ساکن دھنواں چوکی ٹینڈہ درس شریف میں سانپ کے کاٹنے کے باعث فوت ہوگیا، صبح سویرے جب اسے جگایا گیا تو سانپ اس کے بازو پر لپٹا ہوا تھا، اس نے اس طالب علم کو کاٹ لیا بچے کو کوٹلی ہسپتال لایا گیا، لیکن وہ جان بر نہ ہوسکا، اس کی اس طرح اچانک موت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پر بے حد رنج وغم کا اثر چھوڑا، اگلی صبح آپ مجلس عام میں تشریف لائے اور اس طالبِ علم کے بارے میں گفتگو کرنا چاہی تو فرطِ غم کے باعث زبان نے ساتھ نہ دیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شدتِ گریہ سے ہچکی بندھ گئی، زاروزار رونے لگے، پھر فرمایا اس کی معصومیت، اس کی ذہانت، پردیس، تلاشِ حق کی جستجو اور علمِ نافع کی تلاش میں موت نے میرے اعصاب شل کر دیئے ہیں، جونہی اس کی طرف دھیان جاتا ہے ضبط کا یارا نہیں رہتا، اس کی موت شہادت کی موت ہے، کیوں کہ اس میں شہادت کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے چوہدری فضل داد مرحوم آف ڈڈیال کو وہاں کے ایک مدرسہ اور مسجد کے امور کا ذمہ دار بنا رکھا تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی صاحب کے ساتھ ان کے مدرسہ میں چند طلبہ کو بھیجا اور استاذ غلام حسین صاحب کی معرفت ان کو کہلا بھیجا کہ یہ طالب علم ایک مقدس امانت ہیں، والدین نے اپنے ان جگر گوشوں کو حصولِ علم کیلئے جدا کیا ہے، اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل کیلئے وہ ہم پر اعتماد کرتے ہیں، علم کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے:

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا.

ترجمہ: اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما۔

متعدد احادیث میں علم کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے، یہاں تک فرمایا کہ:

''عالم کی سیاہی کا قطرہ شہید کے خون سے زیادہ مقدس ہے''۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ فرشتے طالب علم کیلئے اپنے پر بچھاتے ہیں، ان طلبہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں آخر وہ بچے ہیں، ان سے غفلت، بے احتیاطی یا کسی وقت زیادتی کا ارتکاب ممکن ہے، ان کی ذہنی ناپختگی کے پیش نظر ان کو ایسی محبت اور شفقت دیں کہ وہ اپنے گھر کے ماحول کو بھول جائیں، پوری توجہ سے علم حاصل کریں، ان کی پرورش کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھیں، ان کی خدمت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا مضمر ہے، اللہ تعالیٰ نے کارِ خیر کے تمام ذرائع کو طلبہ کے لئے جائز قرار دیا ہے۔

ایک صاحب نے میرپور سے خط لکھا کہ میرے ایک عزیز نے ۲۳ پارے کہیں یاد کر لئے ہیں اب خواہش ہے کہ اس عزیز کو آپ کے زیر سایہ درس میں داخل کرا دیا جائے۔

آپ قدس سرہ العزیز کو کسی استاد کی دل شکنی کب گوارا ہو سکتی تھی، لہٰذا آپ نے جوابی مکتوب میں ان کو ان کے اس عمل کے ناگوار پہلو پر غور کرنے کی تلقین فرمائی، آپ نے تحریر فرمایا:

''کتنا بہتر ہوتا کہ جہاں اس نے ۲۳ پارے یاد کئے وہاں ہی بقیہ سات پارے یاد کرتا تاکہ انہیں اپنی محنت کی خوشی ہوتی، آخر انہوں نے ۲۳ پارے یاد کرانے کی کتنی سعی بلیغ کی ہوگی، آپ کی یہ معمولی حرکت ان کیلئے ذہنی اور قلبی اذیت کا باعث بنے گی آپ اپنے ارادے اور فیصلے پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ (۱)

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۲

مولانا حافظ محمد انور طاہر صاحب (فیصل آباد) نے اپنے ایک عریضہ میں گزارش کی کہ میں نے طبیہ کالج میں داخل لے لیا ہے اور اس کے نصاب کی کتابیں پڑھتا ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جواب میں ارشاد فرمایا:

''یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ اپنی تعلیم میں اضافہ کی کوشش کر رہے ہیں، علم ایک اکائی ہے جس نوع کا علم ہو نافع ہے، بشرطیکہ دین کی خدمت میں صرف کیا جائے''۔[1]

ملک محمد اسلم صاحب آف پناگ شریف تلاشِ معاش کے سلسلہ میں انگلینڈ کے شہر لوٹن میں مقیم تھے، وہاں اہلِ سنت کی مسجد میں ایک جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا، پہلے امام صاحب کو نئی انتظامیہ نے فارغ کر دیا نیا امام مقرر کر لیا، پہلے امام صاحب نے مسجد سے سو گز کے فاصلہ پر نمازِ پنجگانہ اور نمازِ جمعہ پڑھانا شروع کر دی، جس کے باعث وہاں موجود اہلِ سنت کے افراد میں پریشانی کی لہر دوڑ گئی، ملک صاحب موصوف نے ۲۵ اپریل ۱۹۹۴ء کے تحریر کردہ اپنے مکتوب میں حضرت خواجہء عالم قدس سرہ سے رہنمائی کی درخواست کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مفصل مکتوب میں اس سلسلہ میں اپنے موقف کی وضاحت فرمائی پہلے تحریر فرمایا:

''اگر آپ سب خلوصِ نیت سے حالات سدھارنے کی کوشش کریں تو آپ کی گرفت سے باہر نہیں جا سکتے، بندہ کا اپنا مسلک امن و آشتی ہے، بندہ فساد سے گھبراتا ہے، انتشار کسی طور اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں''۔

---

[1] مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۱۰

اور پھر ساداتِ کرام اور علمائے عظام کی تعظیم وتوقیر کے سلسلہ میں تحریر فرمایا:

''بندہ تک بندہ کے بزرگوں سے یہی تعلیم آئی ہے کہ اہلِ بیت حضرات اور علمائے کرام کا دل وجان سے احترام کریں کیوں کہ احترامِ آدمیت شرفِ انسانیت ہے، بندہ اسی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔'' ①

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد یعقوب ہزاروی صاحب کو تحریر فرمایا:

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ علامہ صاحب کی صحت قدرے بہتر ہے، زمانے کو ان نادرِ روزگار ہستیوں کی بڑی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ انہیں مزید مخلوق کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں۔ ②

---

① مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۷۲

② مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۳۰۳

احبابِ طریقت کی اصلاح

اللہ کا ولی امت کے نبی کا خلیفہ اور جانشین ہوتا ہے، نبی کا منصب اَفرادِ امت کی اصلاح، تزکیہ، تعلیم علم و حکمت ہوتا ہے، ولی یہی کام بطورِ نائب سرانجام دیتا ہے، ان امور کی انجام دہی کیلئے صحبت اور مجلس ضروری ہے، صحابہ کرام سب کے سب عالم نہ تھے مگر ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کی فضیلت اعلیٰ سے اعلیٰ محدثین، فقہاء، اولیاء، اقطاب اور اغواث پر مسلّم ہے، اس فضیلت کا مدار صرف اور صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پر ہے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی بدولت وہ کچھ پالیا جو اس سے محروم رہنے والے نہ پاسکے، طریقت کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ بے علم صاحبِ صحبت کی اصلاح باعلم بلاصحبت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

اسی حقیقت کے پیش نظر اہل اللہ نے ہمیشہ شیخ کی صحبت کا التزام رکھا، انہوں نے حصولِ علم کی طرف اتنی توجہ نہیں رکھی جتنی توجہ شیخ کی مجلس میں آداب ملحوظ رکھ کر حاضری کی طرف فرمائی، کیوں کہ جس طرح مجاہدات ریاضات سے کسی خاص کیفیت کا ورود ہوتا ہے ایسا ہی اثر بعض اوقات شیخ کامل کی صحبت، خطاب یا مکتوب سے ہوتا ہے، یہ حقیقت بہت سے لوگوں کے مشاہدہ اور تجربہ میں آئی ہے کہ علمائے ظاہر کے ہفتوں مہینوں اور سالوں کے وعظ سے وہ اثر مرتب نہیں ہوتا جو شیخِ کامل کے ایک جملہ سے ہو جاتا ہے، علمائے ظاہر سالوں تک نماز کی فرضیت کے دلائل دیتے رہیں ممکن

ہے کہ اثر نہ ہو اور فرض نماز کی بھی توفیق نہ ہو، لیکن شیخ کامل قریب بٹھا کر آہستہ سے کان میں فرما دیں کہ فلاں فلاں نوافل ادا کیا کرو، تو مشاہدہ میں آیا ہے کہ ان ارشاد فرمودہ نوافل کی توفیق ان شاء اللہ ملتی رہتی ہے اور اس کی برکت سے فرائض میں سستی بھی دور ہو جاتی ہے، اگر وقت پر ادا نہ ہو سکیں تو جب تک ان کی قضا پوری نہ کر لی جائے دل کو چین نہیں آتا۔

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز نے مریدینِ باصفا میں سے کئی ایک سے بعض اوقات کوئی اصلاح کی بات کی، اس کا اثر ان کے دل میں ایسا ہوا کہ سالہا سال گزر جانے کے باوجود وہ ذہن میں محفوظ ہے، اور اگر اس جیسی صورتِ حال پیش آجائے تو فوراً آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد آجاتی ہے اور آپ کی برکت سے عمل میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں، اس کی چند مثالیں آپ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

قاری محمد بشیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میرے ایک عزیز رشتہ دار حافظ محمد یونس صاحب کا حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نام خط آیا، میں نے اسے کھول دیا، اور عرض کی کہ میں نے کھولا ہے، یہ سنتے ہی آپ غضبناک ہو گئے، میں نے آپ کی خفگی کے آثار دیکھے تو سوچا کام بگڑا جاتا ہے، عرض کی جناب! غلطی ہو گئی ہے معافی کا طلبگار ہوں، آئندہ ایسی حرکت نہ کروں گا، میری اس گزارش پر آپ کا غصہ مہربانی میں تبدیل ہو گیا اور فرمایا دو کام ہرگز نہیں کرنے چاہییں:

۱......کسی کا خط اجازت کے بغیر نہیں کھولنا چاہئے اور نہ ہی اجازت کے بغیر پڑھنا چاہئے۔

۲......اگر دو شخص آپس میں باتیں کر رہے ہوں تو ان کی باتوں کو سننے کی کوشش نہیں

کرنی چاہیے۔

قاری محمد بشیر صاحب ہی کا بیان ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ لینڈ روور پر گلہار شریف سے حاجی آباد تشریف لے جا رہے تھے، میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا، کسی ضرورت کی بنا پر میں نے اپنے سر سے رومال اتارا میرے سر پر ٹوپی نہ تھی، اس لئے سر سے ننگا رہ گیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کیا تمہارے پاس ٹوپی نہیں، میں نے عرض کی نہیں اس پر فرمایا درویش کو ٹوپی رکھنی چاہیے۔

جناب قاری صاحب کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ طویل عرصہ تک شدید علیل رہا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جب صحت ہوئی تو حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہِ سلطانیہ میں مجھے جماعت کرانے کا حکم دیا، میں نے حسبِ ارشاد نماز پڑھائی، دورانِ نماز میرے دونوں پاؤں برابر نہ تھے، بلکہ ایک پاؤں آگے تھا اور دوسرا پیچھے، نماز کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کیا دونوں پاؤں برابر رکھنے میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں تو فرمایا نماز کے دوران آپ کا ایک پاؤں دوسرے سے آگے نکلا ہوا تھا، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ طریقت کے فرائض کے بارے میں لکھا ہے:

چھوٹوں کے ساتھ شفقت، ارشاد اور تادیب (ادب سکھانے) کے ساتھ پیش آنا چاہیے، اور ان کو بتانا چاہیے کہ کس چیز میں ان کی بھلائی ہے، نہ یہ کہ جو، ان کی خواہش ہے اس کے مطابق عمل کرنے کو کہا جائے، یعنی ان کو لایعنی باتوں پر پھٹکارنا چاہیے۔ (۱)

---

(۱) اردو ترجمہ آداب المریدین صفحہ ۶۲

تادیب کے معاملہ میں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ بڑے محتاط تھے، اس سلسلہ میں آپ کے چند ارشادات نذرِ قارئین ہیں:

☆ ہمیں زیادہ گھومنے پھرنے والے لوگ پسند نہیں ہیں۔

☆ بغیر فرمان کے ایسی جگہ نہیں جانا چاہئے جہاں مفت کی بدنامی ہو۔

☆ بعض سنگیوں کو ہمارے متعلق غلط فہمی ہوتی ہے وہ نہیں جانتے کہ ہم ایک سپاہی کی طرح نگران ہیں، ہمیں ہر شخص کی ذرا ذراسی بات کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔

☆ ۱۱ فروری ۱۹۹۰ء کو حضرت صاحبزادہ محمد عبدالسلام مدظلہ العالی نے گلہار شریف جامع مسجد الفردوس میں نمازِ عصر پڑھائی، بعد میں جب صاحبزادہ صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا نماز اگرچہ ٹوپی میں بھی ہوجاتی ہے مگر ہمارے بزرگوں کا معمول ہے کہ وہ ٹوپی پر پگڑی باندھ کر نماز پڑھایا کرتے تھے، بزرگوں کے معمول پر عمل کرنا بہتر ہوتا ہے، لہٰذا آپ بھی ٹوپی پر عمامہ باندھ کر نماز پڑھایا کریں۔

☆ درجات مانگنے سے نہیں ملتے اگر کوئی قابل ہو تو اسے خود بخود مل جایا کرتے ہیں۔

☆ جو قدم محبت کے ساتھ اٹھایا جائے وہ بڑا قیمتی ہوتا ہے اگر محبت دامن گیر ہو تو منزلِ مراد تک پہنچا دیتی ہے، اس لئے راہِ سلوک میں کوشش کرنی چاہئے کہ محبت میں فتور نہ آنے پائے۔

جناب شاہد ہمایوں صاحب دربارِ عالیہ کے مخلص سنگی تھے وہ داڑھی منڈایا کرتے تھے، ایک سال انہوں نے اعتکاف کی اجازت کی درخواست کی تو حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا اجازت کی شرط داڑھی رکھنا ہے، ممکن ہے آپ کو کوئی مجبوری یا مانع ہو لہٰذا آپ چاہیں تو اپنی صواب دید پر اعتکاف کر سکتے ہیں، یہ سن کر انہوں نے

عرض کی جناب میں آئندہ داڑھی نہ منڈاؤں گا، اس پر آپ نے خوشی سے اعتکاف کی اجازت مرحمت فرمائی اور اسباق بھی تلقین فرمائے۔

عبدالخالق کیری والے محکمہ انکم ٹیکس میں ملازم ہیں انہوں نے بھی اسی شرط کی بنا پر داڑھی رکھی تھی۔

قاری محمد بشیر صاحب کا بیان ہے کہ ان کے بیٹے محمد جمیل صاحب ان کے ساتھ لال مسجد کوٹلی میں مقیم تھے۔ جہاں قاری صاحب مدرس اور خطیب تھے۔ محمد جمیل صاحب سکول میں پڑھتے تھے۔ ایک روز وہ اپنا انگریزی کا سبق یاد کر رہے تھے کتاب ان کے ہاتھ میں تھی۔ اچانک حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز مسجد میں تشریف لائے انہوں نے وہ کتاب چٹی پر رکھنے کی بجائے زمین پر رکھی اور آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے کتاب دیکھی تو پوچھا یہ کون سی کتاب ہے عرض کی گئی کہ جناب انگریزی کی کتاب ہے، اس پر ارشاد فرمایا اگر کتاب میں کوئی قابلِ احترام مضمون نہ ہو تو بھی اس کا احترام ضروری ہے کیوں کہ کتاب میں کاغذ اور سیاہی تو موجود ہے جو قابلِ احترام ہیں۔

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم

جمال ہم نشین درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ترجمہ: ”ایک دن حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے کچھ خوشبودار مٹی مجھے ملی، میں نے اس مٹی سے کہا کہ تو مشک ہے عبیر میں تیری دل آویز خوشبو سے مست ہوگیا ہوں، اس نے جواب دیا میں معمولی اور ناچیز مٹی تھی لیکن کچھ مدت میں پھول کے ساتھ اکٹھی رہی ہوں، میرے ہم نشین کی صحبت نے مجھ میں اثر کیا ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو پہلے تھی“۔

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز کے وجودِ مسعود میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی تھی کہ جو شخص چند بار عقیدت کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھا اور آپ کی گفتگو مبارک سنی اگر وہ بے نماز تھا تو پکا نمازی بن گیا اور اگر نمازی تھا تو عموماً اشراق، اوابین اور تہجد کا عادی بن گیا، صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھنے سے لوگوں کی غیر محسوس انداز میں اصلاح ہوجایا کرتی تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک ہے:

”حضرات مشائخ کرام کے قلوب ذاکر ہوتے ہیں، ان کی معیت اور ہم نشینی سے غافل بھی ذاکر بن جاتے ہیں“۔

حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین کی روحانی اصلاح اور ترقی کیلئے اولیائے کاملین کا محبوب طریقہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

”مرید کا ابتدائی مقام عالمِ سفلی میں ہوتا ہے، وہ واسطہ کے بغیر عالمِ بالا تک روحانی رسائی حاصل نہیں کرسکتا جو زندگی کا منتہائے مقصود ہے، اس کیلئے اسے واسطہ کی ضرورت ہوتی ہے جو عالمِ سفلی اور عالمِ علوی میں برزخ کا کام دے سکے، یہ واسطہ مرشد کی ذات ہوتی ہے، مرشد غیب الغیب سے فیض حاصل کرکے عالمِ شہادت میں

اپنے مریدوں کو سیراب کرتے ہیں، مرید کی کوشش ہونی چاہئے کہ شیخ کی شبیہ کو ہر وقت اپنے ذہن میں رکھے، اس طرح فیض کے تسلسل میں انقطاع نہ آنے پائے گا، جب یہ رابطہ پختہ ہو جاتا ہے تو مرید شیخ کا عین بن جاتا ہے، وہ اپنے آپ کو مردہ بدست زندہ سمجھنے لگتا ہے، اس حالت میں وہ جس طرف نظر اٹھاتا ہے شیخ کی شبیہ اس کے مشاہدہ میں آتی ہے"۔

تعویذات سے خدمتِ خلق

تعویذ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی ہے:

''پناہ میں دینا، پناہ میں لانا، حفاظت کی دعا کرنا۔''

عملیات کے علم میں اس کا اصطلاحی معنی ہے:

وہ کاغذ وغیرہ جس پر اسمائے باری تعالیٰ یا آیاتِ قرآنی وغیرہ لکھ کر بیماری وغیرہ کو دفع کرنے کیلئے گلے یا بازو وغیرہ پر باندھا جائے یا لٹکایا جائے۔

عربی زبان میں اسے تعوِیذ، عوْذَة اور مَعَاذَة کہتے ہیں۔

اس کے جواز کی اصل حدیثِ پاک اور اکابر اسلاف کے عمل سے ثابت ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قَالَ اِذَا فَزِعَ اَحَدُكُمْ فِی النَّوْمِ فَلْيَقُلْ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ شَرِّ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَّلَدِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِیْ صَكٍّ ثُمَّ يُعَلِّقُهَا فِیْ عُنُقِهٖ. (۱)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم میں جب کبھی کوئی نیند کی حالت میں

---

(۱) ابوداؤد حدیث نمبر ۳۸۹۳ ترمذی حدیث نمبر ۳۵۲۸ مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۷

ڈرے تو یہ کلمات پڑھے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ شَرِّ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ.

''میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب، اس کے عذاب، بندوں کے شر، شیطانوں کے وسوسوں اوران کے میرے پاس آنے سے، جس نے یہ دعا مانگی اس کو یہ چیزیں نقصان نہ پہنچائیں گی''

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا طریقہ تھا کہ ان کی اولاد سے جو بالغ ہوتا اسے یہ دعا سکھادیا کرتے اور جو بالغ نہ ہوتا اس کیلئے یہ دعا کاغذ پر لکھتے اور اس کے گلے میں لٹکا دیا کرتے تھے''۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ تعویذ لکھ کر دینا جائز ہے اور جو پڑھ سکتا ہو اسے دعا وغیرہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِهٖ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا مَرِضَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ جَعَلْتُ اَنْفُثُ عَلَيْهِ وَاَمْسَحُهٗ بِيَدِ نَفْسِهٖ لِاَنَّهَا اَعْظَمُ بَرَكَةً مِّنْ يَّدِيْ.(1)

ترجمہ: ''اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھ کر اس کو دم فرمایا کرتے تھے اور جب آپ اپنی مرضِ وصال میں مبتلا ہوئے تو میں آپ کو دم

---

(1) مسلم جلد دوم صفحہ ۲۲۲

کیا کرتی اور آپ کے ہاتھ مبارک کو آپ کے جسمِ اطہر پر پھیر دیا کرتی کیوں کہ وہ میرے ہاتھ کی نسبت سے بڑھ کر برکت والا تھا"۔

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فِیْہِ اسْتِحْبَابُ النَّفْثِ فِی الرُّقْیَۃِ وَقَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰی جَوَازِہٖ وَاسْتَحَبَّہُ الْجُمْھُوْرُ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَھُمْ۔ ﴿۱﴾

ترجمہ: "اس حدیث میں کلماتِ مبارکہ پڑھ کر پھونکنے کا استحباب ثابت ہے، علمائے کرام نے اس کے جواز پر اجماع کیا ہے، جمہور صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والوں نے اسے مستحب قرار دیا ہے"۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فِی الْمُجْتَبٰی اُخْتُلِفَ فِی الْاِسْتِشْفَاءِ بِالْقُرْاٰنِ بِاَنْ یُّقْرَأَ عَلَی الْمَرِیْضِ اَوِ الْمَلْدُوْغِ الْفَاتِحَۃُ اَوْ یُکْتَبَ فِیْ وَرَقٍ وَیُعَلَّقَ عَلَیْہِ اَوْ فِیْ طَسْتٍ وَّیُغْسَلُ وَیُسْقٰی وَعَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ کَانَ یُعَوِّذُ نَفْسَہٗ قَالَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَعَلَی الْجَوَازِ عَمَلُ النَّاسِ الْیَوْمَ وَبِہٖ وَرَدَتِ الْاٰثَارُ۔ ﴿۲﴾

ترجمہ: "المجتبیٰ میں ہے کہ قرآن مجید سے علاج کرنے میں اختلاف ہے اس طرح کہ مریض یا ڈسے ہوئے آدمی پر سورہ فاتحہ پڑھی جائے یا قرآنِ مجید کا کچھ حصہ کسی کاغذ پر لکھا جائے اور (گلے وغیرہ) میں لٹکایا جائے یا کسی تھالی پر لکھا جائے اور دھو کر پلایا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کی حفاظت کیلئے دعا فرمایا کرتے تھے، صاحب المجتبیٰ نے فرمایا کہ دورِ حاضر میں لوگوں کا عمل اس کے جواز پر ہے اور اس کے جواز پر احادیث وارد ہیں"۔

﴿۱﴾ مسلم مع شرح نووی جلد دوم صفحہ ۲۲۲ ﴿۲﴾ ردالمحتار ج ۹ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث

اس سے چند سطور قبل آپ نے تحریر فرمایا:

قَالُوْا وَاِنَّمَا تُکْرَہُ الْعُوْذَۃُ اِذَا کَانَتْ بِغَیْرِ لِسَانِ الْعَرَبِ وَلَایَدْرِیْ مَاھُوَ وَلَعَلَّہٗ یُدْخِلُہٗ سَحْرٌ اَوْ کُفْرٌ اَوْ غَیْرُ ذٰلِکَ وَاَمَّا مَاکَانَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ شَیْئٌ مِنَ الدَّعْوَاتِ فَلَابَاْسَ بِہٖ. [1]

ترجمہ: ''علمائے کرام نے فرمایا کہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان کا تعویذ جب کہ معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے مکروہ ہے، کیوں کہ ممکن ہے اس میں جادو، کفر یا اور کوئی ناجائز امر شامل ہو اور جو تعویذ قرآنِ مجید یا دعاؤں پر مشتمل ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

سیدی و مرشدی حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز مخلوقِ خدا کی جائز اور مشروع حاجات کیلئے تعویذات عطا فرمایا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والدِ ماجد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے صدہا تعویذات کی اجازت تھی، آپ کا ارشاد مبارک ہے:

''حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں مختلف قسم کے متعدد تعویذات لکھنے کا طریقہ بتایا تھا اور اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کا ایک طویل حصہ اَجلّہ اولیائے کرام کی خدمت کرنے میں بسر فرمایا، سلسلہ عالیہ زبیریہ اور سیفیہ کے فیوض و برکات حاصل کئے، مختلف قسم کے صدہا تعویذات کی اجازت آپ کو اپنے مشائخ کرام سے حاصل تھی، آپ نے ان تعویذات کے لکھنے کی عملی مشق ہم سے کرائی، اگر ہم سستی کا مظاہرہ کرتے تو شوق دلانے کی غرض سے ارشاد فرماتے تعویذ لکھو ہم تمہیں پیسے دیں گے، چنانچہ تعویذ لکھنے پر ہمیں دو چار آنے عطا فرما دیتے واضح

---

[1] رد المحتار جلد ۹ صفحہ ۴۴۳

رہے کہ اس زمانہ میں دو چار آنے بھی خاصی رقم تھی''۔

ایک روز حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نمازِ عصر کے بعد کسی مخلص سنگی کیلئے تعویذ تحریر فرما رہے تھے، قاری محمد بشیر صاحب اس وقت آپ کے حجرہ میں تھے، فراغت کے بعد ان سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا کہ اب ہم تمام امراض کیلئے ایک ہی تعویذ لکھ دیتے ہیں یہ ہماری سستی ہے ورنہ حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں بے حد مہربانی فرما رکھی ہے۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ کے تعویذات بالعموم اسمِ ذات (اللہ) پر مشتمل ہوتے یا مسلمہ بزرگوں سے متوارث اور منقول ہوا کرتے، آپ زندگی بھر فال نکالنے، قسمت کا حال معلوم کرنے کیلئے حساب لگانے، جنات کی تسخیر کا عمل کرنے وغیرہ امور کے نزدیک نہ گئے، بلکہ اپنے عقیدت مندؤں کو ان امور سے منع فرمایا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''میں نہ کتاب نکالتا ہوں نہ قسمت معلوم کرنے کا کوئی حساب جانتا ہوں نہ ہی کشف کا دعوی رکھتا ہوں ہاں اللہ تعالیٰ کا نام لکھ کر رکھا ہے، ضرورت مند یہ تعویذات لے جاتے ہیں کوئی کہتا ہے آرام آ گیا ہے اور کوئی کہتا ہے آرام نہیں آیا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دست گرفتہ جناب سید لیاقت حسین شاہ صاحب ساکن بنگلہ کڑتی (کوٹلی) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی یاداشتوں میں یوں تحریر فرمایا:

''عام طور پر سادات قبیلہ کے ہر فرد کو پیر صاحب کہہ کر پکارے جانے کا رواج عام تھا، اسی رواج کے مطابق بندہ کو پیر صاحب کہہ کر پکارا جاتا تھا، اور عقیدت مند لوگ خواہ مرد ہوں یا عورتیں آ کر کتاب دیکھنے کیلئے کہا کرتے تھے اور کتاب پر کچھ

نذرانہ بھی مل جاتا تھا، عملیات کی کتاب چھپی ہوئی ہوتی ہے، سائل کتاب پر اپنی انگشتِ شہادت رکھتا ہے جس کے مطابق لکھا ہوا جواب سائل کو سنا دیا جاتا ہے، بندہ کو تعویذ لکھنے کی اجازت اب سرکار کی طرف سے مل گئی اور فرمایا کہ اتنی تعداد میں تعویذات روزانہ لکھے جائیں اور کوئی سائل کسی بھی تکلیف مثلاً نظر بد یا بچوں کے رونے کیلئے تعویذ مانگے تو یہی تعویذات دیئے جائیں، اگر کوئی پانچ سو روپے نذرانہ کی پیش کش کرے تب بھی کتاب نہ دیکھیں، ان باتوں کو اللہ ہی جانتا ہے اور نہ کسی دوسرے عامل یا پیر فقیر کی تقلید میں ایسا کریں، انہیں کرنے دیں، سورواج کے مطابق بندہ کے پاس بھی کتاب موجود تھی جسے بوقتِ ضرورت استعمال کیا جاتا تھا، اس فرمانِ پاک سے متاثر ہو کر بندہ نے مسجد شریف جو ابھی کچی تھی کے صحن میں گڑھا کھود کر کتاب دفن کر دی، نہ رہے بانس نہ بجے بانسری کے مصداق اس دھندے سے جان آزاد ہوئی۔" (۱)

دورِ حاضر میں تعویذ نویسی اور عملیات میں خود غرض، دھوکے باز اور شریعتِ مطہرہ کے باغی لوگوں نے غیر شرعی اور ناجائز کام داخل کر رکھے ہیں، خوفِ خدا اور آخرت کی جواب دہی سے بے نیاز یہ عامل لوگ دشمن کو قتل کرنے، یا ان کو نقصان پہنچانے، مقدمات میں فتح حاصل کرنے اگرچہ تعویذ لینے والا فریق ناحق پر ہو، میاں بیوی کے درمیان تفریق ڈالنے، جنات کو قابو میں لانے اور ان کو جلانے وغیرہ کیلئے الٹے سیدھے عمل کرتے اور تعویذ لکھ کر دیتے ہیں، قرآن کو الٹا پڑھنے اور خون سے تعویذات لکھنے سے گریز نہیں کرتے، یہ سب کام وہ لوگوں سے رقوم بٹورنے اور اپنی طرف ان کا

---

(۱) آپ بیتی جناب سید لیاقت حسین شاہ صاحب صفحہ ۱۴۶

رجوع بڑھانے کیلئے کرتے ہیں، اس طرح اپنا دین وایمان اور آخرت برباد کرتے ہیں، ایسے عاملوں کے ان کرتوتوں کے باعث خاندانوں میں ناچاقیاں اور دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں، ایسے عملیات کیلئے وہ بڑی بڑی رقوم کا مطالبہ کرتے ہیں اور ضعیف الاعتقاد لوگ ان کو یہ رقوم مہیا کرتے ہیں اس طرح یہ سادہ لوح لوگ بھی اپنا دین، ایمان اور دنیا کا نقصان اٹھاتے ہیں، حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز کا اس سلسلہ میں ایک ارشاد مبارک ملاحظہ ہو، آپ نے فرمایا:

''خدا معاف فرمائے خود ساختہ پیروں کو اپنی پیری میں بڑے بڑے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، اپنی پیری فقیری کا بھرم رکھنے کیلئے دم و درود سے لے کر کئی رنگ اختیار کرنے پڑتے ہیں، پیری بھی بڑی مشکل چیز ہے۔''

اگرچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یادِ خداوندی میں رسوخ اور پختگی حاصل کرنے کی غرض سے خود چلے کاٹے اور اپنے بعض عقیدت مندوں کو ایسے چلوں کی تلقین فرمائی، جن کا مقصد صرف یادِ الٰہی میں پختگی اور دوام کا حصول تھا، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عملیات کے حصول کیلئے نہ خود چلہ کشی کی نہ کسی اور کو اس کی جانب راہنمائی فرمائی، عملیات کے طالب حضرات بعض اوقات آپ سے اس مقصد کیلئے رابطہ کرتے تو آپ ایسی رہنمائی سے معذرت فرما لیا کرتے تھے، چنانچہ ایک صاحب نے آپ سے بذریعہ مکتوب گزارش کی کہ ''میں آیت کریمہ: ''اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ'' کا چلہ کاٹنا چاہتا ہوں اور آپ سے اجازت کا طلبگار ہوں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی درخواست کے جواب میں تحریر کرایا:

یاد آوری کا شکریہ، اللہ تعالیٰ اجر دے، عمل اور عملیات کے بارے میں یہ عاجز نابلد

ہے، کسی عامل سے رجوع کریں، جو اپنے تجربہ کی بنا پر راہنمائی کر سکے، یوں پڑھنا پڑھانا اچھا عمل ہے مگر عاجز اس سلسلہ میں رہنمائی کا اہل نہیں۔ (۱)

اسی طرح ایک اور صاحب نے آپ کی خدمت میں بذریعہ مکتوب عرضداشت پیش کی:

"میرے پاس (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب "شمع شبستان رضا" ہے اس کتاب میں اسمِ اعظم بتایا ہے جو میں نے پڑھنا شروع کیا، ساٹھ دن کے بعد میں اپنے آپ کو زمین پر نہیں آسمان پر سمجھتا ہوں، میں نے آپ کی اجازت کے بغیر یہ کام شروع کیا ہے آپ سے اجازت طلب کرتا ہے۔"

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کا جواب یوں ارشاد فرمایا:

جن واردات کا آپ نے ذکر کیا یا جن تجربات سے آپ گزرے ہیں بندہ ان سے واقف نہیں یہ باطنی امور بندہ کی دسترس سے باہر ہیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اسرار و رموز کے کسی شناسا سے رابطہ کریں کیوں کہ ان معنوی گرہوں کو ہر کوئی نہیں کھول سکتا، بندہ آپ کو یہی مشورہ دے گا کہ ان امور میں پڑنے کی بجائے آپ نماز کی پابندی کریں، امر و نہی کو اپنی زندگی کا شعار بنائیں، ان معاملات میں دلچسپی لیں جن کی قرآنِ مجید اور حدیث مبارک میں تاکید آئی ہے، اور جن امور کے کرنے یا نہ کرنے پر محاسبہ ہوگا۔ الخ" (۲)

تعویذات کی کتابوں میں محبت پیدا کرنے والے تعویذات کا ایک مستقل باب ہوتا ہے، بعض عامل لوگ جائز و ناجائز کی تمیز کے بغیر اپنی دنیوی دولت کھری کرنے کیلئے بے دریغ ایسے تعویذات خواہش مندوں کو دیتے ہیں، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اول مکتوب ۱۲۱ (۲) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۴۷

کو اللہ تعالیٰ نے چوں کہ مصلحِ امت کے مقام پر فائز فرما رکھا تھا، اس لئے آپ نے اس قسم کے ناجائز مقاصد کیلئے کبھی تعویذ نہ دیا، اس قسم کے خواہش منداگر آپ سے رجوع کرتے تو آپ ان کو کورا جواب دیا کرتے تھے، اس قسم کے ایک خواہش مند نے اپنے رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی:

''ایک صنفِ نازک سے محبت ہوگئی ہے، شریکِ حیات بنانا چاہتا ہوں''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے اسے یوں سمجھایا:

''آپ کی روش از روئے اخلاق پسندیدہ نہیں، اس سے خاندانی ناموس متاثر ہوتی ہے اسے اللہ تعالیٰ کی تکوین کے سپرد کر کے اس شغل سے دست کش ہو جائیں۔۔ ان معاملات کے فیصلے اللہ تعالیٰ کے ہاں کب کے ہو چکے ہیں۔''

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تحریر کرایا:

''یہ واضح کر دوں کہ آپ نے اس مقصد کیلئے غلط آدمی کا انتخاب کیا ہے، ہم تو ہر ایک کو احکامِ شریعت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں، یہ کام عاملوں کے ہیں، اگر آپ دست کش ہونا پسند نہیں کرتے تو کسی عامل کی خدمات حاصل کریں اور ہم بغیر اظہارِ افسوس کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔'' (۱)

ایک عورت نے حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی گزارش یوں پیش کی:

''بی۔۔۔۔۔اے، پاس ہوں، یونیورسٹی میں داخلے کا شوق ہے، مالی وسائل اور نمبر بھی کم ہیں، رشتہ کے سلسلہ میں بھی پریشان ہوں ایک آدمی سے میری وابستگی تھی لیکن اس کے متعلق غلط باتیں سنی ہیں وغیرہ''

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۰۵

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے یوں جواب مرحمت فرمایا:

''آپ کا خط ملا تشویش کا علم ہوا، بندہ عامل نہیں، اس معاملہ میں کوئی مدد نہیں کر سکتا، کسی عامل سے رجوع کریں، البتہ بندہ آپ کو مشورہ دے گا کہ نماز کی پابندی کریں، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں۔ الخ'' ①

حضرت خواجہ عالم قدس سرہ العزیز خودساختہ عاملوں کے عملیات، تعویذات اور حساب کے نتائج سے اپنے عقیدت مندوں کو اپنی مبارک مجالس میں آگاہ فرماتے رہتے تھے، ان میں بیشتر خاندان، بیوی خاوند اور معاشرہ میں فساد کا باعث بنتے ہیں، اسی طرح اپنے مکاتیب شریفہ کے ذریعہ بھی ان کی برائی سے آگاہ فرماتے رہتے تھے، ایک عقیدت مند نے آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں تحریر تھا:

آپ سے دو تین بار رابطہ کر چکا ہوں، مالی حالات (دکانداری) انتہائی خراب ہیں، چند عاملوں سے حساب کروایا وہ بتاتے ہیں کہ یہ تمہاری بیوی کی وجہ سے ہے اس کے مقدر میں اللہ نے کم رزق لکھا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب عطا فرمایا:

''بسط وکشاد اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور بندے کو مالک ہی سے تقاضا کرنا چاہئے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے تقاضا کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے، جس سے بندہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتا ہے۔

رہے عمل اور عامل بندہ ان چیزوں سے ناواقف ہے، اور نہ ہی ان چیزوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور نہ ہی احباب کو ان پر یقین رکھنے کی تعلیم دیتا ہے، خط سے پتہ چلتا ہے کہ عاملوں نے آپ کو ایک خطرناک موڑ پر لا کھڑا کیا ہے، کاروبار کا رونا تو اپنی

---

① مکاتیب الفردوس جلد اول مکتوب ۱۴۱

جگہ اب خانگی نظام کی بھی خیر نظر نہیں آتی، اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ دے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان راسخ ہو۔ (۱)

جادو ایک حقیقت ہے، اس کا سیکھنا سکھانا اس کو روبعمل لانا ناجائز اور حرام ہے۔

حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ اتنا عام نہیں جتنا لوگوں نے خیال کرلیا ہے کہ سر میں درد ہوا، بخار چڑھ گیا، یا گھر میں کوئی بیمار ہوگیا کوئی نقصان ہوگیا تو سب کو جادو کا کرشمہ سمجھنے لگیں، اس میں وہم زیادہ اور حقیقت کم ہے، جو عقیدت مند جادو منتر یا ٹونہ ٹوٹکہ کی شکایت کرتے آپ انہیں رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرمایا کرتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے کہ حقیقی مؤثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہ چاہے تو ان چیزوں میں تاثیر ہوتی ہے ورنہ نہیں، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تمام قسم کی مشکلات، عوارض اور امراض میں رجوع کیا جائے، اور جادو کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار فرمادیا کرتے تھے۔

تھن پال ضلع ڈڈیال میں سے ایک عقیدت مند نے جادو کے بارے میں شکایت کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے یوں جواب مرحمت فرمایا:

”آپ نے جادو کے بارے میں لکھا ہے اس کا بندہ کو تجربہ نہیں، جو حضرات جادو کی نشان دہی کرنے والے ہیں وہ اس کا علاج بھی جانتے ہوں گے، ان معاملات میں بندہ آپ کی رہنمائی نہیں کرسکتا“۔ (۲)

سمن آباد لاہور سے ایک بی بی نے اپنے خط میں اپنی صحت کی ناسازی، آپریشن، بیٹی، بھاوج کے خاندانی مسائل، بیماریوں اور گھر میں عدمِ سکون کی شکایت کی اور ان کو

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۱۱۷

(۲) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۵۲

جادو کا نتیجہ سمجھ لیا۔

حضرت خواجہ ء عالم قدس سرہ العزیز نے اسے جواب میں یوں ارشاد فرمایا:

"آپ کی مختلف پریشانیوں کا علم ہوا، گھر میں عدمِ سکون کا پتہ چلا، بندہ جادو وغیرہ اور عمل سے ناواقف ہے، اس کا تدارک عامل ہی کر سکتے ہیں، بندہ کا ذاتی خیال ہے کہ اگر ایمان پختہ ہو اور احکامِ شریعت کی پابندی ہو تو ان چیزوں سے انسان محفوظ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس پر کامل بھروسہ اور وقتی پریشانیوں پر صبر مصائب کا علاج ہے۔" (۱)

ایک اور عقیدت مند نے اپنے حالات کی شکایت کرتے ہوئے لکھا:

"کسی نے بتایا کہ بڑے سخت تعویذ آپ پر ہوئے ہیں، دعا فرمایئے اثرِ بد سے نجات ملے۔"

جواب میں آپ نے یوں ارشاد فرمایا:

"آپ جادو اور تعویذ کے وہم میں نہ پڑیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی قسم کا نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا، آپ نماز کی پابندی کریں اللہ تعالیٰ کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں اور قرآنِ مجید کی تلاوت کیا کریں، اور وسوسوں سے نجات حاصل کریں۔" (۲)

ایک عقیدت مند نے اپنی خانگی مشکلات کو جادو کا نتیجہ سمجھ لیا اور اس کے ازالہ کیلئے حضرت خواجہ ء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارش کی آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"جادو کا وہم نہ کریں، ہر شخص کوئی نہ کوئی مخالف رکھتا ہے، اور مخالف کا کام ہی مخالفت کرنا ہے، اور بعض طبعی عوارض بھی لاحق ہو سکتے ہیں انسان وہم کی وجہ سے جادو کا اثر سمجھنے لگتا ہے، اگر کوئی اصل ہے بھی تو وہ کلامِ الٰہی کے آگے نہیں ٹھہر سکتی، انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرے اور اس بات پر محکم یقین رکھے کہ ہر نوع کی رنج وراحت من جانب اللہ ہے، ان توہمات سے نکلنے کا خود اس میں حوصلہ پیدا ہو جائے گا۔

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۱۹۲ (۲) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۲۶۰

آپ دیکھیں یہود وہنود اور نصاریٰ عالمِ اسلام کے ازلی دشمن ہیں، مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ ضائع نہیں جانے دیتے، اگر جادو اتنا موئثر ہوتا تو آپ کسی ایسے عامل جادوگر سے رابطہ کریں کہ وہ ان دشمنانِ اسلام کے عزائم ناکام بنادے، اور انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں ہزیمت خوردہ کرنے کیلئے بہتر تدبیر کرے تو اسے منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا خواہ لاکھوں تک پہنچتا ہو۔ (۱)

ایک عقیدت مند نے آپ کو خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ کسی آدمی نے کہا ہے کہ کوئی تمہارے خلاف تعویذ کر رہا ہے تمہارے گھر میں دولت چھپی ہوئی ہے، گھر میں خون کے چھینٹے بھی آئے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں اسے یوں تحریر کرایا:

''بندہ جن جادو یا پوشیدہ چیزوں سے متعلق کوئی علم نہیں رکھتا، بندہ آپ کے حق میں صرف دعا کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کیلئے بہتر صورت پیدا کریں اور بہتر اسباب کی طرف راہنمائی کریں تاکہ آپ موجودہ بحران سے بچ نکلیں، آپ کو بھی چاہئے کہ نماز کی پابندی کریں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، پوشیدہ دولت یا خونی چھینٹے وغیرہ شکایات کے متعلق کسی عامل سے رجوع کریں ہوسکتا ہے کہ کسی عامل کا عمل ان معاملات میں مفید ثابت ہو''۔

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کے ایک عقیدت مند نے آپ کی خدمت میں اپنی سرگزشت یوں تحریر کی:

والدہ ماجدہ علیل تھیں، روحانی علاج کیلئے دینہ کے قریب ایک شاہ صاحب کے

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۳۲۵

پاس ان کو لے کر گیا، شاہ صاحب نے والدہ صاحبہ کو اور مجھے تعویذ کھلائے اور جنات کو حاضر کیا، ہمارے دشمنوں نے شاہ صاحب سے ہمارے خلاف یہ عمل کرایا ہے، والدہ صاحبہ گو پہلے سے بیمار تھیں اور اب بھی ہیں میں اس دن سے آج تک ٹھیک نہیں ہوا، مسلسل بیمار ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب میں یوں ارشاد فرمایا:

"بندہ تعویذات (نکالنے) اور جنات کے عمل سے بے بہرہ ہے، سنا ہے کہ بعض عامل ان امور پر دسترس رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اگر عقائد درست ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور بھروسہ ہو کہ اس کی ذات کے بغیر کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا تو آدمی اس قسم کے وہموں سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔۔۔آپ اِدھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے اس ذات کی طرف متوجہ ہوں۔۔۔آپ کو کتابچہ سی وسہ آیات بھیجا جا رہا ہے اسے صبح وشام دوبار توجہ سے پڑھیں، ان آیات کی برکت سے ان شاء اللہ آپ اس گرداب سے نکل جائیں گے"۔ (۱)

استخارہ ایک مشروع عمل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے، اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ حضورِ قلب، خشوع وخضوع کے ساتھ اور متوجہ الی اللہ ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی دعا پڑھی جائے، یہ ضروری نہیں کہ انکشاف ہو جائے، بلکہ دعا پڑھنے کے بعد جو جہت غالب طور پر دل میں آجائے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ مفید اور کارآمد ہوگی۔

بعض لوگوں نے اس سلسلہ میں کچھ نئی باتیں داخل کر رکھی ہیں، حضرت خواجہ

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اول مکتوب ۲۷۶

عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے اپنے دامن کو بچا کر رکھتے تھے، اور اپنے عقیدت مندوں کو بھی ان کی جانب رہنمائی نہ فرمایا کرتے تھے، ایک عقیدت مند نے آپ کی خدمت میں اسی قسم کے استخارہ کی گزارش کی جواب میں آپ نے اسے فرمایا:

''رہی استخارہ والی بات تو بندہ کو اتنا شعور نہیں کہ اس پر کوئی رائے زنی کر سکے، بندہ بغیر متاعِ دعا کے کچھ نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ سے صحت یابی کیلئے دعا گو ہے۔'' (۱)

جنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا فرمایا ہے، ان میں سے فاسق وفاجر اور بدکار بھی ہیں اور نیکوکار بھی، یہ بھی انسانوں کی مانند شریعتِ مطہرہ پر عمل کرنے کے مکلف ہیں، بعض شرارتی جن بعض لوگوں کو تنگ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

''ہم جنات کے وجود کا انکار نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا احاطہ کون کر سکتا ہے، البتہ انسان اشرف المخلوقات ہے، عقیدے اور عمل کی کمزوری کے باعث یہ ہمیں تنگ کرتے ہیں، اور وہم وگمان کا بھی اس میں بڑا عمل دخل ہے، ہمارا یہ عقیدہ پختہ ہونا چاہئے کہ نفع ونقصان صرف ایک مالکِ حقیقی کے قبضہ میں ہے، جو لوگ پختہ عقیدہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں وہ اس قسم کے اوہام اور تکالیف سے محفوظ رہتے ہیں۔''

بعض کم ہمت اور کم کوش لوگ سوانگ بھی رچا لیتے ہیں اور اس قسم کی حرکات کرنا شروع کر دیتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر جن وغیرہ مسلط ہیں، حالاں کہ وہ محض دھوکہ ہوتا ہے، اس طرح کے واقعات ہر روز مشاہدہ میں آتے ہیں، یہاں صرف

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اول مکتوب ۳۲۶

آپ کا ایک ارشاد نقل کرنا کافی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جنات کا وجود برحق ہے آدمیوں کو وہ اپنے تصرف میں بھی لا سکتے ہیں، لیکن آج کل جو سلسلہ چل نکلا ہے اس میں صداقت کم اور ملاوٹ زیادہ ہے، ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک لڑکی میرے پاس لائی گئی کہ اس کو جن پڑا ہوا ہے، جب وہ میرے سامنے لائی گئی تو کہنے لگی یہ مجھے کیا کرے گا حالاں کہ اس لڑکی کو دیکھ کر گمان نہ ہوتا تھا کہ وہ اتنی بات کہہ سکے گی، اس نے کہا یہ سن کر مجھے غصہ آیا میں نے اسے تھپڑ مارا وہ فوراً کہنے لگی اور نہ مارو مجھے جن وغیرہ کی کوئی تکلیف نہیں۔"

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں خط لکھا کہ جنات کو قابو کرنے کا طریقہ بتائیں اور تعویذ لکھنے کیلئے اجازت دیں۔

آپ قدس سرہ العزیز نے اسے جواباً لکھوایا:

"جن بھوت قابو کرنے کا ارادہ ہے تو کسی عامل سے رابطہ کریں، اور ان ہی سے کوئی عمل یا گر سیکھ لیں، بندہ ان علوم سے واقف نہیں اور نہ ہی ان سے مقابلہ کی ہمت رکھتا ہے، بیوی اور خاوند کی باہمی محبت کے بارہ میں بھی ان سے کوئی گر سیکھ لیں۔" (۱)

حضرت خواجہ عالم قدس سرہ العزیز اپنے عقیدت مندوں کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ:

اللہ تعالیٰ کی یاد کرو، اسی کی طرف دھیان رکھو، جنات وغیرہ سے خوفزدہ ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دلوں میں بسا لو جنات وغیرہ آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے، جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوگا وہاں شیاطین کی دخل اندازی نہیں ہوگی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مجلس مبارک میں یوں ارشاد فرمایا:

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۱۷۳

''کسی شخص نے مسجد بنانے کیلئے جگہ خریدی لوگوں نے اس کو کہا یہاں لمبے بالوں والی ایک عورت گزرتی ہے اور یہ جگہ بہت سخت ہے، ہم نے اسے بتایا کہ خوفزدہ نہ ہوں وہاں اذان ہوگی لوگ قرآنِ مجید پڑھیں گے کوئی خطرناک چیز نہ آئے گی انہوں نے وہ جگہ خرید لی اور مسجد بنالی۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ آفات وبلیات، جن بھوت اور جادو وغیرہ سے حفاظت کیلئے قرآنِ مجید کی ۳۳ آیات کی صبح وشام تلاوت کی تلقین فرمایا کرتے تھے، چنانچہ عقیدت مند ایک خاتون کو یوں تحریر فرمایا:

''آپ کو ایک وظیفہ سی وسہ آیات بھیجا جارہا ہے، صبح اور شام اس کا معمول رکھیں توجہ سے ایک بار صبح اور ایک بار شام کو پڑھیں، اس وظیفہ کی پابندی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ارضی وسماوی آفات سے محفوظ رکھتے ہیں، جن بھوت، سحر اور جادو وغیرہ کے اثرات سے محفوظ رہتا ہے''۔ (۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''القول الجمیل'' میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ''فتاویٰ عزیزیہ اردو ترجمہ صفحہ ۱۸۵'' میں ان کو آفات وبلیات کے دفع کرنے میں مفید قرار دیا ہے۔

جنات اور چڑیلوں کے دفعیہ کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقیدت مندوں کو چار قل پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے، ایک مجلس میں آپ قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

جہاں چار قل پڑھے جائیں کوئی جن چڑیل نہیں رہتی، اب لوگوں نے ہر جگہ دکانیں کھولی ہوئی ہیں، جہاں سے تعویذ وغیرہ مل جاتے ہیں اور ہوتا دھوکا ہے، ایسی روزی ٹھیک نہیں۔

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۲۴۸

حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کی خواہش ہوتی کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کریں، اس پاک ذات کی یاد ان کے دلوں میں رچ بس جائے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی دینی مقصد کیلئے آتا، روحانی مقصد کیلئے آتا یا خالص دنیوی مقصد کیلئے آتا آپ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کی بے نیاز ذات کی جانب رجوع کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تعویذ دینے اور وظیفہ تلقین فرمانے کے ضمن میں یہی نیک جذبہ کارفرما ہوتا تھا، آپ نے اپنے ایک عقیدت مند کو یوں تحریر فرمایا:

''ہم دُرویش جو تعویذات دیتے ہیں یا ورد وظیفہ تلقین کرتے ہیں تو ہماری مراد رجوع الی اللہ کا ایک حیلہ ہوتا ہے ورنہ نماز یاد وا سب اسباب ہیں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ تعلق قائم کرنے اور اس کے احکام پر خلوص سے عمل کرنے کو سب سے بڑا تعویذ قرار دیا کرتے تھے۔

حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دست گرفتہ جناب محمد رمضان بٹ مرحوم کے نواسے نے آپ سے تعویذ کی درخواست کی تو آپ نے اسے تحریر فرمایا:

''آپ نے حالات اور مشکلات کا ذکر کیا اور ان سے عہدہ برآ ہونے کیلئے تعویذ کی درخواست کی ہے، آپ کے بزرگوں کی زندگی نگاہ کے سامنے پھر گئی وہ تو استقامت کے پہاڑ تھے، انہیں کبھی تعویذ کی ضرورت نہیں پڑی وہ جانتے تھے کہ سب سے بڑا تعویذ اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑنا ہے، اور اس تعلق باللہ کی تعلیم وہ زندگی بھر ہمارے بزرگوں سے لیتے رہے، آپ بھی ان کی تقلید میں یہ نسخہ آزما دیکھیں اور تعلق کو نبھانے کی کوشش کریں''۔ (۱)

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد اوّل مکتوب ۱۵۴

مسجد کے امام صاحب نے آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ مستقل ملازمت نہیں ملتی، مسجد میں پڑھاتا ہوں، پتہ نہیں کب چھٹی ہوجائے، کوئی وظیفہ پڑھنے کیلئے لکھدیں۔

جواب میں آپ نے جو تحریر کرایا اس کا ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے:

''سب سے بڑا تعویذ اللہ تعالیٰ کے احکام خلوصِ نیت اور خلوصِ عمل سے بجالانا ہے، آپ متوجہ الی اللہ رہیں، اور اپنے فرضِ منصبی کو بلا خوف ولالچ فرض جان کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر انجام دیتے جائیں اور کسی وجہ کا خوف نہ رکھیں''۔ (۱)

تعویذ نویسی ہر کس وناکس کا کام نہیں، اس کام کیلئے صاحبِ اجازت بزرگ سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے، اگر کوئی شخص اجازت کے بغیر تعویذ نویسی کا کام کرے، یا کسی عمل کو کرنے لگے اگرچہ وہ دیگر تمام شرائط کی پابندی کرے اس کی ساری محنت رائیگاں جائے گی، یہ بھی عین ممکن ہے کہ اثر الٹا ہوجائے اور طالب دیوانہ یا مجنون ہوجائے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہر کہ گیرد پیشہ بے اوستاد
ریشخندے شد بشہر و روستا
ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل
ہمچو آں سر گشتگاں مانند ذلیل

ترجمہ: ''جو شخص استاد کے بغیر کوئی ہنر اختیار کرلیتا ہے، شہر اور دیہات میں اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے جو شخص کسی رہنما کے بغیر کعبہ شریفہ کا سفر اختیار کرتا ہے وہ سرگرداں ہونے والوں کی مانند ذلیل وخوار ہوتا ہے''۔

---

(۱) مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۲۱۵

حضرت خواجہ ء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں اس کام کیلئے کسی شیخ سے اجازت کی شرط ہونے کو حدیث پاک سے ثابت فرمایا، آپ بھی پڑھیں اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے استنباطِ مسائل کی ذہنی قوت کی داد دیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

اورادو وظائف (اور تعویذات) کی اجازت اور تاثیر کی اصل حدیث مبارک سے ثابت ہے:

ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان قبول کرنے کیلئے معجزہ کا طلبگار ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس درخت کو جا کر کہو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی تم کو بلا رہے ہیں، درخت نے یہ پیغام سن کر حرکت کی اپنی جڑوں کو زمین کی گرفت سے آزاد کرایا، اور انہیں گھسیٹتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوبارہ اپنی جگہ واپس بھیج دیا، اس سے پتہ چلا کہ تاثیر اعرابی کی بات میں نہ تھی بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے الفاظ میں تاثیر پیدا کردی تھی۔

حضرت خواجہ ء عالم رحمۃ اللہ علیہ خدمتِ خلق کے جذبہ کے تحت تعویذات عطاء فرمایا کرتے تھے، اس پر کسی طرح کا معاوضہ آپ نے کسی سے کبھی وصول نہ فرمایا۔

بے بس اور مایوس لوگوں کا سہارا

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں جو دین لے کر تشریف لائے، اس کی رو سے بے کسوں، بے بسوں، بے سہارہ لوگوں، محتاجوں، غریبوں، مسکینوں اور معاشرہ کے پسے ہوئے اور مایوس لوگوں سے ہمدردی اور ان کی خیر خواہی رب تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کا باعث اور دخولِ جنت کا ذریعہ ہے، ایسے لوگوں سے محبت اور ان کی مدد و اعانت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روزِ قیامت ساتھی ہوگا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں بھوکے پیاسے کو کھانا کھلانے، پانی پلانے، بیمار کی بیمار پرسی کو اللہ تعالیٰ کو کھانا کھلانا، پانی پلانا اور اس ذات کی عیادت کرنا قرار دیا ہے، تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ (۱)

طلوعِ اسلام کے وقت اور اس سے قبل کے جاہلی معاشرہ میں ایسے لوگوں سے انتہائی ذلت کا سلوک کیا جاتا، ان کی پسماندگی بے چارگی کا مذاق اُڑایا جاتا، لوگوں کے دل مردہ تھے اور ذہن مسخ، عزت اور وقعت کا معیار قوم و نسل، جاہ و نصب اور مال و دولت تھے، بڑا سرمایہ دار، عالی نسب کا حامل شخص اعزاز و اکرام کا استحقاق رکھتا تھا خواہ اس میں انسانیت کی بو تک نہ موجود ہو، بے بس، بے کس، نادار اور یتیم اگرچہ اعلیٰ

---

(۱) صحیح مسلم جلد۲ صفحہ ۳۱۵

اَخلاقی اوصاف کا مالک ہوتا ان کے نزدیک ذلیل وخوار تھا، نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ عالیہ اور عملی نمونوں سے اس خونخوار، اخلاق دشمن، انسانی عظمتوں سے عاری معاشرہ میں وہ انقلاب پیدا کیا جس کی مثال چشمِ عالم نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

اختصار کے پیشِ نظر یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ایک غریب اور کمزور صحابی تھے، مکہ معظمہ میں وہ اسلام لائے، کفارِ مکہ نے انہیں اس جرمِ بے گناہی پر اذیت ناک سزائیں دیں، لیکن وہ ایمان سے منحرف نہ ہوئے، استقلال کے ساتھ تمام ظلم وتشدد برداشت فرمایا، جب مدینہ منورہ میں ہجرت کی تو اس دور کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:۔

عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ كَلَامٌ فَاَغْلَظْتُ لَهٗ فِي الْقَوْلِ فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَشْكُوْ فِيَّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَجَاءَ خَالِدٌ وَّهُوَ يَشْكُوْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ يُغْلِظُ لَهٗ وَلَايَزِيْدُ اِلَّا غِلْظًا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاكِتٌ لَّايَتَكَلَّمُ فَبَكٰى عَمَّارٌ وَّقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَاتَرَاهُ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ وَقَالَ مَنْ عَادٰى عَمَّارًا عَادَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَ عَمَّارًا اَبْغَضَهُ اللّٰهُ قَالَ خَالِدٌ فَخَرَجْتُ فَمَا كَانَ شَيْئٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رِضَا عَمَّارٍ فَلَقِيْتُهٗ فَرَضِيَ. قَالَ عَبْدُاللّٰهِ سَمِعْتُهٗ مِنْ اَبِيْ مَرَّتَيْنِ.

مفہوم: "حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درمیان بات چیت ہو رہی تھی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے سختی سے بات کہی

حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کی شکایت لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے پیچھے اس وقت پہنچ گئے جب وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی شکایت کر رہے تھے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بڑھ چڑھ کر ان کو سخت سست کہا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموشی سے سب سنتے رہے، آخر کار حضرت عمار رضی اللہ عنہ رونے لگے، اور عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم کیا آپ انہیں ملاحظہ نہیں فرما رہے، اس پر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا، اور فرمایا جس نے عمار سے عداوت کی اس کا دشمن اللہ تعالیٰ ہے، اور جس نے عمار کو ناراض کیا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو میرے لئے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی خوشنودی سے بڑھ کر کوئی اور چیز محبوب نہ تھی، میں ان سے ملا اور وہ مجھ سے راضی ہو گئے"۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث اپنے والد ماجد سے دو بار سنی۔

ذرا غور فرمایئے ایک طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں، خاندانِ قریش کے ایک فرد ہیں، عالی نسب ہیں، جنگجو ہیں، دلیر ہیں، میدانِ جنگ کے اسرار و رموز سے ایسے واقف کہ اسلام لانے سے قبل اور قبولِ اسلام کے بعد کسی میدان میں ہزیمت نہ اٹھائی، ہر لڑائی میں فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے، دشمن کی صفوں پر بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہوتے، اسلام کی خاطر ایک جنگ میں کفار کے خلاف جنگ میں نو تلواریں یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھ میں ٹوٹیں، اور بارگاہِ رسالت سے سیف اللہ کے جلیل القدر خطاب کے اعزاز سے نوازے گئے، جب کہ ان کے مقابل حضرت عمار رضی اللہ عنہ

جیسے کمزور، کم حیثیت، مفلس، نادار صحابی ہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے عمار کو ناراض کیا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہے اور جس نے میرے عمار سے دشمنی کی اس کا دشمن خود خدا تعالیٰ ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اسمِ گرامی سے کون واقف نہیں، انہوں نے غلامانہ زندگی وراثت میں پائی تھی، ہوش کی آنکھ کھولی تو خود کو اسی شکنجے میں جکڑا پایا، پہلے وہ ایک مالدار عورت کی غلامی میں تھے پھر امیہ بن خلف کی ملکیت میں آئے، وہ مکہ مکرمہ کے امراء ورؤسا میں شامل تھا، تجارتی تعلقات کا جال دور دور تک پھیلا ہوا تھا، اس کے پاس درجن بھر غلام تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لحن داؤدی عطا کر رکھا تھا، وہ امیہ کے ہاں اونٹوں کی دیکھ بھال پر متعین ہوئے، ان کی مترنم اور دلکش صدا صحرائے حجاز میں گونجتی، یہی عطیہءِ الٰہیہ ان کی اسلامی زندگی کا طرۂ امتیاز قرار پایا، ایمان قبول فرمایا، مشکلات ومصائب کی دل دوز، روح سوز بھٹی میں کندن بن کر نکلے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو خریدا اور دربارِ رسالت مآب میں ہدیہ کے طور پر پیش کردیا، اسلام کا دائرہ اثر تیزی سے وسیع ہوتا گیا، آخر وہ وقت بھی آن پہنچا جب اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام پر مشتمل دس ہزار کے قدسی لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ لیکن سراپا عاجزانہ اور منکسرانہ انداز میں داخل ہوئے، ان دس ہزار صحابہ کرام میں بڑے بڑے عالی نسب، صاحبِ جاہ ومنزلت، اور مالدار شامل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک فرمایا ظہر کا وقت آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دس ہزار نفوسِ قدسیہ سے کعبہ مکرمہ کی چھت پر اذان دینے کا اعزاز حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بخشا۔

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس انتخاب کی وجہ یوں نقل فرمائی ہے:

لَمَّا حَانَتِ الظُّهْرُ اَمَرَ بِلَالًا اَنْ يُّؤَذِّنَ فَوْقَ الْكَعْبَةِ لِيَغِيْظَ الْمُشْرِكِيْنَ وَقُرَيْشٌ فَوْقَ رُؤُسِ الْجِبَالِ وَقَدْ فَرَّ جَمَاعَةٌ مِّنْ وُّجُوْهِهِمْ وَتَغَيَّبُوْا وَاَبُوْسُفْيَانَ وَعَتَّابٌ وَّخَالِدٌ اِبْنَا اُسَيْدٍ وَالْحَارِثُ بْنُ هِشَامٍ جُلُوْسٌ بِفَنَاءِ الْكَعْبَةِ. (۱)

ترجمہ: ''نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بامِ کعبہ پر کھڑے ہو کر اذان کہیں تاکہ مشرکین غیظ وغضب میں جل بھن جائیں، اس وقت وہاں کے شرفاء کہلانے والے قریش اردگرد پہاڑوں پر موجود تھے، ان کے جغادریوں کی ایک جماعت راہِ فرار اختیار کرکے روپوش ہو چکی تھی، مکہ معظمہ کے بڑے بڑے سردار ابوسفیان، عتاب بن اسید، خالد بن اسید اور حارث بن ہشام خانہ کعبہ کے صحن میں موجود تھے۔

غرور و ناز مٹ جاتا ہے جاہ و مال والوں کا
خدا ساتھی ہوا کرتا ہے استقلال والوں کا

غریب پروری اور مسکین نوازی کی ایسی مثالیں شاید ہی تاریخ کے اوراق میں کہیں اور مل سکیں۔

خواجہء عالم حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز نے اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی

---

(۱) زرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۳۴۶ مطبوعہ بیروت دار المعرفہ

زندگی کا لائحہ عمل قرار دے رکھا تھا، بے کس نوازی، غریب پروری، مظلوموں کی امداد و اعانت آپ کے سفرِ زیست کا اوڑھنا بچھونا تھا، معاشرہ کی ناہمواریوں کے پسے ہوئے افراد کی دلداری اور دل دہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فطرت میں داخل تھی، اس سلسلہ میں چند واقعات اور حقائق قارئین کی نذر ہیں:

مولانا عبدالمنان معروف بہ سائیں صاحب لیراں والے کوٹلی آزاد کشمیر کے علاقہ کے مجذوب تھے، ان کا لباس صرف سترِ شرعی تک محدود ہوتا، اکثر کپڑوں کی کترنوں کی ایک گٹھڑی اٹھائے محوِ سفر رہتے، ان کا یہ سفر کوٹلی کے علاقہ تک ہی محدود رہتا، علاقہ بھر میں ان کا کوئی رشتہ دار نہ تھا، ۱۹۶۵ء میں ہجرت کر کے مقبوضہ کشمیر سے یہاں وارد ہوئے تھے، اپنی کیفیتِ جذب میں مگن رہتے، مخلوق سے کوئی تعلق نہ تھا، زندگی کے ابتدائی دور میں علمِ دین حاصل کیا، اور اہلِ حدیث مسلک پر تھے، درس و تدریس اور وعظ بھی اس دور کے مشاغل تھے، کسی صاحبِ حال کی نذر سے وادی قال سے نکل کر وادی حال میں داخل ہوئے، اور یہ سب کچھ قصہ پارینہ بن گیا، جذب کے باوجود آپ نے کبھی دیوانگی کا مظاہرہ نہ کیا، وہ دنیوی اعتبار سے بالکل بے سہارا تھے، حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم سے فرما رکھا تھا کہ سائیں صاحب اگر کچھ کھانا چاہیں تو انہیں دے دیا کرو، وہ دربار شریف سے کھانا کھا لیا کرتے اور چائے بھی پی لیا کرتے تھے، ایک دن انہوں نے چاول کھانے کی خواہش کا اظہار کیا وہ آپ کو مہیا کئے گئے اور انہوں نے کھائے۔

۵ فروری ۱۹۸۸ء/۱۶ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ جمعہ کے دن سحری کے وقت سائیں صاحب کا انتقال ہو گیا، حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سحری کے وقت اس حادثہ کا علم ہوا، آپ کے ارشاد

کے مطابق ان کے جسد خاکی کو حاجی عبدالکریم صاحب کے گھر لایا گیا، پھر وہاں سے خانقاہِ فتحیہ میں منتقل کیا گیا، ان کی تجہیز و تکفین کیلئے حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ درجہ کا اہتمام فرمایا جس سے آپ کی بے کس نوازی اور بے بس پروری کی صفت کا نمایاں اظہار ہوتا ہے، درج ذیل حضرات نے آپ کے غسل میں شرکت کی۔

۱...... حضرت خواجہ محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

۲...... صاحبزادہ محمد معصوم صاحب

۳...... صاحبزادہ حسنات احمد صاحب

۴...... حافظ منظر مسعود صاحب

۵...... مولانا اکبر حسین صاحب

۶...... حافظ عبدالمتین صاحب

۷...... حافظ محمد اجمل صاحب

۸...... مولانا محمد علی صاحب گلہاروی

۹...... ملک رحیم داد صاحب

۱۰...... حاجی دل محمد صاحب ارناہ والے

۱۱...... حافظ عبدالغفور صاحب ارناہ والے

۱۲...... قاری محمد دین صاحب

غسل اور تکفین کے بعد آپ کے جسدِ خاکی کو دیدارِ عام کیلئے رکھا گیا، احبابِ طریقت کی کثیر تعداد نے زیارت کی، لاتعداد مرتبہ درود شریف، کلمہ طیبہ پڑھا گیا، بعض احباب نے قرآنِ مجید کی تلاوت کی، نمازِ جمعہ کے بعد ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، حضرت خواجہء

عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بنفس نفیس امامت کرائی، جنازہ کے شرکاء کی تعداد ہزاروں پر مشتمل تھی، جنازہ کے بعد دوبارہ دیدارِ عام کرایا گیا، پھر جلوس کی صورت میں آپ کی میت کو تدفین کیلئے حواریاں مسجد کے قریب دفن کیلئے لایا گیا، بعض بلند آواز سے کلمہء طیبہ کا ورد کر رہے تھے، بعض آہستہ آواز سے کلمہ طیبہ پڑھ رہے تھے، سائیں صاحب مرحوم کو دیودار (دیار) کی لکڑی کے تابوت میں رکھ کر عشاء کی نماز سے پہلے پونے سات بجے سپردِ خاک کیا گیا، حضرت پیر خواجہ محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم العالیہ، صاحبزادہ محمد معصوم صاحب، حافظ عبدالغفور صاحب اور استاد غلام حسین صاحب دفن کی تکمیل تک وہاں موجود رہے، سائیں صاحب مرحوم کا اعزاز واکرام صرف یہاں تک ملحوظ نہ رکھا گیا بلکہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق ہر جمعہ کو درس شریف حویلی کے طلبہ مزار پر قرآن کریم پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں، علاوہ ازیں ہر سال ان کا عرس منعقد کیا جاتا ہے۔

سائیں صاحب مرحوم کے سامان یعنی کترنوں کی گٹھڑیوں سے ایک ہزار آٹھ سو چوہتر روپے پینسٹھ پیسے برآمد ہوئے، جوان کے بہنوئی کے نام منی آرڈر کر دیئے گئے، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مزار پر چار پہلو والا گنبد تعمیر کرایا، جس پر چونسٹھ ہزار نو سو پچیس روپے خرچ آئے، یہ تمام اخراجات دربار شریف کی طرف سے ادا کئے گئے، کئی افراد نے اس میں حصہ ڈالنے کی پیش کش کی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ فرمائی۔

کرم بالائے کرم یہ کہ اگرچہ سائیں صاحب مرحوم پر جذب کی کیفیت طاری تھی، وہ شرعی تکالیف کے مکلف نہ تھے، لیکن حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جذبہء کرم

وشفقت نے ۱۹۹۰ء میں مولوی سخی محمد صاحب ساکن جنجوڑہ کو سائیں صاحب کے حج بدل کیلئے روانہ فرمایا۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار شریف میں حاضر تھا، ایک صاحب کو وہاں دیکھا جو انتہائی لاغر اور کمزور تھے، صحیح طرز سے چل پھر بھی نہیں سکتے تھے، مجھے محسوس ہوا کہ وہ بے سہارا ہیں اور کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں ہے، میں نے ان کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر انہیں دبانا شروع کر دیا، انہوں نے چپ کا روزہ رکھا ہوا تھا، یہ میاں محمد علی جمالی فریدی تھے، جو آستانہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ نظامیہ مینار والا پاک پتن کے میاں چراغ دین صاحب سے وابستہ تھے، بعد میں وہ صحت یاب ہو گئے، اس وقت حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لینڈ روور تھی، وہ اسی لینڈ روور پر خانقاہِ سلطانیہ جہلم بھی آئے، عرصہ تک دربارِ عالیہ میں حاضری دیتے رہے۔

ضلع کوٹلی میں جیل کا باقاعدہ آغاز ۱۹۹۰ء میں ہوا، اس سے پہلے بھی حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر کھانا بھیجا گیا، ۱۹۹۰ء میں جیل کے اندر قیدیوں کی تعداد ۸۳ تھی، اور ان کی حفاظت اور نگرانی پر مقرر عملہ ۲۲ افراد پر مشتمل تھا، قیدیوں کو کھانا دینے کیلئے پہلے جیل کے داروغہ سے باقاعدہ اجازت لی گئی کہ انہیں شام کا کھانا اس طرح دینا چاہتے ہیں کہ جیل کے معمولات میں خلل نہ پڑے، چنانچہ اس کے کہنے کے مطابق ایک سو پانچ افراد (قیدی بشمول عملہ) کے لئے کھانا پانچ بجے شام کو پہنچا دیا گیا کیوں کہ کھانے سے فراغت کے بعد ساڑھے پانچ بجے قیدیوں کو ان کی کوٹھریوں میں منتقل کیا جانا تھا، کھانا چھوٹے گوشت کے پلاؤ اور زردہ پر مشتمل تھا، اس طرح اللہ پاک

کے کرم نے حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اس آیت مبارکہ کا مظہر بنایا:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا. ①

ترجمہ: نیک لوگ محض اللہ تعالیٰ کی محبت کے باعث غریب، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

بابا باسو، جن کا نام عباس علی تھا ایک بے سہارا انسان تھے، وہ بینسی برادری سے تعلق رکھتے تھے، عرصہ تک دربارِ عالیہ چنچیاں شریف قیام رکھا، اور حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی شفقتوں سے متمتع ہوئے، جلال پور شریف کے پیر سید حیدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ تھے، عمر رسیدہ ہونے کے باعث آنکھوں میں نزول الماء کے باعث معذور ہوگئے، اس پر مستزاد یہ کہ کانوں سے بھی بہرے ہوگئے، دربار شریف کے علاوہ ان کا کوئی سہارا نہ تھا، حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی آنکھوں کے آپریشن کا خیال تھا، اتفاق سے کوئی خادم فارغ نہ تھا جو آپریشن کی حالت میں ان کی تیمارداری کر سکے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کمالِ کرم سے ان کی آپریشن کے دوران خود تیمارداری کا فیصلہ فرمالیا، ان کے ساتھ خاندان کے ایک بابا صاحب جن کا نام کرم الٰہی تھا، ان کی آنکھ بھی آپریشن کیلئے موزوں ہو چکی تھی، آپ ان دونوں کو ساتھ لے کر گوجر خان آپریشن کیلئے لے گئے، آپریشن ہوا، بابا باسو صاحب نے پہلے روز ہی پٹی کھول دی، جب ڈاکٹر معائنہ پر آیا تو کہنے لگا انہوں نے یہ مصیبت اپنے ہاتھوں سے اپنے سر لی ہے، آپریشن کے بعد حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے ان کو چالیس دن تک دربارِ عالیہ میں الگ کمرہ میں رکھا، دیسی گھی استعمال کرایا اور اس طرح ان کی نظر بحال ہوئی، حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا اور حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتوں کے باعث وہ معذور افراد دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے۔

---

① الدھر، ۸

جناب لطف الرحمٰن مغربی بنگال (ہندوستان) کے ضلع مرشد آباد کے باشندے تھے، بظاہر تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے، وہ ہندوستان سے تبلیغی طائفہ کے ساتھ پاکستان وارد ہوئے، لاہور آئے وہاں مولانا عطاء الرحمٰن سے ملے، اور آزاد کشمیر کے دورے کی خواہش ظاہر کی، اس طرح وہ لاہور سے چل کر کوٹلی پہنچے، اور تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے مولانا محمد شفیع صاحب سے ملاقات کا ارادہ تھا، وہ خانقاہِ فتحیہ گلہار شریف پہنچے، مناسب سمجھا گیا کہ ان کو تبلیغی جماعت کے مقامی امیر ڈاکٹر صدیقی صاحب تک پہنچا دیا گیا، وہاں پہنچے تو انہوں نے بے رخی کا مظاہرہ کیا، کوئی آؤ بھگت نہ کی، پھر انہیں خلفائے راشدین مسجد کے امام صاحب کے پاس پہنچایا گیا، انہوں نے بھی کوئی دلچسپی نہ لی، ظہر کے وقت وہ بے نیل ومرام دربار خانقاہِ فتحیہ گلہار شریف پہنچے، وہ بالکل بے سہارا تھے، ان کے ہم مسلک ان سے منہ موڑ چکے تھے، کوئی ان کو اپنے پاس ٹھہرانے پر آمادہ نہ تھا، اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ بنگالی تھے اور مقامی زبان سے نابلد تھے۔

حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی کس مپرسی کا علم ہوا تو آپ نے ان کو پیغام بھیجا، اب آپ ہمارے مہمان ہیں، آپ جتنے دن چاہیں ہم آپ کو بطورِ مہمان رکھنے کیلئے تیار ہیں، اور یہاں قیام کر سکتے ہیں، اتفاق سے حاجی عبدالرشید ضلع کھلنا بنگلہ دیش کے صاحبزادے محمد عبدالقیوم صاحب یہاں موجود تھے، ان کی والدہ بنگالی خاتون ہیں اس لئے وہ بنگلہ زبان سے واقف ہیں، اس طرح دربار شریف میں ان کو اپنا ہم زبان میسر آگیا، انہوں نے خانقاہِ عالیہ میں چند روز تک قیام کیا اور ۷ اگست ۱۹۹۰ء بروز بدھ واپس ہوئے، دربار شریف کی طرف سے انہیں تحائف دے کر اعزاز سے رخصت کیا گیا، اپنے قیام کے دوران انہوں نے دربار شریف کے زیر اہتمام

متعدد مساجد کی زیارت بھی کی۔

اگر کسی نادار، مظلوم اور بے کس کی عملی مدد و اعانت ممکن نہ ہوئی تو حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایسے موثر اور دل نشین انداز سے اس کے ساتھ اظہارِ ہمدردی فرماتے کہ متاثرہ انسان مطمئن ہو جاتا، اور اس سلسلہ میں بڑی کوشش فرماتے کہ اس کا غم کسی طرح سے غلط ہو جائے، اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

رجور بانڈی کے مستری محمد عالم صاحب نے اپنی مملوکہ زمین میں رہائشی مکان بنانے کا ارادہ کیا، اور تعمیر شروع کر دی، بعض رشتہ داروں نے انہیں تنگ کرنا شروع کر دیا، جب دیواریں آدھی بلندی تک پہنچ چکیں تو انہوں نے کچہری سے حکم امتناعی حاصل کر لیا، مستری صاحب نے دستی رقعہ کے ذریعہ اپنی آپ بیتی حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی، اور دعا کی درخواست کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مستری صاحب کو زبانی پیغام بھجوایا کہ آپ صبر کا دامن تھامیں رکھیں، کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کریں، فریق مخالف جو کرتا ہے کرتا رہے آپ صبر کو اپنائے رکھیں، سب سے بڑا سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہ خود فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ (اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے، اس سے بڑھ کر کوئی اور کامیابی نہیں ہو سکتی۔

ایک دن ایک بی بی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رقعہ بھیجا جس میں تحریر تھا کہ میرا خاوند عرصہ گیارہ سال سے بیرونِ ملک گیا ہوا ہے، اس نے ہر قسم کا رابطہ مجھ سے منقطع کر رکھا ہے، نان و نفقہ سے بھی تنگ ہوں، دعا کی جائے۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب میں ارشاد فرمایا:

''ہم خود اللہ تعالیٰ کے عاجز اور مسکین بندے ہیں، ہر کسی کو یہی مشورہ دیتے ہیں کہ نماز کی پابندی کرو، خدا کا در مضبوطی سے تھامو، بزرگوں نے ہمیں یہی تلقین کی ہے کہ ہر آن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو، ایسا کرنے سے وہ ذات پردۂ غیب سے اسباب مہیا کر دیتی ہے، آپ آیہ کریمہ کا ورد رکھیں، اس وظیفہ کی تائید قرآنِ مجید، احادیثِ مبارکہ اور مشائخ کرام کے عمل سے ہوتی ہے۔''

ایک شخص نے اپنے اوپر روا رکھے گئے ظلم وتعدی کی داستان بذریعہ خط آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیان کی، آپ نے اسے تسلی وتشفی دیتے ہوئے جوابی خط میں لکھوایا:

''خط ملا، بڑی دل خراش داستان ہے، بندہ کی طبیعت پر گہرا اثر ہوا، انسان اللہ کا شاہکار ہے، ارفع و اعلیٰ مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے، اس طرح انسانی زندگی کا زیاں طبیعت پر گراں گزرتا ہے، ان معمولات میں بندہ کی طبیعت بہت کمزور واقع ہوئی ہے، آپ نے اپنے پہلے خط کا حوالہ دیا، بندہ کو کوئی ایسا خط یاد نہیں پڑتا جو آپ کی جانب سے آیا ہو، ہوسکتا ہے آیا ہو اور بندہ بھول گیا ہو۔

بندہ کے ہاں واقف ناواقف سب برابر ہیں، بندہ کے تعلقات کی بنیاد للّٰہیت پر ہے، جہاں اپنے پرائے کی تمیز نہیں ہوتی، اور نہ ہی دنیوی غرض کسی سے وابستہ ہوتی ہے، عرصہ سے تعلقات کا سلسلہ بھی منقطع ہے، جو آئے بندہ حق کیلئے دعا کرتا ہے۔

بندہ اس واقعہ کے پس منظر اور آپ کے تعلقات کی نوعیت سے بھی ناواقف ہے، اور نہ ہی بندہ نے کسی کے حالات اور معاملات جاننے کی کوشش کی، کیوں کہ عاجز خود اپنے انجام کی فکر میں ہے، اصل حقیقت سے اللہ تعالیٰ کی ذات واقف ہے یا آپ حضرات۔

ظلم اور زیادتی اللہ کو ہرگز پسند نہیں، بندہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو اپنے انجامِ بد تک پہنچائے، اور مظلوم کی ڈھارس بندھائے، اگر ظالم دنیوی احتساب کی نگاہ سے بچ جائے تو تب اس احکم الحاکمین کے محاسبے اور مواخذے سے نہیں بچ سکتا، اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھیں جس کی نگاہ سے کائنات کا ذرہ بھی پوشیدہ نہیں، بندہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مستقبل کو خوش گوار بنائے اور پریشان کن حالات سے محفوظ رکھے۔آمین"۔ (۱)

ایک اور مکتوب شریف میں آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ ستم رسیدہ اور مظلوم کا خاکہ اڑایا جائے، ہوسکتا ہے کہ اس کی نجات ہوجائے اور وبال دوسرے پر پڑے"۔ (۲)

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز بعض مقروض سنگیوں کو قرض خواہوں کی گرفت اور افتاد سے بچانے کیلئے مالی امداد کیا کرتے تھے، اسی طرح بعض سفید پوش احبابِ طریقت کو مکان کی تعمیر اور شادی بیاہ کے سلسلہ میں مالی اعانت فرماتے، لیکن یہ کام اتنی رازداری اور پوشیدہ انداز میں کرتے کہ اس کا عام چرچا نہ ہو، اور سنگی کی عزتِ نفس مجروح نہ ہونے پائے۔

خانقاہِ عالیہ فتحیہ گلہار شریف کے زیرِ اہتمام ۳ جون ۲۰۰۱ء کو آنکھوں کے ہسپتال کا افتتاح ہوا، اس موقعہ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"بندہ نے اپنے معمول کے کاموں سے ہٹ کر آنکھوں کا ہسپتال بنوایا، اب اس کی کامیابی کا انحصار اس سے وابستہ افراد کے اِخلاص اور اللہ تعالیٰ کی تائید پر ہے،

---

(۱) ذکرِ صادق صفحہ ۸۴،۸۲ (۲) ذکرِ صادق صفحہ ۸۶

بندہ نے اسے کسی مالی منفعت کی غرض سے نہیں کیا، بلکہ حاجت مندوں محتاجوں اور غریبوں کوایک سہولت پہنچانے کا جذبہ اس کی پشت پر کارفرما ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں سینکڑوں افراد کا اس ہسپتال سے مفت علاج ہوا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو یہ صدقہ جاریہ باقی رہے گا۔

بابا حسن محمد معروف بہ بابا حسینا مستری نکیال کے شب زندہ دار ایک معمر آدمی تھے، آنکھوں میں موتیا اترنے کے باعث نظر سے معذور ہوئے، ان کا بیٹا اور نواسہ خانقاہِ فتحیہ میں حاضر ہوئے اور آپریشن کی اجازت طلب کی، آپ نے انہیں ٹیکسلا آپریشن کرانے کا فرمایا، وہ آپ کے ارشاد کے مطابق ٹیکسلا پہنچے، دوسرے روز خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں آپریشن کیلئے داخل ہوئے، اتفاقاً کی بات کہ ۱۰ مئی کو جب ان کی دوسری آنکھ کے آپریشن کی تیاری تھی اچانک وہ فوت ہوگئے، ان کا بیٹا اور نواسہ اس ہنگامی مصیبت کیلئے ذہنی طور پر تیار نہ تھے، حضرت خواجۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو صورتِ حال کا پتہ چلا تو آپ ان کو دو ہزار روپے عطا فرمائے تاکہ وہ میت کو گھر تک لے جاسکیں، اور کوٹلی پروفیسر اکبر داد صاحب کو بذریعہ فون پیغام بھیجا کہ بابا صاحب کی میت پہنچنے سے پہلے کفن اور غسل کا انتظام مکمل کرلیں، دربار شریف میں ان کو غسل دیں، اور پیر محمد زاہد صاحب ان کا جنازہ پڑھائیں اور وہاں سے پورے احترام کے ساتھ ان کو نکیال کیلئے رخصت کریں، ٹیکسلا سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نور محمد صاحب اور حافظ عبدالغفور صاحب کو میت کے ساتھ روانہ فرمادیا۔

ذوقِ مزاح

جذبات سے الگ انسانیت کا تصور محال ہے، دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں، حضور نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس جذبات کے بہترین اعتدال کا نمونہ تھی، آپ بہت حساس طبیعت کے مالک تھے، خوشی کے موقعہ پر خوشی اور غم کے موقعہ پر اظہارِ رنج وغم کا انداز بہترین تھا، آپ خندہ روئی سے متصف تھے، بلکہ اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

تَبَسُّمُکَ فِیْ وَجْهِ اَخِیْکَ لَکَ صَدَقَةٌ. (۱)

ترجمہ: ’’اپنے مسلمان بھائی کے سامنے تیرا مسکراتے ہوئے آنا بھی صدقہ ہے‘‘۔

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا حال سیرتِ طیبہ کی کتب میں یوں محفوظ ہے:

کَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاسِطُ اَصْحَابَهٗ بِمَا يُوْلَجُ حُبُّهٗ فِی الْقُلُوْبِ. (۲)

ترجمہ: ’’آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام سے اندازِ مزاح سے پیش آتے جس کے باعث آپ کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس جاتی‘‘۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اوقات اپنی مجالس شریفہ میں دل لگی اور مزاح کی گفتگو فرماتے جس سے مجلس میں شگفتگی کی فضا پیدا ہوجاتی، مگر ان میں توازن اور اعتدال

---

(۱) ترمذی حدیث رقم ۱۹۶۳

(۲) المواهب اللدنیه مع شرح الزرقانی جلد ۴ صفحه ۲۷۱ مطبوعه بیروت دار المعرفه

سے کبھی تجاوز نہ ہوتا، یہ آٹے میں نمک کے برابر ہوتا، اور اس میں بھی خلافِ واقعہ کوئی بات شامل نہ ہوتی، کھل کر قہقہ کی نوبت نہ آتی، اکثر گلوں کا سا تبسم ہوتا جس سے سفید روشن دندان مبارک بارش کے اولوں کی مانند نظر آنے لگتے، اس سے بڑھ کر کبھی کبھی ڈاڑھوں کی جڑیں دکھائی دینے لگتیں جس سے غم غلط ہو جاتے، دلوں کی کلیاں کھل جاتیں، اور ماحول میں خوشی اور تازگی کی لہر دوڑ جاتی۔

محدثین کرام اور سیرت نگار حضرات نے اپنی تصانیف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبسم مبارک کی کیفیت اور صحابہ کرام سے آپ کے مزاح کے بارے مستقل عنوانات قائم کیے ہیں۔

خواجہء عالم سیدی مرشدی قدس سرہ العزیز کی حیاتِ مبارکہ سیرتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینہ دار تھی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پورے حسن وجمال سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارک سے عیاں تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ سنتِ نبوی کے مطابق ہر کسی سے خندہ روئی سے پیش آتے، اسی کے باعث جو آپ سے ملتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا، آپ کی ہنسی کبھی تبسم اور ضحک سے متجاوز نہ ہوتی، کبھی کبھی ہنسی پر قابو پانے کیلئے آپ اپنی ریش مبارک کے بال دانتوں میں دبا لیا کرتے تھے، وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خوش طبعی کا نقطہء عروج ہوتا، اس وقت مجلس مبارک کشتِ زعفران کا نمونہ ہوتی تھی۔

ذیل میں حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کے مزاح کے بارے میں چند واقعات درج ہیں انہیں پڑھیں، آپ کو اندازہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس قدر پر لطف اور حسین مزاح کا سلیقہ عطا فرما رکھا تھا۔

مولوی محمد شفیع صاحب حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کے بااخلاص سنگیوں میں سے ہیں، وہ ویگن چلا کر اپنے خاندان کا پیٹ پالتے ہیں، ایک دفعہ انہوں نے ویگن

فروخت کر دی اور کچھ عرصہ تک متبادل ویگن نہ خرید سکے، ایک دفعہ وہ آپ کی مجلس میں حاضر تھے، صاحبزادہ محمد معروف صاحب اور قاری محمد بشیر صاحب بھی موجود تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے عرض کی کہ ابھی تک نئی ویگن حاصل نہیں ہو سکی، آپ ازراہِ مزاح فرمانے لگے کہ پہلے زمانہ میں بہت کم لوگوں کو پہننے کو جوتا میسر آتا تھا، ایک صاحب کو مدت کے بعد جوتا ملا، وہ اسے پہن کر کسی شادی کی تقریب میں شریک ہوا، کسی نے ازراہِ شرارت اس کا جوتا چھپا لیا، اس نے بہت تلاش کی لیکن بے سود، بڑا پریشان ہوا، ساتھیوں میں سے کسی نے اسے تسلی دی، خاطر جمع رکھو، کسی نے دل لگی کیلئے چھپا رکھا ہو گا، آخر مل ہی جائے گا، جوتے کا مالک سن کر کہنے لگا میرا جوتا یہ لوگ تب دیں گے جب میں کہیں چھلانگ لگا دوں گا، اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان کو بھی ابھی تک ویگن نہیں مل سکی، یہ بھی کہیں چھلانگ نہ لگا دیں، پھر فرمایا لوگوں کو ویگن چلاتے ہوئے دیکھ کر یہ جوش تو کھاتے ہوں گے، کوئی شخص کسی کام میں عرصہ تک مصروف رہے پھر وہ چھوٹ جائے تو جہاں اسے وہ کام کرتا ہوا نظر آئے اسے خیال تو آتا ہی ہے۔

قاری محمد بشیر صاحب عرصہ دراز تک شدید علیل رہے، صحت بحال ہونے کی بظاہر اُمید نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا جب صحت بحال ہوئی تو بے حد کمزور تھے، جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ہر روز سیر کرنے کو فرمایا، ایک دن قاری صاحب سیر سے واپس آئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی تو آپ انہیں دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور ازراہِ مزاح فرمانے لگے اب تو یہ بڑا پہلوان بن گیا ہے، سیر کو جاتا ہے اور تھکتا بھی نہیں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسجد کا نقشہ کاغذ پر تیار فرمایا اور اسے صوفی عدالت خان

صاحب کے حوالے کر کے تاکید فرمائی کہ اسے سنبھال کر رکھنا، کہیں گم نہ ہونے پائے ہمارا دارومدار کاغذوں پر ہے، اگر گم ہو گیا تو ہمارا معاملہ صحرانشین کی طرح ہوگا، جس کا واقعہ یوں ہے کہ قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ اپنے مصاحبوں سمیت شکار کو نکلا، اس زمانہ کا دستور تھا کہ شکار جس کے سامنے سے نکلتا وہی اس کا تعاقب کر کے اسے شکار کیا کرتا تھا، اتفاق سے شکار بادشاہ کے سامنے سے نمودار ہوا اس نے اس کا تعاقب شروع کر دیا، شکار نے بھاگتے بھاگتے صحرا کا رخ کیا، بہت تگ و دو کی لیکن شکار ہاتھ نہ آیا، بادشاہ کا تھکن اور پیاس سے بُرا حال تھا، دور اسے ایک خیمہ نظر آیا، وہ پانی کی طلب میں وہاں پہنچا، صحرانشین نے اسے پینے کیلئے پانی دیا اور آؤ بھگت کی، بادشاہ اس سے خوش ہوا اور اسے کہا کاغذ لاؤ میں تمہیں انعامات کی دستاویز لکھوا دوں، مگر وہ تو صحرا تھا کاغذ کہاں سے ملتا، بادشاہ نے کہا کسی درخت کا پتہ ہی لے آؤ میں اسی پر لکھ دیتا ہوں، بادشاہ نے ایک درخت کا پتہ لیا اور اس پر نو دیہات کی آمدنی اور گھوڑا انعام لکھ دیا، اور اسے کہا کل آکر ہمارے خزانہ سے وصول کر لینا، رات کو وہ صحرانشین پتہ سرہانے رکھ کر سو گیا، اتفاق سے اس کی چارپائی کے سرہانے ایک بکری بندھی ہوئی تھی، رات کو وہ پتہ کھا گئی، صبح ہوئی صحرانشین خزانچی کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگا، روانگی کے وقت پتہ تلاش کیا، اسے نہ ملنا تھا نہ ملا، اس پر اس نے واویلا شروع کر دیا، اپنی قسمت پر رونے لگا، اردگرد کے لوگ اس کا واویلا سن کر آئے اور وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا کیا بتاؤں میری بکری نو دیہات کی آمدنی اور گھوڑا کھا گئی ہے، تفتیش کے بعد ان پر صحیح صورت حال واضح ہوئی، پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے ایسا نہ ہو کہ کاغذ گم کر دو اور ہمیں اس صحرانشین کا سا معاملہ پیش آئے۔

قاری محمد بشیر صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن نمازِ اشراق کے بعد حاجی زمان علی مرحوم کا پیغام لے کر اندر حجرہ میں حاضر ہوا، اور عرض کی حاجی صاحب کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں اس پر ازراہِ مزاح فرمایا ہاں! صاحب کو عرض پیش کرو۔

ایک روز سنگیوں کو باہر کھانا کھلانے کی بات چلی تو کسی حاضرِ خدمت سنگی نے عرض کی کہ سالن پیالیوں میں ڈالا جا چکا ہے اور ان کی باہر ترسیل جاری ہے، اس پر آپ نے فرمایا دوبارہ جاؤ، دیکھ کر آؤ، کہیں نابینا والا معاملہ نہ ہو، جس کی آپ بیتی یوں ہے کہ کسی شخص نے ایک نابینا کی دعوت کی، اسے اپنے گھر کے قریب مسجد میں ٹھہرایا اور کہا آپ یہاں انتظار کریں میں گھر سے کھانا لے کر آتا ہوں، وہ بے چارہ مسجد میں کھانے کے انتظار میں بیٹھ گیا، وہ آدمی گھر جا کر بھول گیا کہ میں حافظ صاحب کو کھانے کیلئے مسجد میں بٹھا آیا ہوں، مسجد کے قریب ایک گدھی بندھی ہوئی تھی، گرمی کا موسم تھا، مچھر کثرت سے تھے، جب وہ اس گدھی پر حملہ کرتے تو وہ زور سے اپنا سر ہلاتی جس سے اس کے کان زور زور سے اس کے سر اور منہ پر بجتے، اور ان کے بجنے سے اس طرح کی آواز آتی جیسے روٹی پکاتے وقت آتی ہے، ساری رات حافظ صاحب کو تھپ تھپ کی آواز سنائی دیتی رہی، اور وہ انتظار کرتے رہے کہ ابھی کھانا آتا ہے، لیکن وہ بھوکے کے بھوکے ہی رہے، یہاں بھی وہی معاملہ نہ ہو۔

پھر فرمایا اسی طرح ایک اور نابینا کہیں امامت کراتے تھے، ایک دن ان کے کسی شاگرد نے کہا استاد جی! میری والدہ صاحبہ نے آپ کو کھانے پر بلایا ہے، اور اس بچے کے ساتھ ان کے گھر گئے، تو عورت نے ان کو آٹا نہ ہونے کا کہہ کر چکی چلانے پر لگا دیا، کافی دیر تک آٹا پیسنے کے بعد کھانا ملا، کچھ دن گزرے کہ اسی شاگرد نے دوبارہ اپنی والدہ

کا پیغام حافظ صاحب کو دیا کہ آپ کو کھانے پر بلاتی ہیں، تو حافظ صاحب بے ساختہ بول اُٹھے آٹا ختم ہو گیا ہو گا۔

مولانا سخی محمد پیامی مرحوم بذلہ سنج طبیعت کے مالک تھے، گولڑہ شریف حضرت بابو جی خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، لیکن وہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں التزام کے ساتھ حاضری دیا کرتے تھے، کہا کرتے تھے کہ حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ مجھے دیکھتے ہی مسکرانے لگتے، اور بڑی محبت سے مجھ سے گفتگو فرماتے انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن بھری مجلس میں میں نے عرض کیا جناب! میں آپ کی خدمت میں جوانی کے دور کا گھوڑ سواری کا واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق آپ سے بھی ہے، تو حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سناؤ، تو میں نے عرض کی کہ جناب! اس وقت آپ جھنڈاہ میں دین محمد مرحوم والی مسجد میں قیام پذیر تھے، آپ کے پاس ایک خوب فربہ گھوڑا تھا، آپ نے اہلِ مجلس سے فرمایا کہ مولوی صاحب بہت بڑے سوار ہیں، یہ اس گھوڑے پر سواری کریں گے، مجھے فرمایا اسے خوب دوڑاؤ اور دیکھو کیسا دوڑتا ہے، اس پر زین نہ تھی، آپ نے اس پر ایک پلانا سا ڈال دیا، وہ بہت فربہ تھا، میرا قد 5 فٹ 4 انچ تھا، میں اس پر سوار ہوا لیکن اس کی فربہی کے باعث اس پر جم کر نہ بیٹھ سکا، ٹانگوں سے مضبوط گرفت نہ ہو سکی بلکہ وہ اوپر ہی اٹھی رہیں، جب میں بیٹھ گیا میں نے اپنے سر پر طرے دار پگڑی پہن رکھی تھی، جب وہ زیادہ اچھلا کودا تو میں زمین پر گر پڑا اور میری پگڑی اس کی اچھل کود کے باعث دوسری جانب گر پڑی، حاضرین نے جب مجھے اس حال میں دیکھا تو ہنسنے لگے، اور خوب تماشا بنا، آپ دوڑ کر میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا چوٹ تو نہیں لگی، میں نے ازراہِ مزاح عرض کی چوٹ تو کوئی نہیں لیکن آپ نقشبندیوں نے مجھ غریب چشتی کو گرا کر تماشا بنا دیا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ سن کر ہنسنے لگے اور حاضرین بھی خوب محظوظ ہوئے، مولانا سخی محمد پیامی صاحب نے عرض کی واقعہ عرض کرنے کا میرا مقصد آپ کو خوش کرنا تھا۔

حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پوٹھہ بنگش کا ایک سادہ لوح شخص گھر سے ناراض ہوکر چل پڑا، پیدل ہل بگام کے راستہ گوجر خان ریلوے اسٹیشن پر پہنچا، اور ٹکٹ خریدنے کی کھڑکی کے سامنے آیا اسٹیشن ماسٹر نے پوچھا آپ کہاں کا ٹکٹ لیں گے اس نے جواب دیا بادشاہو! تسیں آپ سیانے ہو جتھے دا دیسو لے لیساں، یہ واقعہ آپ نے اس وقت سنایا جب ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور گاؤں میں مسجد بنوانے کی درخواست کی، آپ نے اس سے دریافت فرمایا کیسی اور کتنی بڑی مسجد آپ بنوانا چاہتے ہیں تو اس نے جواب میں عرض کی جیسی آپ کی مرضی ہے ویسی مسجد بنوادیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک دفعہ ایک قاری صاحب دربارِ عالیہ چیچیاں شریف آئے، انہیں اپنے فن قرأت پر ناز تھا، کسی دوسرے امام کی قرأت پسند نہ کرتے تھے، اتفاق سے رمضان المبارک تھا، ہم نے ان کو عشاء کی نماز پڑھانے کیلئے کہا، انہوں نے تجوید سے ٹھہر ٹھہر کر فرض نماز پڑھائی، نمازی دن بھر کی مزدوری اور کام کاج کے باعث تھکے ہوئے تھے، اکتا گئے، ان کا مطالبہ ہوا کہ قاری صاحب تراویح کی نماز نہ پڑھائیں بلکہ پہلے مقرر امام صاحب ہی پڑھائیں، لہٰذا تراویح کی نماز تو مقرر شدہ امام صاحب نے پڑھائی جب وتر پڑھانے کی باری آئی تو قاری صاحب کو موقعہ دیا گیا، وہ دعائے قنوت پڑھنا بھول گئے، بعد میں نمازیوں نے پوچھا آپ نے دعائے قنوت کیوں نہیں پڑھی تو قاری صاحب کا جواب تھا، تہاڈیاں تاولاں پچھے۔ (یعنی تمہاری جلد بازی کے باعث مجھ سے دعائے قنوت چھوٹ گئی)۔

درج بالا واقعہ حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز نے اس وقت سنایا جب نکہ کڑتی یونیورسٹی والی مسجد کے تین گنبدوں کی تعمیر پر غور ہو رہا تھا، مستری محمد شریف صاحب کا کہنا تھا کہ اردگرد کے دو گنبد درمیانی گنبد کے چوکوں تک اونچے ہونے چاہیں، جب کہ مستری عبدالرزاق صاحب کا کہنا تھا کہ ان دونوں کی اونچائی درمیانی گنبد کے مور پنکھ تک ہونا ضروری ہے ورنہ ان کا حسنِ تناسب برقرار نہ رہ سکے گا، جواب میں مستری محمد شریف صاحب کا کہنا تھا کہ میری اس تجویز پر عمل سے پچاس ہزار اینٹوں کی بچت ہوگی، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں موقف سماعت فرمائے تو فرمایا اخراجات مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، مستری عبدالرزاق صاحب، مستری محمد شریف سے بالمشافہ بات کریں اور انہیں یہ واقعہ سنائیں اور کہیں کہ کہیں پچاس ہزار اینٹ کی بچت کے عوض دعائے قنوت رہ جانے والا معاملہ نہ بن جائے۔

بابو دین محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کے بڑے بااِخلاص اور جانثار سنگی گلہار شریف حاضر ہوتے تو آپ انہیں کافی دن اپنے ہاں ٹھہراتے ایک دفعہ وہ کچھ دن گلہار شریف ٹھہر کر واپس اپنے گھر لاہور پہنچے تو ٹیلی فون پر اپنے خیریت سے گھر پہنچنے کی اطلاع دی، اور مزید عرض کی کہ میرا دل تو آنے کو نہیں چاہتا تھا لیکن میری اہلیہ پاگل سی ہے، جب کچھ دن رہوں تو سوچتی ہے کہ شاید وہاں جا کر بیمار ہو گیا ہے اس لئے نہیں آیا، یہ پیغام سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے بیویاں تو سب کی پاگل ہی ہوتی ہیں۔

۱۶ اگست ۲۰۰۷ء کو جناب ڈاکٹر محمد اکرم صاحب حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آپ کے حجرہ میں تھے، ان کا بیان ہے کہ اس وقت موجود دربان حافظ محمد عجائب صاحب اندر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ باہر جناب منیر حسین صاحب مجددی بیٹھے ہیں،

ان کے صاحبزادے کرنل صاحب ان کے ساتھ ہیں، مجددی صاحب عرض کرتے ہیں کہ مجھے چکر آرہے ہیں، اگر اجازت ہو تو گھر چلا جاؤں، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت شدید علیل تھے، اس حالت میں آپ مسکرائے، ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھا اور فرمایا سارے بوڑھے پنکچر ہو گئے ہیں۔

اظہارِ غم کے انداز

اللہ تعالیٰ کے محبوب وحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے گداز قلب کے حامل تھے، زندگی کے مصائب، شدائد اور سختیوں پر آپ نے ہمیشہ تحمل، بردباری حوصلہ اور وقار کا اظہار فرمایا، مگر رنج والم اور اندوغم کے فطری جذبات کبھی رخِ انور سے عیاں ہوتے، گاہے گاہے وہ آنسوؤں کے ستارے بن کر مژگان مبارک پر چمک اٹھتے، کبھی رخِ انور پر ڈھلک پڑتے اور کبھی تو موتیوں کی ٹوٹی ہوئی مالا کے دانوں کی مانند لگاتار چشمانِ مبارک سے بہہ نکلتے، راتوں کی خلوتوں میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مالک مولیٰ سے حالِ دل عرض کررہے ہوتے تو آنسوؤں کی برسات شروع ہو جاتی، اسوۂ حسنہ کے مالک اس ہستی کی سیرتِ مبارکہ کا اعجاز ہے کہ کبھی بھی ان میں منفی جذبات کی آمیزش نہ ہونے پائی، زبان مبارک سے کبھی حرفِ شکوہ وشکایت نہ نکلے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال صحابہ کرام اور امتِ مرحومہ کیلئے سب سے بڑی مصیبت تھی۔

حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ ربعی بصری رحمۃ اللہ علیہ جو ثقہ تابعی ہیں، نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے لوگوں کا معمول تھا کہ جب ان میں سے کسی شخص کو کوئی مصیبت اور رنج پیش آتے تو اس کے مسلمان بھائی اس کے پاس آتے اس سے مصافحہ کرتے اور کہتے:

یَاعَبْدَاللّٰہِ! اِتَّقِ اللّٰہَ وَاصْبِرْ عَلٰی مَااَصَابَکَ فَاِنَّ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔(۱)

---

(۱) زرقانی شرح مواہب لدنیہ ج ۵ ص ۲۸۳

ترجمہ: ''اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے اوپر آنے والی مصیبت پر صبر کرو، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اظہارِ غم کا انداز بڑا باوقار ہوا کرتا تھا، جزع وفزع، نالہ وشیون اور ماتم سے وہ پاکباز نفوس پاک تھے۔

انسانی زندگی نشیب وفراز کا مجموعہ ہوتی ہے، کبھی دکھ، کبھی سکھ، کبھی غم، کبھی راحت، باعظمت انسان وہ ہوتا ہے جو ہر حال میں انسانی وقار کو برقرار رکھے، حالات کی رو میں بہ کر انسانیت سے فروتر اعمال کا ارتکاب نہ ہونے پائے۔

حضرت خواجۂ عالم قدس سرہ العزیز کی زندگی اعتدال کا اعلیٰ نمونہ تھی، اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ۱۰ جنوری ۱۹۸۵ء وصال فرما گئیں، انہوں نے آپ کے والد ماجد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد نصف صدی سے زائد عرصہ تک آپ کی سرپرستی فرمائی، وہ کوئی عام سی ماں نہ تھیں، ان کے شفقتوں کے انداز نرالے تھے، آپ کی شخصیت مبارکہ کی تعمیر میں ان کی تربیت کا بہت بڑا کردار تھا، آپ ان کی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور تھے، آپ کو بھی اپنی والدہ ماجدہ سے بے حد محبت تھی، جو عقیدت کی حد تک بڑھی ہوئی تھی، ایسی والدہ کا سایہ سر سے اٹھ جانا قیامت سے کم نہ تھا، اگرچہ اس عظیم حادثہ کی بدولت آپ کی طبیعت شدید متاثر تھی، غم واندوہ کا کوہِ گراں آپ پر ٹوٹ پڑا تھا، لیکن آپ نے جزع وفزع سے اپنے صاف وپاک دامن کو آلودہ نہ ہونے دیا، ان کے وصال مبارک کے دنوں میں جب عام مجلس میں ان کا ذکرِ خیر ہوتا تو دیر تک جاری رہتا، رفتہ رفتہ جذباتِ غم میں تموّج بپا ہوتا، آپ کی چشمانِ مبارک

بھیگ جاتیں، آواز بھرا جاتی، پھر آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہچکی بندھ جاتی، الفاظ کی زبان سے ادائیگی مشکل ہو جاتی، حاضرینِ مجلس پر بھی فرطِ غم سے گریہ طاری ہو جاتا لیکن کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہ آنے پاتا۔

شیخِ طریقت حضرت میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت ماموں جی کے عرف سے مشہور تھے خاندان کے ایک رکن رکین تھے، لیکن انہوں نے اپنی عمر دربارِ عالیہ کی خدمت اور بہی خواہی میں صرف کر دی، آپ حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز کے بہنوئی تھے، دونوں حضرات گرامی قدر کے درمیان محبت و احترام کا تعلق عروج پر تھا، ۲ نومبر ۱۹۹۲ء کو ان کا انتقال ہوا، حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت گلہار شریف مقیم تھے، صحت کی خرابی کے باعث جنازہ میں شرکت نہ فرما سکے، لیکن ان کی تجہیز و تکفین و تدفین اور ان کے ایصالِ ثواب کی مابعد تمام تقریبات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق منعقد ہوئیں، احبابِ طریقت اور عقیدت مندان تعزیت کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، ایک مجلس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے وصال پر ہونے والے اپنے دردِ دل اور رنج و غم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

''شاید اوروں کا غم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتا ہوگا، لیکن ہمارا غم ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے، اس میں کمی نہیں آتی''۔

۲۵ جنوری ۱۹۹۸ء / ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ کا سورج حضرت خواجہء عالم قدس سرہ العزیز اور خاندان برکت توام کیلئے غم کی برستی گھٹائیں لے کر طلوع ہوا، جناب حاجی مشتاق احمد صاحب جنہیں حضرت خواجہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دامادی کا شرف حاصل تھا، جامع مسجد سلطانی میں بحالتِ اعتکاف ایک رات بسر کر چکے تھے سحری کے وقت بیدار ہوئے،

وضو مکمل فرمایا، وضو خانہ میں ہی دل کا دورہ پڑا اور ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی اپنے خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئے، پورے خاندان اور بالخصوص حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کیلئے یہ بڑا شدید اور اچانک صدمہ تھا، پھر داماد بھی ایسا فرماں بردار جس نے عمر بھر رشتہ داری کو آدابِ طریقت میں حائل نہ ہونے دیا تھا، خانقاہِ سلطانیہ کے تمام انتظامات کے ذمہ دار وہی تھے، اس شدید المناک حادثہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت مبارکہ پر شدید اثر کیا، پھر صحت کی خرابی کے باعث ان کے جنازہ میں شرکت نہ کر سکنے کا غم اس پر مستزاد تھا، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غم کے ان جذبات کو حدودِ شرع سے متجاوز ہونے کی اجازت نہ دی، آپ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہِ سلطانیہ میں موجود خاندان کے افراد جن میں آپ کی لختِ جگر، نواسے، نواسیاں شامل ہیں، کے نام اپنے مفصل مکتوب شریف میں اپنا حالِ دل بیان کیا ہے اور خاندان کے افراد کو جن الفاظ سے صبر کی تلقین فرمائی ہے وہ ہمارے لئے سبق آموز ہے، آپ نے اس میں تحریر فرمایا:

حاجی صاحب کی موت ایک ایسا سانحہ ہے کہ صبر کی تلقین کیلئے الفاظ نہیں ملتے، غم ایک طبعی امر ہے، اسے روکا نہیں جا سکتا تاہم اللہ تعالیٰ نے اس کی حدود مقرر کر دی ہیں، ان سے تجاوز مناسب نہیں، وقت کے ساتھ ساتھ گھاؤ مندمل ہو جاتے ہیں، مگر شیوۂ تسلیم و رضا کے خوگر ارادۂ الٰہی جان کر چپ سادھ لیتے ہیں اور یہی صبر جمیل ہے جس کا بڑا اجر ہے۔

یہ مکتوب مبارک مکاتیب الفردوس میں پانچ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، آخر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ہمارے لئے زندگی کے جملہ مسائل میں رہنمائی کا ذریعہ کتاب و سنت ہے ہم

انہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، لہٰذا ہمارے لئے سوگ کا وہی طریقہ زیبا ہے جس کی نشان وہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ملتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی وفات پر جو مکتوب تعزیت بھیجا اس کا اقتباس اس طرح ہے:

حمد و ثنا کے بعد اللہ تعالیٰ تمہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے، اور صبر کی توفیق دے اور ہمیں اور تمہیں شکر کرنا نصیب فرمائے، اس لئے کہ بے شک ہماری جانیں، ہمارا مال، ہمارے اہل و عیال اور ہماری اولاد اللہ بزرگ و برتر کے خوش گوار عطیے اور عاریت کے طور سپرد کی ہوئی چیزیں ہیں، جن سے ہمیں ایک معین مدت تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جاتا ہے، اور مقررہ وقت پر ان کو اللہ تعالیٰ واپس لے لیتا ہے، پھر ہم پر فرض عائد کیا گیا ہے کہ جب وہ دے تو ہم شکر ادا کریں اور جب وہ آزمائش کرے تو صبر کریں۔

تمہارا بیٹا بھی اللہ تعالیٰ کی ان ہی خوش گوار نعمتوں اور سپرد کی ہوئی عارتیوں سے تھا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے قابلِ رشک اور لائق مصرف صورت میں نفع پہنچایا اور اجر عظیم، رحمت و مغفرت اور ہدایت کا عوض دے کر لے لیا، بشرطیکہ تم صبر کرو، لہٰذا تم صبر کے ساتھ رہو، تمہارا رونا دھونا تمہارے اجر کو ضائع نہ کردے اور پھر کہیں پشیمانی اٹھانی پڑے، یاد رکھو رونا دھونا کچھ نہیں لوٹا کر لاتا، اور نہ ہی غم و اندوہ کو دور کرتا ہے اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا اور جو ہونا تھا ہو چکا"۔ [1]

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس عام میں فرمایا:

جب قضا کا روگ لگ جاتا ہے تو ادویات کی تاثیر الٹی ہو جاتی ہے، بادام روغن

---

[1] مکاتیب الفردوس جلد دوم مکتوب ۳۱۱

جو خشکی کے ازالہ کیلئے استعمال ہوتا ہے وہ خشکی میں اضافے کا باعث بنتا ہے، ہریڑ جو قبض کشا ہوتی ہے وہ قابض ثابت ہوتی ہے، وید، حکیم مرض شناسی میں یکتا ہوتے ہیں جاہل اور بے وقوف بن جاتے ہیں پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

رب جانے کی موت دے ڈھب جوڑے
جاندی اڈ تاثیر دوائیاں دی
شربت صندل ، سکنجبی گرم لگدے
سردی اڈ جاندی سردائیاں دی
خشکی مغز نوں دیون بدام روغن
جھلے ہون حکیم سودائیاں تھیں

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کون مداخلت کر سکتا ہے، لیکن اللہ والے حق تعالیٰ کی رضا، تقدیر اور ارادے پر راضی رہتے ہیں، اپنے اعمال کے محاسبے میں مصروف رہتے ہیں، خوفِ محشر سے وہ چپ رہتے ہیں اور یادِ الٰہی سے ان کی زبان تر رہتی ہے، ان کی زبان پر شکوہ و شکایت نہیں ہوتا، دنیاداروں کا حال اس کے خلاف ہوتا ہے۔

اللہ
صلی علی حبیبہ
محمد
و آلہ و سلم

خانقاہ فتحیہ
گلہار کوٹلی آزاد کشمیر

خانقاہ سلطانیہ
گلشن عظیم جہلم

ذخیرہ محمد ارشد قادری